UNIVERSAL LIBRARY

OU_226147

UNIVERSAL LIBRARY

بلاغ الحق

مصنّفہٗ

شمس العلما حافظ سیّد محبُ الحق صاحب

دامت برکاتہم

۱۱۲۴۹۱

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
حمد و نعت	۲	اذان	۱۱۸
عرض حال	۴	جماعت	″
کلام اللہ	۹	توجہ الی القبلہ	۱۱۹
حدیث	۱۴	نیت	″
اسوۂ حسنہ	۴۰	اَدب و خشُوع	۱۲۰
مسلمانوں کے حال پر ایک نظر	۴۴	رُکوع و سجود	۱۲۱
قرآن مجید کے ساتھ سلوک	۴۹	رکعات صلوٰۃ	۱۲۴
اطاعتِ رسول ﷺ	۴۷	اوقات صلوٰۃ	۱۲۶
ایمان	۸۰	قضائے صلوٰۃ	۱۲۷
نظم عالم	۸۵	زکوٰۃ	۱۲۸
ایمان بالیوم الآخرہ	۹۰	صوم	۱۲۹
عقائد	۱۰۷	حج	۱۳۱
عبادات	۱۱۲	معاملات	۱۳۳
صلوٰۃ	″	خیانت	۱۳۳
طہارت	۱۱۷	ایفائے عہد	۱۳۴

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
جھوٹ	۱۳۵	عدل و احسان	۱۴۴
غیبت	۱۳۶	عفو و درگذر	۱۴۵
افترا	۱۳۶	تکبّر	۱۴۶
بُہتان	۱۳۷	حلال و حرام	۱۴۷
ریا	۱۳۸	قومی پھوٹ	۱۵۶
بدگمانی	۱۳۹	سیاسی پھوٹ	۱۷۲
ہوسِ شہرت	۱۴۰	اتحادِ عمل	۱۸۳
بخل و اسراف	۱۴۱	اصلاح حال	۱۹۰
مقدمہ بازی	۱۴۲	دُعا	۱۹۵

غلط نامہ بلاغ الحق

کتاب ہذا میں کتابت کی غلطیاں سہواً رہ گئی ہیں مطالعہ سے قبل دُرست کرلیا جائے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۵	عبودیت، کامظر	عبودیت کا مظہر	۲۴	۴	پہونچے	پہونچی
۶	۱۲	اختراپردازیاں	افترا پردازیاں	۲۹	۱۸	بحق	یحق
۹	۱۷	محو ہوتی ہیں	محو ہوتی گئیں	۳۳	۱۶	کسی قدر	کس قدر
		وہ یہ عبارت	وہ بعبارت	۳۴	۲	غیرمفصل	غیرمنفصل
۱۱	۸	فاقم	فاقم	۳۵	۱۸	ہماری	ساری
؍؍	؍؍	فِطرالناس	فَطرالناس	۳۹	۱۴	معیارحق	معیارحق قرآن کو
۱۱	۹	ذٰلک	ذٰلک	۴۴	۲۱	منیرا	مغیرا
۱۳	۷	خدا اسی	خدا رسی	۴۸	۱۰	علما و فقراہی	عربی خط ہونے سے
۱۶	۴	خدمت	خدمت کی				آیت میں مل گیا ہے۔
۱۷	۱۲	دکھائے	دکھانے	؍؍	۱۱	سرا	سر۔
۱۹	۱۵	مایوحیٰ کی	مایوحیٰ ہونے کی	۵۲	۱۴	حرب	حزب
۱۹	۱۶	اخلاص	و اخلاص	۵۵	۹	ہم مسوخ	ہم منسوخ
۲۰	۱۷	ساری	×	۵۶	۵	ایمان ہیں مدخل	ایمان میں داخل
۲۱	۲۰	اُٹھادیں	اُٹھائیں	۵۸	۲	کی یہی	کی بہی
۲۲	۱۴	گئے	کئے	۶۰	۶	کیاکیانہ کچھ	کیاکیا کچھ نہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۱	۱۲	حضرت نے	حضرت زید نے
۶۴	۹	کو آغا خانی	کوئی آغا خانی
"	۲۱	خدا اسی	خدا رسی
۶۵	۴	ردق	ادق
۶۶	۱۷	اوجنیا	اوجینا
۶۸	۱۸	گنیاں	کلوخ کی گنتیاں
۶۹	۲	نبیانا	تبیانا
"	۶	وماختلفتم	وما اختلفتم فیه
"	۷	محکمة	فحکمة
۷۱	۶	وھن لم یحکم	ومن لم یحکم
"	۱۰	من بطع	من یطع
"	۱۳	اطبعوالرسول	اطیعوالرسول
"	"	اطبعوا محمدا	اطیعوا محمدا
۷۱	۱۴	عبادالی	عباداً لی
۷۷	۴	ظاہر	ظاہری
۸۲	۹	توابہ	توریہ
۸۳	۲۰	اندسبوکش	رندسبوکش
۸۴	۵	سب ہی فدا ہے	سب ہی خدا ہے
۸۵	۱۰	بارسالت	بار رسالت
۸۹	۴	وھی	اور
۹۰	۱۳	یموت	نموت
۹۳	۴	قضا	قضیٰ
"	۱۶	جس میں	×
۹۵	۱۰	اس کئے	اس لئے
۹۷	۱	نجات ملے	نجات ہے
"	۱۱	اذا	کَ اذا
۹۸	۱۰	ایسی صورت	ویسی صورت
۹۹	۴	غایت	عنایت
۱۰۰	۱۶	ہدایت	بداہت
۱۰۲	۱۸	تؤزھم انوا	تؤزھم ازاً
۱۰۳	۲۰	جزم کی	جرم کی
۱۰۴	۱۴	مارکا	نارکا
۱۱۰	۶	لایسمعوا اما	لایسمعوا دعاءکم لوسمعوا ما
۱۱۱	۱	اذا نعلوا	اذا فعلوا
۱۱۱	"	وحدنا	وجدنا
"	۱۶	رحیم کے	رحیم کو
"	۲۰	پچاری	پجاری

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۲	۹	اصلاح	اصطلاح	۱۳۷	۱۵	نرکے	مزکے
۱۱۳	۲	نماز میں	نمازیں	〃	۲۱	گھٹر	گٹھر
۱۱۹	۱۱	بینهم	فاحکم بینهم	۱۳۸	۲	دل میں ورا	× ذرا
۱۱۶	۱۲	قرآن تو یہ ہے	قران تو یہ ہے	۱۴۰	۱۲	لاتحسبو	لاتجسسو
۱۲۰	۷	ریائی نمازیوں	ریائی نماز نمازیوں	۱۴۱	۹	بلند نہو	بلند ہو
۱۲۲	۳	کبیرہ تکبیرا	کبرہ تکبیرا	〃	〃	یغزحون	یفرحون
〃	۱۱	یعنی سورہ	یعنی سورۂ فاتحہ پڑھا کرو	〃	۱۰	یفعلونہ یحسبنہم	یفعلو افلا
۱۲۳	۱۰	اذا قرئ	اذا قرء				یحسبنہم
۱۲۵	۱۱	آمین بالجهر	آمین کبھی بالجهر	۱۴۲	۳	سلوما	ملوما
۱۲۶	۳	آیت الله	آیات الله آناء اللیل	〃	۱۱	لا تبذیرا	لاتبذر تبذیرا
۱۲۷	۱۹	من فانه	من فاته	۱۴۶	۱۴	محرز رہے	محترز رہے
۱۳۰	۱۷	استعمال کرنیکا	استعمال کرنے سے بچنے کا	۱۴۷	۴	صرحا	مرحا
۱۳۱	۱۵	عیب چلینی	عیب چینی	۱۴۸	۱۰	خدانے وحی	خدانے جو وحی
۱۳۳	۱۹	آپ کی	آپس کی	۱۵۰	۱۶	ہاتھ میں ہی	ہاتھ ہی
۱۳۶	۹	مکرهتموا ه	فکرهتموا ه	۱۵۳	۴	جُرم	جَرم
〃	۱۴	غیب	عیب	〃	۹	افترا وا	افتراءً
۱۳۷	۱	علی الکذب	علی الله الکذب	۱۵۴	۳	وہ واقف	واقف
〃	۲	التسکم الکذب	السنتم الکذب	۱۵۸	۱۹	پرستش	پرسش
〃	۳	علی الکذب	علی الله الکذب	۱۶۰	۱۹-۲۰	لے ہی لیگا	لے ہی گا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۳	۳	علماء سوع	علماء سوء				
۱۶۵	۱۳	ان المساجد اللہ	ان المساجد للہ	۱۸۶	۱۴	قائم کیا گیا ہے	قائم کی گئی ہے۔
۱۶۶	۱۵	المحصنت المومنات	المحصنت المومنت	۱۸۸	۲۰	جب	جب تک
۱۶۷	۱۲	المومنین المومنات	المومنین والمومنت	۱۹۰	۹	پڑجائیں گے	پڑجائے گی
۱۷۱	۱	مصطفی	مصفی	؍؍	۱۷	نہیں ملے	نہیں رہے
۱۸۳	۱۳	زیر سرخی میں	زیر سرخی میں نے	۱۹۱	۸	وہی	وہ بھی
۱۸۶	۳	عبدالضحیٰ	عیدالضحیٰ	۱۹۳	۳	اللہ دب العلمین	للہ رب العلمین
؍؍	۹	لا دماءھا	لا دماؤھا	۱۹۵	۴	پاک وطن	پاک بامن
؍؍	۱۰	تعمیل	تعمیل حکم	؍؍	۵	اخلاق کی	اخلاص

کتاب ملنے کا پتہ

شمس العلما حافظ سید محب الحق صاحب۔ پُرفضا۔ پٹنہ۔

باغ ارق

مصنفہٗ

شمس العلما حافظ سیّد محب الحق صاحب

دامت برکاتہم

مطبوعہ عزیزی پریس آگرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ　　محمد رسول اللہ　　والقرآن کلام اللہ

ھٰذا بلاغ للناس ولینذروا بہ ولیعلموا انما ھو الٰہ واحد ولیذکر اولوا الالباب

(یہ لوگوں کے لئے تبلیغ ہے تاکہ اس سے ڈرائیں اور تاکہ وہ جان لیں کہ خدا ایک ہی ہے اور تاکہ دانشمند سمجھیں)

اے اللہ! تیری حمد اور ہم۔ تیری ہستی ازلی و ابدی۔ تو ہی تھا۔ تو ہی ہے اور تو ہی رہے گا۔ کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ اور ہماری ہستی تو مخلوق۔ تیری بنائی ہوئی۔ فناپذیر اور فانی۔ ہر آن کچھ سے کچھ۔ عدم و وجود کے جوار بھاٹے میں۔ ہم کیا، ہماری ہستی کیا، ابھی ہے، ابھی نہیں، پھر اس کی بساط کیا۔ کس برتے پر تیری حمد کا حوصلہ، چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔

اے اللہ! ہر جگہ تو، ہر کے ساتھ تو، ہر ذرّہ کو محیط تو، ہماری رگ گردن سے قریب تر تو، بلکہ ہم سے خود ہم سے زیادہ اقرب تر تو ہی، پھر بھی ہر فہم وادراک سے پاک، اور ہر حال میں سبوح، ہر حیثیت سے منزہ، اور ہر شان میں قدوس۔ اللہ اکبر اللہ اکبر سبوح قدوس ربنا ورب الملٰئکۃ والروح۔

تیری خلاقی بے اسباب و بے علل، تیری قدرت بے آلہ اور بے کیف، تیرے صفات بے چون و بیچگوں۔ بہ ایں بے کیفی و قدوسی وہ اوہام و افہام کے احاطہ میں کیونکر آئیں

اور زبان و قلم کی وسعت میں کس طرح سمائیں۔ سبحٰن اللہ وتعالٰی عما یصفون۔

اگر تیرے حبیب خاتم رسل سیدنا و رسولنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت لکھنے کی ہمت کروں تو کیونکر۔ وہ دل کہاں سے لائیں۔ وہ دماغ کہاں سے لائیں۔ کہاں رسالت مآب کی عظمت و جلالت، اور کہاں یہ ہستی نما نیستی۔ جو رسولوں میں خاتم رسل اور انسانوں میں کامل ترین انسان ہو، اُس کی برگزیدہ صفات کی نعت اور میں۔ محبت کا مارا دل حیران ہے، اور عشق کا متوالا دماغ پریشان۔ رائی پہاڑ کو نہیں نگل سکتی۔ قطرہ دریا کو نہیں گھونٹ سکتا۔ اللہ اللہ تیرے رسول کی شانِ رسالت اور علو مرتبت کی چکاچوند میں پڑا ہوا کیا کہے اور کیا لکھے۔

جو کافۃ للناس ساری دنیا کا رسول ہو، جو رحمۃ للعٰلمین سارے عالم کے لئے رحمت ہو، جس کو تو نے اپنا نہ مٹنے والا کلام اپنا نور اور اپنی مبارک اور متبرک کتاب دی جس کا تو خود محافظ ہوا کہ یہ ذات ابدی کا کلام جو ابدی ہے ابد تک رہے تاکہ آپ کی رسالت ساری دنیا کے لئے ابدی ہو جائے، ایسی ذات پاک کی نعت اور ایسے کلام ربّانی کے صفات بیان کرنا چیونٹی کا پہاڑ اُٹھانا ہے۔

اتنے بڑے کلام اللہ کو یوں برت کر دکھانے والا کہ ایک حرکت اِدھر اُدھر نہ ہوئی یعنی کمال عبودیت کا مظہر، اور باہمہ تضاد عناصری اور باوجود دشمنوں میں گھرے رہنے کے بھی ہر صفت کی وہ تکمیل کہ صراط مستقیم سے اور اعتدال کی راہ سے کوئی صفت بھی کہیں بھی، کسی حال میں بھی، بے جگہ اور بے قرینہ نہ ہوئی، رسالت اور انسانی تکمیل کا ایسا نمونہ نہ کبھی دیکھا گیا نہ کبھی دیکھا جائے گا۔ اس لئے آپ کی نعت نہ کسی سے ہو سکی، نہ ہو سکے گی، میں کس شمار میں۔

اے خدا میری اتنی بساط نہیں کہ نعت کا دریا تیر جا سکوں، اپنی عاجزی کا معترف ہوں۔ یہ ایں عاجزی میری صلوٰۃ وسلام قبول فرما کہ تیرے بندۂ عاجز کی یہی بساط ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علی النبی الامی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔

عرض حال

میں نے اپنی تصنیفوں میں جو کچھ لکھا وہ صرف قرآن مجید ہی سے لکھا ہے۔ کیونکہ سارے اسلامی فرقوں میں صرف قرآن مجید ہی متفق علیہ ہے۔ اگرچہ فرقوں کا یہ اتفاق بھی منہ بولا اور نمائیشی ہے کہ قرآن سے انکار وانحراف کے بعد تو وہ اہل کتاب بھی نہیں رہتے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ قوم نے ان تصنیفوں کو کن آنکھوں دیکھا۔ بہر حال ان تصنیفوں کی اشاعت سے تجربہ یہ ہوا کہ یہ تصنیفیں اپنے صوبہ سے باہر بنگال، یوپی، پنجاب، رنگون، سرحد وغیرہ میں پہونچیں باوجودیکہ نہ کوئی اشتہار دیا گیا، نہ اعلان کیا گیا، تمام سے مطالبے آئے۔ بعضوں نے قدردانی کے پرجوش خطوط بھیجے بعضوں نے تعریفوں سے ہمت بڑھائی۔ اور بحمد اللہ یہ کتابیں قدر کی نگاہوں دیکھی گئیں اور مقبول ہوئیں۔ مگر اپنے صوبہ میں کچھ تو اس وجہ سے کہ لوگ مجھے زندہ دیکھتے ہیں کچھ اس وجہ سے کہ انسان پرستی نے خدا ورسول کی جلالت ومحبت اور قرآن مجید کی عظمت ومرتبت دلوں سے محو کردی ہے۔ کچھ اس وجہ سے کہ رضوا بالحیوٰۃ الدنیا واطمئنوا بہا (حیات دنیاوی ہی پر وہ راضی اور اسی پر وہ مطمئن ہوگئے) کے نشہ میں مست غفلت ہیں۔ اور کچھ اس وجہ سے کہ میرے صوبہ کا خاصہ ہے کہ قول کی صداقت کو دیکھتے نہیں قائل کو دیکھتے ہیں، اگر وہ بھاری ہے تو قابل توجہ نہیں۔ یہ بدیسیوں کی جوتیاں سیدھی کرنے اور ان کی بانسری بجانے میں اپنا افتخار سمجھتے ہیں۔ یہاں کی یہ خصوصیت ہے کہ نام چندے دو مگر اپنے صوبہ میں نہ کوئی قومی کام کرو نہ کرنے دو، بایں بنا ان کو کتاب

پڑھنے کی فرصت کہاں۔ اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ شاخسانے کھڑے کئے جائیں وہ کھڑے کئے گئے۔ کسی کسی نے اُلٹ پلٹ کر کچھ دیکھا بھی تو بُری نگاہ سے۔ کسی نے کہا کہ یہ اہلِ قرآن ہو گئے قرآن ہی سے لکھتے ہیں محدیث سے نہیں، اقوال علماء سے نہیں، تو ان کے کفر میں کیا کلام رہا۔ کسی نے کہا کہ منہاج الحق میں رقص مستانہ اور رسوم خانوادہ کی حمایت نہیں ملتی تو ان کے منکر خانقاہ اور کافر ہونے میں کونسی تامل کی جگہ رہی۔ کتاب میں یہ نہ پڑھا کہ طالب کی فرمائش تھی کہ مسائل حل طلب کا جواب قرآن ہی سے دو کہ سارے مذاہب میں یہی حکم ہے اور خدا ہی کی راہ کا رہنما بھی یہی۔ اس لئے جو کچھ لکھا گیا وہ قرآن مجید ہی سے۔ کسی نے کہا کہ جس گھر میں یہ کتاب رہے وہ کافر کا گھر ہے۔ پوچھا گیا کہ آپ نے پڑھی بھی، فرمانے لگے پڑھی تو نہیں، اور پڑھنے کی ضرورت بھی نہیں۔ کہنے والوں نے کہا سننے والوں نے سُنا۔ جو میں نے سنا وہ اک معتبر حضرت سے سنا ہے جو میرے عقیدے میں ثقہ ہیں۔

جیسے کسی کے مرنے کی غلط خبر مشہور ہوئی۔ ملاقات میں اُن کے دوست نے پوچھا کہ بھئی میں نے تمہارے مرنے کی خبر سنی سخت صدمہ ہوا۔ وہ فرمانے لگے کہ بالکل غلط ہے دیکھ لو میں مجسم موجود ہوں۔ اُن کے دوست نے کہا کہ میں نے اک مولوی صاحب سے سنا اور وہ آپ سے زیادہ ثقہ ہیں۔

یہ تو کم علمی کا کرشمہ تھا، ذرا علم و تعصب کا کرشمہ ملاحظہ ہو۔ پنجاب کے ایک مولانا جو اپنی جماعت میں مقتدر بھی ہیں شرعۃ الحق پر اعتراض کرنے، اُس کا جواب دینے اور اُس کے باطل کرنے کو ڈنکے کی چوٹ کھڑے ہوئے۔ اُن کو اختلاف تھا تو اس میں کوئی مضائقہ نہ تھا، اختلاف تو فطرت میں ہے، یہ دنیا تو نیرنگ اختلاف و تضاد ہی کی جلوہ گاہ ہے جب تو قرآن مجید کی کوئی آیت بھی اختلاف آرا سے نہ بچی، امام رازی کی تفسیر بیّن شہادت موجود ہے مگر شرعۃ الحق میں پندرہ دفعات ہیں جو قرآن مجید

ہی سے حل کئے گئے ہیں تو ان دفعات کو یا کسی ایک دفعہ کو بھی قرآن مجید ہی کی آیتوں سے باطل کرنا تھا کیونکہ قرآن کے مقابلہ کے لئے کوئی اور ہستی نہیں ٹھہرائی جا سکتی یہ تو کیا نہیں، اور کسی ایک نمبر کو بھی باطل نہ کر سکے۔ کیا تو یہی کہ بہت کچھ میری کتاب کی عبارت نقل کی گئی، نہ معلوم میرا مقصد پورا کرنے کے لئے تبلیغاً یا اعتراضاً۔ مگر بعض بعض جملوں پر آوازے کسے گئے، بعض بعض جملوں کا جواب دیا گیا۔ جواب کیا ذاتیات پر حملے کئے گئے۔ فرقہ پرستی کے جوش میں برا بھلا کہا گیا کہ معتقدوں کے خیالات سکون میں رہیں۔ دوستو! یہ جواب نہیں، یہ تردید نہیں۔ جواب اور چیز ہے اور دل کے پھپولے توڑنا اور بات ہے۔ مگر اس کے سوا چارہ ہی کیا تھا، قرآن کا بطلان تو کفر کا خریدنا تھا۔

فرقہ پرستوں کا بغیر دیکھے بھالے طومار افترا سنکر جناب شاہ بدرالدین صاحب سجادہ نشین پھلواری و امیر شریعت جن سے مجھے مرابطت ان کی گدی نشینی سے پہلے سے تھی مجھ سے یہ ساری افترا پردازیاں بیان کر کے فرمانے لگے کہ میں آپ سے واقف نہ ہوتا تو سنی سنائی باتوں میں آجاتا اور دھوکے میں پڑتا کہ شہرت بھی اپنا کچھ نہ کچھ اثر رکھتی ہے۔ کتابوں کے چھپنے کے قبل بارہا تقاضا فرما کر میری دونوں کتابوں شرعۃ الحق اور منہاج الحق کو مجھ سے دیکھنے کو طلب فرماتے رہے اور متقاضی رہے۔ میں نے عرض کیا یہی ایک کتاب ہے یہی مسودہ ہے، یہی اصل ہے، نقل دشوار ہے، میرے لئے آسان ہی کہ میں خود سناؤں بشرطیکہ آپ عنداللہ رائے دیں۔ آخر میری زبان سے دونوں کتابوں کو من اولہ الیٰ آخرہ سنکر فرمانے لگے کہ میں نے وعدہ کیا تھا کہ عنداللہ میں اپنی رائے دوں گا تو مجھے کہیں بھی اختلاف نہیں صرف پیری و مریدی کے مسئلہ میں جو منہاج الحق میں ہے مجھ سے اختلاف

فرمایا۔ کچھ بحثیں ہوئیں مگر اتفاق نہوا، اس کے سوا ساری کتاب سے اتفاق رہا، اور دونوں کتابوں سے۔

مولانا عین الحق صاحب علیہ الرحمۃ سابق گدی نشین پھلواری نے جو خانقاہ کی بدعتوں سے گھبرا کر گدّی چھوڑی تھی میرے مخلص دوست تھے شرعۃ الحق کا مسودہ مجھ سے سنکر فرمانے لگے کہ بھئی اس سے میرے بہت سے عقائد کی صحت ہو گئی۔ للّٰلہ اس کی نقل دو کہ میں بار بار دیکھوں تاکہ یہ آتیں دماغ میں ترجائیں کیونکہ وہ بھولتی جاتی ہیں اور جمے ہوئے عقائد رفتہ رفتہ پھر اپنی جگہ بنالینا چاہتے ہیں۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ چھپنے کے بعد ضرور پیش کروں گا، مگر چھپنے کے پہلے ہی اونھوں نے دنیا کو خیر باد کہا۔ افسوس ایسے حق پرست نایاب ہیں۔

مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری علیہ الرحمۃ نے شرعۃ الحق کو پوری طرح دیکھا، اور بلا اختلاف لفظ واحد پوری طرح متفق رہے۔ بلکہ بمقام لکھنؤ مسئلہ ربوا کی نسبت فرمانے لگے کہ "اب یہ مسئلہ بالکل صاف ہو گیا۔ دل کی کھٹک جاتی رہی اور میں اپنی بیٹی کے معاملہ میں اسی مسئلہ پر عمل کرونگا" اور مولانا عبدالحی صاحب علیہ الرحمۃ ناظم ندوۃ العلماء سے متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ، مجھکو تو اس کتاب سے کہیں بھی اختلاف نہیں، قرآن مجید کی آیتوں سے کون مسلمان اختلاف یا انحراف کر سکتا ہے۔ حدیث کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ انکار نہیں تنقید ہے۔ رسول کے فرمان سے انکار اَور بات ہے اور رسول کے فرمان ہونے سے انکار اَور بات ہے۔ یہ کہنا کہ فلاں حدیثیں رسول کی نہیں، رسول کے اقوال نہیں، یا حدیثیں بہ الفاظ رسول نہیں یا قرآن کے خلاف حدیثیں صحیح نہیں تنقید ہے فرمان رسول کا انکار نہیں ہے۔ حدیث کی تنقید شروع سے چلی آرہی ہے، اسی بنا پر حدیثیں جمع ہوئیں۔ بہرحال قرآن کے مقابلہ میں تو کوئی چیز سند نہیں ہو سکتی۔"

حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی یہ چاروں فرقے وہ ہوئے جن کے مصلّے حرم میں قائم ہوئے، اور عقیدہ یہ قایم ہوا کہ حق دائرہ ہے درمیان چاروں کے، مگر وہ ان کی حدیث کو نہیں مانتے یہ اُن کی حدیث کو نہیں مانتے۔

یوں سب پر انکارِ حدیث کی بنا پر کفر کی ٹکسال سے فتوے ڈہال دو یہ تمہارے ہاتھ میں ہی مگر نیتوں کا دانا و بینا خدا تمہارے ہاتھ میں نہیں۔ قیامت کے دن خدا اس کا فیصلہ کریگا کہ حدیث کا بدلیل قرآنی تنقید کرنے والا، یا حدیث کے کتاب اللہ یا کتاب رسول اللہ ہونے کا منکر اور ظنی سمجھنے والا کافر ہے۔ یا قرآن کی آیتوں کا منکر یا قرآن کی آیتوں سے کترانے والا، یا قرآن کی آیتوں کو بغیر خود خدا کے منسوخ کئے ہوئے جو خود اُس نے نہ کیا اپنی اپنی رایوں سے منسوخ کرنے والا، اور حدودِ قرآنی کو بربنائے روایت کم و بیش کرنے والا، اور خدا کے احکام میں اوروں کو شریک کرنے والا کافر ہے یاد رکھو جو فیصلہ آج قرآن کا ہے وہی فیصلہ کل خدا کا ہوگا۔

اپنے تجربہ کی بنا پر میں جانتا ہوں کہ لوگ بجائے اس کے کہ قرآن کے آگے سر جھکائیں مجھے بُرا بھلا کہنے کو کھڑے ہوں گے اور اپنا گھاٹا آپ اُٹھائیں گے۔ کیونکہ نہ میں کسی بات کا مدعی، نہ میرا کچھ دعوے۔ میرا دعویٰ تو وہی جو قرآن کا دعویٰ۔ مجھے وہ جاہل کہیں گے تو یہ غلط بھی نہیں، اس کا اُن کو حق ہے۔ میں رسول اُمّی کی امت ہوں، اور مجھے اپنی جہالت ہی کا علم ہے۔ وہ جو کچھ بھی مجھے کہیں مگر قرآن کی آیتوں سے بے پروائی اور چشم پوشی۔ اور آبائی روش کی پاسداری میں قرآن سے کترانا اور قرآن پر روایتوں سے رنگ چڑہانا تو خدا و رسول کے ساتھ جنگ ہوگی تو یہ خدا کے حوالہ۔

میں خدا کے آگے سر جھکا کر، سب سے بے نیاز قرآن مجید کی تبلیغ جو کرتا رہا ہوں کرتا رہوں گا جو عین تبلیغ ہمارے سرتاج، ہمارے ہادی، ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی، اور جو عین اسلام ہے ولو کرہ الکفرون (انکار کرنے والے برا مانا کریں)۔

سن لو میرا کام فرقہ سازی نہیں بلکہ حسب رضائے خداوند جل جلالہٗ فرقہ شکنی ہے کہ فرقہ بندی توڑ دو اور ما ارسل کے آگے سر جھکا دو۔

میری اس تبلیغ کے مخاطب مسلمان ہیں قرآن مجید کے ماننے والے چاہے کسی فرقہ کے ہوں

کلام اللہ

اللہ اللہ۔ اللہ کا کلام اور مجھ آلودہ گناہ کی زبان اُس کی حقیقت اور اُس کی کیفیت کیا بیان کرے۔ اُس کی تجلیات کی جلوہ گری کو جو قانونِ قدرت کے ہر دفعات میں ہے کس طرح روشن و تاباں دکھائے۔ خدا کی کوئی صفت نہ خدا سے منتزع ہو سکتی نہ حادث ہو سکتی ہے تو اُس کی صفت تکلمی بھی۔ بلکہ صفات کیا وہ تو ذات ہی ذات ہے اور اُس کی شانیں۔ اُسی کا نور کلام اللہ منزل من اللہ ہے اسی لئے یہ قرآن مجید ازلی و ابدی ہے انا انزلنہ قرآناً عربیا (ہم نے قرآن عربی زبان میں نازل کیا ہی یعنی منزل صرف مضمون و مفہوم نہیں بلکہ عربی عبارت بھی ہے۔ ہاں اُس کی کتابت انسانی ہے وہ حادث ہی۔

یہی قرآن اپنے اپنے زمانہ میں ہر پیغمبر پر اُن کی زبان میں نازل ہوا۔ وَاِنَّہٗ لَفِی زُبُرِ الاولین (قرآن ہی اگلی کتابوں میں نازل ہوا تھا) احکام و ہدایات یہی قرآنی اور عبارت اُن کی اپنی۔ مضمون کی وحی ہوتی رہی۔ اسی لئے قرآن مجید سب کتابوں کا مہیمن اور محافظ ہے چونکہ وہ کتابیں انسانی زبانوں میں تھیں وہ غائب و محو ہوتی ہیں۔ مگر قرآن جو خاتم رسل پر نازل ہوا وہ یہ عبارت انسانی نہیں بعبارت خداوندی ہی اسی لئے وہ صدیوں سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ چونکہ وہ خدائی کلام ہے اس لئے اُس کی حفاظت کا ذمہ وار بھی خدا ہی کو ہونا چاہئے تھا وہ ہوا۔

ہم مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قرآن مجید کلام اللہ ہے جو بذریعہ وحی و نزول رسول پر نازل ہوا۔ اور بذریعہ تبلیغ سینہ بہ سینہ، زبان بہ زبان، دل بہ دل بذریعہ حفاظ اور بذریعہ کتابت بھی ساری دنیا میں شایع کیا گیا جو بلا اختلاف حرف کا توں آج تک شایع ہے اور قلعۂ خداوندی یعنی حفاظ کے دل و دماغ میں محفوظ ہے۔

آج کل دنیا میں عقل کی گھوڑ دوڑ ہے اس لئے حقانیت قرآن کے عقلی دلائل تو دعوۃ الحق میں دیکھو جو اس سلسلہ کی پہلی جلد ہے مگر مختصراً کچھ نہ کچھ تو یہاں بھی لکھ دینا ضرور ہے کیونکہ دعوۃ الحق ساری شائع ہوگئی اب رہی نہیں۔

اے لوگو! مخلوق تو گویا ہوا اور خالق گونگا، کیا عقل اس کی حمایت کر سکتی ہی ہرگز نہیں اُس کا کلام بلحاظ آفرینش اوّل اوّل لفظ کُن ہے جس کا مظہر یہ عالم اور اُس کی نیرنگیاں ہیں۔ اور آخر میں بعد اتمام خلقت اُس کا کلام یہ کلام اللہ ہے جو ہمارے دلوں میں اور ہماری زبانوں پر ہے۔ وہ جس طرح خلّاق ہے، رزّاق ہے، علیم و خبیر ہے، مالک و قدیر ہے، اُسی طرح وہ متکلم بھی ہے اُس کی کوئی صفت کسی کے مشابہ نہیں۔ جس طرح اُس کے صفات بے کیف اس عالم میں بذرائع و وسائل جامۂ کیف و کم میں ظاہر ہوئے اسی طرح اُس کی صفت تکلمی نے بھی رسول کا ذریعہ اختیار کیا۔ جس طرح خالق و رازق خدا ہی ہے اسی طرح قرآن کا متکلم بھی۔

ہم صفات محدود سے اُس کے صفات غیر محدود کو محسوس کر کے اُس میں فنا ہوتے اور تقرب حاصل کرتے ہیں، اُسی طرح اُس کے کلام میں محو و فانی ہو کر خدائے قدّوس و سبوح کا قرب حاصل کرتے ہیں جو اقرب ترین راہ خدا کی بتائی ہوئی اور رسول کی چلی ہوئی اور بے خطر ہے۔ تو قرآن مجید کی قدر و منزلت کو سمجھو، اور اُس سے روگردانی نہ کرو۔ اُس قرآن کے ساتھ مسلمانوں کا جو سلوک ہو رہا ہے اے لوگو! ماتم کرو ماتم

جس طرح آدمی پیدا ہوا ماں باپ سے، نباتات اُگے تخم و بارش سے، مگر خلّاق مطلق

خدا ہی ہے۔ جس طرح رزق حاصل ہوئی پیداوار سے، روپے ملے تجارت اور نوکریوں سے، مگر رزّاق مطلق خدا ہی ہے، اور باقی ذرائع ہیں۔ اُسی طرح کلام ربّانی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کا ذریعہ اختیار کیا تو اس سے وہ کلام رسُول کا نہو جائیگا بلکہ خلّاق و رزاق حقیقی کی طرح اُس کا متکلم حقیقی بھی خدا ہی ہے خدا ہی۔ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (خدا کا نازل کردہ) ایسے کلام مقدس کی جو قدر و منزلت مسلمانوں نے کی وہ افسوسناک ہے۔

خدا کا قول و فعل دو نہیں ہوسکتا۔ اُس کا فعل یہ فطرت ہے، اور اُس کا قول کلام اللہ دونوں میں اختلاف نہیں، فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (پھر اے نبی آپ دین پر یکسو ہو کر قایم ہوجائیں یعنی فطرت الٰہی پر جس پر لوگوں کو خدا نے پیدا کیا۔ خدا کی بناوٹ میں ردوبدل نہیں۔ یہی ہے ٹھیک دین)، صرف دین قرآنی یا دین اسلام ہی ہے جو بکمالہ فطرت کے مطابق ہے۔ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا کیا اس سے بھی کسی قوی ثبوت کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ اور پھر جب خدا کی فطرت نہیں بدلتی کہ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ تو اُس کا کلام بھی نہیں بدلتا کہ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ جب خدا کے کلام میں تبدیلی نہیں تو ناسخ و منسوخ کا خیال بھی قرآن کے خلاف ہے آج دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں جو خود اس کی مُدعی ہو کہ ہم کتاب اللہ ہیں، اور جس میں خدا کا تخاطب بندوں کے ساتھ پایا جاتا ہو۔ بجز اک قرآن کے کہ یہی اس کی مدعی ہے اور اسی میں خدا کا تخاطب انسان کے ساتھ ہے اور جو بالکل مطابق فطرت ہے۔

دُنیا میں جتنے مصنفین گذرے، کسی ملک کے ہوں، یا کسی قوم کے، سب کی تصنیفوں میں ابتدائی زمانہ کا اور رنگ ہے۔ شبابی زمانہ کا اور، اور پیری کا اور۔ آخر میں پختگی، صفائی، پُحستی، مضمون کی رفعت اور سلجھاؤ، قادر الکلامی۔ بیان کے رنگ ڈھنگ

ہیں نیرنگی، علٰے ہذا یہی انسانی فطرت کا اقتضا اور مشاہدہ ہے مگر قرآن کو اُٹھا کر دیکھو، جس دن آپ نے توحید کا صور پھونکا کہ دنیا جاگ اُٹھی، اور جس دن آپ نے دنیا کو خیرباد کہا بلکہ آپ کے ہر زمانہ کا کلام ایک، طرز کلام ایک، کلام کی قوت ایک کشش و دل رُبائی ایک، فصاحت و بلاغت کا توازن ایک کیا اس ہدایت سے بھی تمہاری آنکھیں نہیں کھلتیں کہ یہ انسانی کلام نہیں، یہ اُسی کا کلام ہے جس کے کام میں یا کلام میں اُتار چڑھاؤ نہیں، انسانی ترقی و تنزلی نہیں۔ نظم کلام کو دیکھو تو شروع سے آخر تک وہی نظم جو سورتوں اور آیتوں میں ہے، وہی نظم خدا کی بنائی ہوئی خلقت اور اُس کی فطرت میں ہے۔ وہی قرآنی نظم جنگل اور پہاڑ میں ہے، سمندر اور خشکی میں ہے، وہی آفتاب و ماہتاب ستاروں سیاروں اور اُن کی گردشوں اور کششوں میں ہے۔ انسانی نظم سے بالکل الگ، انسانی سمجھ سے بالکل پرے، وہی خدائی نظم انسان کے کل پرزے دل دماغ معدہ جگر اور گردہ وغیرہ کے مقام اور اُن کی خدمات کی تقسیموں میں، دورانِ خون اور انسان کے معمۂ حیات میں ہے۔ یہ قرآنی اور خدائی نظم کسی کتاب یا انسان کی کسی تصنیف میں نہیں پایا جاتا۔ کیا قرآن اور فطرت کے اس بیّن مطابقت سے بھی جس کی مثال نہیں مل سکتی تمہارے ایمان کی آنکھیں نہیں کھلتیں، اور تمہارا دل روشن نہیں ہوتا۔ اگر قرآن مجید کے سلسلۂ کلام پر تمہیں اعتراض یا شکوک پیدا ہوتے ہیں تو کیوں خدا کی کل بنائی ہوئی چیزوں پر اعتراض نہیں ہوتا۔

خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کی تصویریں اُتار سکتے ہو مگر ایک مچھر نہیں پیدا کر سکتے۔

اُسی طرح قرآن کی کتابت کر سکتے ہو مگر ایک سورے کا بھی جواب نہیں لا سکتے۔

اس کی کوئی مثال نہیں پیش کر سکتے ہو کہ قرآن کی سی اتنی بڑی کتاب یا اس سے بہت مختصر ہی سہی بکمالہ اس طرح یاد کی جاتی ہو کہ اُس میں زیر و زبر کا فرق بھی ہونے پائے اور تیرہ سو برسوں سے اُس کا سلسلہ بہ تواتر جاری اور قائم رہا ہو، اور اُس کی حفاظت

کا حفاظ کے دلوں میں ایسا محفوظ سامان ہو جس طرح ہیرے اور یاقوت کا پہاڑوں میں موتیوں کا سمندر میں، رُوح کا اجسام میں۔ یہ ہے قرآن مجید کی قانونِ قدرت اور قانونِ فطرت سے کمال مطابقت، اور خدا کے قول و فعل کی کمال یکسانیت۔ آنکھیں کھولو، اور خدا اور اُس کے کلام کو پہچانو۔

اے لوگو! ایسا مبارک اور متبرک کلام اللہ، خدا کا بھیجا ہوا، رسول کا دیا ہوا، جو سراسر رحمت ہے، ہدایت ہے، نور ہے، جو تم کو انسان کامل بنانے والا، تمہارے دین و دنیا دونوں کا سنوارنے والا، اور خدا اسی کا رہنما ہے۔ جس کے اتباع کے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت مامور ہے، اُس کے ساتھ تمہارا جو سلوک ہے، انصاف سے کہو ایمان سے کہو کیا وہ اسی سلوک کا مستحق ہے۔ جب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فریاد قیامت کے دن اس کے سوا کچھ نہ ہوگی وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجورا۔ (اے خدا میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا) قرآن چھوڑنے والوں کی شفاعت کے بجائے آپ فریادی ہونگے۔ تو ڈرو رسول کی فریاد سے۔

حدیث

خدانے فرمایا۔ قل ان کان اباءکم و ابناءکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموھا و تجارۃ تخشون کسادھا و مسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و رسولہ و جھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہٖ (اے رسول اعلان کردو کہ اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیبیاں، اقران، مال مخزونہ، تجارت جس کی کساد بازاری سے خائف رہتے ہو، اور گھر جو تم کو بہت مرغوب ہیں (یعنی دنیا کی کل چیزیں) اگر تمکو خدا و رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو عذاب خداوندی کے منتظر رہو) محبت خدا و رسول اور جہاد کو تو خدا نے نہایت بالشان صورت سے فرض کر دیا، اور اس کی خلاف ورزی پر تہدید بھی کی مگر قوم نے اس کی تعمیل کہاں تک کی وہ دیکھو۔ ان آیتوں کے معمل قرون اولے کے مسلمان تھے، قرآن اُن کا نصب العین تھا، اُنھے تعمیل کی، اور تعمیل کا ثبوت جاں بازیوں کے ساتھ جان سے، مال سے، اقران واعزہ کو، زن و فرزند کو، بلکہ عزت و آبرو تک کو جو ادنہیں حاصل تھی خدا و رسول پر قربان کر کے دیا۔ وطن چھوڑا، گھر بار چھوڑا، زن و فرزند چھوڑا۔ اور سب کچھ چھوڑ کر رسول کے دامن میں پناہ لی تو کامیابیوں نے اپنا چتر سنبھالا۔ اور جو کچھ چھوڑا تھا وہ اور اُس سے زیادہ پایا اور دین و دنیا میں فائز المرام ہوئے۔ جب زمانہ بدلا اور رنگ آمیزیوں نے اپنا جلوہ دکھایا تو بعد کا رنگ بدلا، اور نوبت یہ پہونچی کہ ماقدروا اللہ حق قدرہٖ اُسی طرح سمجھو ماقدروا الرسول حق قدرہٖ خدا و رسول کی قدر نہ کی۔ خدا و رسول کے فرمان یعنی قرآن کو منتر چیستان اور معمہ بنا دیا اور احبار و رھبان کے فرمان کو قول رسول۔ سلطنت نے حامی بھری، اور ماسوا کا ڈنکا بجا دیا گیا۔ خدا و رسول کی محبت کا منہ بولا دعوٰی تو ہے مگر دلیل نہیں، اور دعوے بے دلیل باطل۔

خدا ورسول کی محبت کا ثبوت رسول کے فرمان رسالت کی بہ اخلاص ومحبت اطاعت ہی بلا آمیزش غیرے۔ یہ آمین بالجہر اور رفع یدین میں جوتی پیزار کرنا ثبوت محبت نہیں ثبوت نفسانیت ہے اور نہ رسول کو خدا بنانا کہ "احمد بے میم ہو تم" رسول کی محبت ہے، یہ تو صریح ضلالت اور شرک ہے۔ اور

اگر تم کو واقعی خدا ورسول کی محبت ہے تو لا الٰہ الا اللہ ماسوئے سے منہ پھیرو، اور محمد رسول اللہ رسالت محمدی یعنی قرآن کو اپنا نصب العین بناؤ۔ اور اِن صلوٰتی ونسکی ومحیائی ومماتی للہ رب العٰلمین لاشریک لہ (میری نماز اور میری عبادتیں اور میری حیات وموت تک خدا کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں) یہی آپ کا قول، یہی آپ کا فعل، یہی آپ کا حال تھا، اور یہی آپ کا فرمان، تو اس کی تعمیل سے رسول کی محبت کا ثبوت دو کہ محبت رسول کا دعوے صحیح ہو اور تمہارا حال درست ہو جائے۔ اسی طرح کل ہدایات ربانی، سارے حقوق کی ادائگی سارے اخلاق کا برتاؤ، ساری قوتوں کا صحیح استعمال، اور سارے احکام وہدایات قرآنی جو عین رسالت اور تکمیل انسانی ہی کے لئے ہیں تعمیل کرکے خدا ورسول کی محبت کا ثبوت دو، اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے آراستہ سینہ سپر رہو۔ یہ ہے خدا کا فرمان، یہ ہے رسول کی سنت، یہ ہے آپ کا اسوۂ حسنہ تاکہ تم انسان کامل بنو، اور اپنے کو اسلام کا مجسم نمونہ بنا کے پیش کرو، اور یوں تبلیغ اسلام کی سنت اور خدمت ادا کرو، جیسا کہ اگلوں نے کیا، تو یہ دلیل ہوگی خدا ورسول کے ساتھ تمہاری خالص محبت کی، ورنہ منافقانہ دعوے ہوگا جھوٹا اور رسول کے ساتھ تمہارا

یہ صحیح ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے اُس کے تذکروں میں جی لبتا ہے اور دل کو تسکین ہوتی ہے۔ اس لئے مسلمان بھی آپ کے تذکروں کے مشتاق رہتے تھے۔ پھر جتنے منہ اُتنی باتیں۔ لوگ خدمت رسول میں آئے، بیٹھے، باتیں سنیں، اپنے اپنے خیال اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق جو سمجھا وہ لوگوں سے کہنے لگ گئے۔ کسی نے ٹھیک سمجھا کسی نے

غلط، فقیہ اور سمجھ دار لوگوں کی تعداد کم ہوتی ہی ہے، یوں غلط حدیثوں کا اک ذخیرہ زبان زدِ خاص و عام ہو گیا۔ یہ عالم تو عالم تضاد ہے، لوگ ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ سمجھ دار بھی نا سمجھ بھی، غالی فی الدین بھی، منافق بھی، بعضوں نے موضوعی حدیثیں بنانا کارِ خیر سمجھا اور بہ نیت تشویق و مصلحت دین کی خدمت کہ اسلام کی طرف لوگوں کی کشش ہو اور اسلام کی عظمت بڑھے، یوں موضوعی حدیثوں کا انبار لگ گیا۔

محقق نگاہوں کو ضرورت ہوئی حدیثوں کے پرکھنے کی۔ صحابہ نے قرآن اور عقل کے خلاف بہتیری حدیثوں سے انکار کیا اور مطابق فرمانِ رسول کیا جس کا ثبوت تفسیر کبیر میں دیکھ لو۔ خلیفۂ دوم نے اس کی روک تھام پر تشدد کیا، سزائیں دیں، دُرّے مارے جیل بھیجا، کہ روایت حدیث مسدود ہو۔ وہ اس سے ڈرے کہ یہ ذخیرہ آگے چل کر کہیں کتاب اللہ پر حملہ آور نہ ہو اور کتاب اللہ موجود رہتے بھی معدوم ہو جائے۔ جو حشر توریت اور انجیل کا ہوا کہ اصل توریت و انجیل تو غائب ہی ہو گئی موجودہ توریت و انجیل تو احادیث ہیں، جن میں قال اللہ گویا کہیں نہیں تمام قال الرسول ہی ہے، اس لئے آپ نے فرمایا حسبنا کتاب اللہ ہم مسلمانوں کو قرآن کافی ہے۔ اس پر بھی روایتوں کا دروازہ بند نہ ہوا۔

جب موضوعی حدیثیں حملہ آور ہوئیں تو حدیثوں کے جانچنے کی ضرورت بہت اہم ہو گئی جس کی ابتدا حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی، مگر بصورت درس و تدریس انہوں نے کتاب لکھنے سے اسی طرح احتراز کیا جس طرح صحابہ رضوان اللہ علیہم نے بایں خیال کہ آئندہ یہ کتاب دین میں داخل ہو کر بدعت نہ کھڑی کرے، اور یہ حدیث کی کتاب قرآن کی جگہ نہ لے لے۔

اسی طرح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور کل جامعان احادیث رحمۃ اللہ علیہم نے بھی موضوعی حدیثوں کے فتنہ کو محسوس کیا اور مجبوراً اپنے

خیال کے مطابق چند شرائط مقرر کر کے حدیث کی چھان بین شروع کی، کہ جانچی ہوئی حدیثیں محدود کر دی جائیں، اور اعلان کر دیا جائے کہ ان کے سوا اور حدیثیں موضوعی ہیں تاکہ موضوعی حدیثیں الگ ہو جائیں، اور وضع حدیث کا سدباب ہو۔ ان بزرگوں نے نیک نیتی سے کوششیں کیں کہ دودھ کو پانی سے جدا کریں جتنا کچھ بھی جدا ہو سکے۔

اُن کی نیت یا اُن کا قول یہ ہرگز نہ تھا کہ یہ حدیثیں قطعی فرمودہ رسول اور بلفظ رسول ہیں، دین میں داخل، مصحح قرآن، مفسر قرآن اور ناسخ قرآن ہیں وہ اپنی نیت میں کامیاب ہوئے کہ موضوعی حدیثوں کا سدباب ہوا۔ خدا اُن کو اُن کی مخلصانہ خدمت کا اجر دیگا۔

مگر قوم نے ان سب حدیثوں کو قطعی قول رسول سمجھا۔ قرآن سے ڈانڈا ملایا دین میں داخل کیا، اور مایوحیٰ تسلیم کر کے قرآن کا مفسر، قرآن کا ناسخ، اور بلحاظ تفصیل قرآن کا نعم البدل قرار دیا، اور مریدان می پرانند کے نشہ میں لگے عقیدت مندانہ بازیگری کے ہنر دکھائے۔

باوجودیکہ حدیث جمع ہوئی دو سو برسوں کے بعد۔ اوّل صدی کے کسی صحیفہ کا وجود دنیا میں نہیں۔ جب وجود ہی نہیں تو اُس کا وجود عقیدت ہی کی بنا پر تسلیم کیا جا سکتا ہے اور اگر وجود ہے تو پیش کرو جو پیش نہیں کر سکتے۔ باوجودیکہ حدیث نہ رسول نے جمع کیا، نہ صحابہ نے، نہ اس کا کوئی اہتمام ہی کیا، نہ جمع کرنے کی تاکید فرمائی، نہ اس کو ضروری سمجھا ورنہ ایک حج کا اجتماع اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کافی تھا۔ بعد زمانۂ مدید جو جمع ہوئی تو اُس کے الفاظ بھی متفق طور پر رسول کے نہیں۔ جب الفاظ کی نسبت رسول کے ساتھ نہیں تو معنی کی قطعیت کہاں رہی۔ متواترات تین یا پانچ سے زیادہ نہیں بلکہ قرآن کے سوا کچھ نہیں۔ شہرت دلیلِ حقانیت نہیں۔ صحابہ میں مشہور ہو گیا تھا کہ نبی نے ازواج کو طلاق دیدی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جرأت دینی نے تحقیق

کا سرچشمہ کھولا، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تحقیق کر کے اس شہرت کی تردید کی۔ کتنی باتیں غلط مشہور ہوتی ہیں اور صدیوں مشہور رہتی ہیں۔ واقعات عالم اس کے شاہد ہیں۔

اس کے سوا مرفوع متصل کے سوا کسی قسم کی حدیث نہیں جس کا سلسلہ رسول تک پہونچتا ہو۔ پھر جس کا سلسلہ بھی رسول تک نہ پہونچے وہ رسول کی حدیث کیونکر ہوسکتی ہے۔ مگر حدیث کی کتابوں میں لکھ دینے سے قوم نے سب کو ہی رسول کی حدیث سمجھا اور فرمودہ رسول، اس سے مطلقاً نہ ڈری کہ رسول کے ساتھ غلط منسوب کرنا خطرناک اور جہنم کی راہ ہے۔ اس لئے مرفوع متصل ہی ایک قسم کی حدیث ہوسکتی ہے جو من حیث سلسلہ رسول کی حدیث کہی جاسکے بشرطیکہ صحیح اور حسن کی ترازو پر بھی ٹھیک اترے، اور نہ قرآن کی مخالف ہو، نہ حدود قرآنی کو کم و بیش کرنے والی۔

نزول تو سب مانتے ہیں کہ قرآن مجید ہی نازل ہوا ہے، مگر وحی میں قوم نے اختلاف ڈالا کہ قرآن ہی نہیں حدیث بھی وحی ہے۔ باوجودیکہ قرآن میں بار بار طرح طرح سے فرمایا ہے کہ قرآن ہی بذریعہ وحی نازل ہوا ہے، اور طریقۂ وحی کو سورۂ نجم میں اس نے واضح کیا ہے، پورا رکوع لکھتا تو طوالت طلب ہے مختصراً اُس کا ترجمہ یہ ہے کہ قرآن جو آپ فرماتے ہیں وہ خواہش نفسانی سے نہیں ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی بلکہ وہ تو وحی ربانی ہے جو وحی کی جاتی ہے۔ خدا نے قرآن کو فرمایا قوم نے ہر بات کو وحی بنا لیا۔ وحی آتی تھی تو کس طرح اس کو خدا نے فرمایا کہ آپ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو افق آسمان پر دیکھتے تھے، پھر وہ قریب تر ہوتے جاتے تھے یہاں تک کہ قاب قوسین او ادنیٰ (دو کمان کے فاصلہ پر یا اُس سے بھی قریب تر) پھر وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مقدس پر وحی ربانی نازل فرماتے تھے۔ قوم روایتوں کی بنا پر اس میں اصلاح دیگر کہنے لگ گئی کہ خدا اور رسول کے درمیان دو کمان یا اس سے بھی کم کا

فاصلہ رہا، جو خدا رگ گردن سے بھی قریب ہے۔ خدا نہ ہوا بُت ہوا
اس کے سوا بھی خدا نے فرمایا۔ نحن نقص علیك احسن القصص بما اوحینا
الیك ھذا القرآن (یہ قرآن جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اس کے ذریعہ سے ہم بہترین قصہ آپ کو سناتے ہیں) اس سے قرآن ہی کا ما انزل الیک اور قرآن ہی کا ما یوحی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ اُوحی الیّ ھذا القرآن (میری طرف یہی قرآن وحی کیا گیا ہے) یہ بزبان خداوندی رسول کا اقرار ہے۔ ان کے سوا اور متعدد آیتیں اسی کتاب میں اس کی مؤید دی گئی ہیں۔

گر قوم نے وحی جلی، وحی خفی، وحی متلو، وحی غیر متلو کا شاخسانہ کھڑا کیا جس کا قرآن کہیں حامی نہیں۔ اس من گھڑت عقیدے سے رسول پر متہم ہونے میں بے باک ہو گئی کہ رسول نے قرآنی وحی کو جو مجمل اور بیکار ہے حفاظ کو یاد کرایا، لکھوایا، زبانی تبلیغ کی، اور لوگوں کو تبلیغ کے لئے بھیجکر تبلیغ کا حق ادا کیا۔ اور حدیث کی وحی کو بالکل نظر انداز کیا، اور خدا کے اس نافرمانی کے مرتکب ہوئے فلعلك تارك بعض ما یوحی الیك (ایسا نہیں کہ تم کوئی وحی چھوڑ دو) یعنی آپ نے حدیث کی وحی کو چھوڑا اور نافرمانی کے مرتکب ہوئے الامان والحفیظ۔

اس بدعتی عقیدے نے قرآن کی آیتوں کو توڑ مروڑ کی جرأت دلائی، اور انتہائی کوشش کی گئی کہ حدیث کے ما یوحیٰ کی سند کسی طرح قرآن سے لائی جائے۔ فرقہ بندی کا غلو صدق اخلاص کو مدفون کر چکا تھا، پھر قرآن پر ہاتھ صاف کرنے میں کیا دیر تھی۔ وہ قرآنی اسناد سنیئے

نمبر ا۔ والنجم اذا ھوی۔ ما ضلّ صاحبکم وما غویٰ۔ وما ینطق عن الھویٰ۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ علمہ شدید القویٰ (قسم ہے ستارے کی جبکہ وہ جھکے (یعنی قرآن کی جبکہ وہ نازل ہو) تمہارے صاحب یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ گمراہ ہوگئے ہیں، نہ بہک گئے ہیں، نہ وہ اپنی خواہش سے بولتے ہیں (یعنی قرآن) یہ تو وحی خداوندی ہے جو ان پر وحی کی جاتی ہے، بڑے طاقتور جبرئیل نے ان کو سکھایا ہے) اس سے ثابت کیا جاتا ہے کہ نطق

کا لفظ موجود ہے اس لئے آپ کا ہر بولنا وحی ہے حالانکہ خدا فرماتا ہے ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق (یہ ہماری کتاب ہے جو تم سے حق ہی بولتی ہے) کتاب کے لئے بھی نطق کا لفظ موجود ہے۔ دوسرے یہ نطق قرآن کی نسبت ہے علمہ شدید القویٰ اس کو واضح کررہا ہے کہ آپ قرآن مجید خواہش نفسانی سے نہیں فرماتے بلکہ یہ شدید القویٰ حضرت جبرئیل کی لائی ہوئی وحی ہے۔ ورنہ کیا آپ کے ہر کلام کے وقت حضرت جبرئیل حاضر رہتے اور وحی کے ساتھ حاضر رہتے تھے۔ اگر سارا نطق وحی ہوتا تو بشریت غائب تھی اور تکمیل بشریت کجا۔ عقل غائب تھی اور تکمیل عقل کجا۔ آپ فرشتوں کی طرح یفعلون ما یومرون میں ہوجاتے افضل البشریت کجا۔ اور خدا کا یہ فرمانا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر لغو ہوجاتا ہے۔ یہ ذات بابرکات کی تنقیص ہوئی یا تعریف۔ اس کے سوا خدا کا یہ فرمانا عفا اللہ عنک لم اذنت لھم (خدا نے تم سے درگزر کیا تم نے بے جانچے ہوئے واپسی کا کیوں اذن دیدیا) کیا معنی رکھتا ہے کیا یہ اذن بے وحی نہ تھا۔ یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک (اے نبی تم کیوں حرام کرو جس کو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا) جب یہ سارا کچھ بذریعہ وحی تھا تو الزام کیسا۔ عبس وتولیٰ ان جاءہ الاعمیٰ۔ (تیوری چڑھائی اور روگردانی کی کہ اس کے پاس اندھا آیا) خود ہی وحی بھیجکر حکم دے اور خود ہی الزام دھرے کیا یہ شان خداوندی ہے۔ اس کے سوا کھجور کے درخت کا بیاہ جس کی نسبت آپ نے فرمایا۔ انتم اعلم بامور دنیاکم (دنیاوی باتوں کو تم مجھ سے بہتر جانتے ہو) پھر آپ مشورہ کیوں فرماتے تھے اور مشورہ قبول کیوں فرماتے تھے اور کیوں اپنی ساری رائے کی جگہ پھر دوسری رائے کو پسند بھی فرماتے تھے۔

نمبر ۲۔ جب اس آیت نے پناہ نہ دی تو دوسری آیت پر ہاتھ صاف کیا۔ ما اٰتیکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا (جو رسول تم کو دیدیں وہ لے لو جو نہ دیں وہ نہ لو) اس کے یہ معنی نہیں کہ حدیث رسول دئے گئے ہیں اور اس پر عمل کرنا فرض ہوا۔ کیونکہ

حدیث تو رسول دے نہیں گئے! اور پھر اس کے کیا معنی ہونگے کہ جو نہ دیں وہ نہ لو۔ اگر اس کے معنی فقہ کے لو، تو رسول نہ حدیث دے گئے نہ فقہ۔ دے گئے قرآن تو قرآن کو لو۔ نہ دے گئے حدیث و فقہ تو حدیث و فقہ کو نہ لو۔ لا تقربوا الصلوٰۃ کے اصول پر اس آیت کے یہ معنی پروئے گئے ہیں۔ کیونکہ یہ آیت تقسیم غنیمت کی آیت کا ٹکڑہ ہے کہ مال غنیمت جو کچھ آپ تقسیم فرما دیں اُس کو برضا و خوشی لے لو، جو نہ دیں اُس پر چون و چرا دل میں نہ لاؤ۔ یہ معنی صاف صاف اور کھلا کھلا ہے۔ اس سے حدیث کا ما یوحیٰ ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ کتاب حدیث کیا معنی کہ ایک حدیث بھی رسول کی دی ہوئی نہیں۔ حدیث کے الفاظ بھی رسول کے دیے ہوئے نہیں، تو حدیث آتیکم داخل نہیں فانتھوا میں داخل کہو تو کہو۔

نمبر ۳۔ جب اس آیت نے بھی پناہ نہ دی تو یہ آیت پیش کی گئی ما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم۔ (مومن اور مومنہ کے لئے یہ جائز نہیں کہ جب خدا اور رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو ان کو اپنے کام میں اختیار باقی رہے) اذا قضی اللہ و رسولہ۔ پورا جملہ قابل توجہ ہے قضی کا لفظ بتا رہا ہے کہ یہ حکم فیصلہ خصومات کے متعلق ہے۔ دوسرے جس کا خدا و رسول دونوں نے فیصلہ کیا ہوا اور وہ فیصلہ قرآن کا ہے۔ آپ قرآن سے فیصلہ دینے کے مامور تھے فاحکم بینھم بما انزل اللہ (قرآن سے حکم دیا کرو) اس لئے آپ قرآن سے حکم دیتے تھے۔ یہی قرآن کا حکم خدا کا بھیجا ہوا، رسول کا دیا ہوا، یہی فرض، یہی سنت، اسی کی اطاعت دونوں کی اطاعت ہے۔ یہی کتاب اللہ یہی کامل اتباع کے سبب سنت رسول اللہ ہے۔ اس سے قرآن کی فرضیت ثابت ہوتی ہے حدیث کا وحی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن کے فیصلہ کے بعد مسلمانوں کو اختیار اپنے کام میں باقی نہیں رہا۔ چاہے اُس کو وہ کسی روایت سے اُٹھا دیں۔

اسی کے بعد کی آیت ہے جس میں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت زید کو

حکم دیا تھا امسک علیک زوجک (اپنی بیوی کو طلاق نہ دو) چونکہ یہ خدا و رسول دونوں کا حکم نہ تھا اس لئے حضرت زید نے طلاق دیدی اور نبی کے فرمانے کو مشورہ سمجھا یا وحی نہیں گئی ایسی تھے مشورہ ہی لینے اس لئے اُن کا اختیار باقی رہا صحابہ آپ کے ہر قول کو مایوحی نہیں سمجھتے تھے، اسی لئے حضرت زید نہ کافر ہوئے، نہ مرتکب گناہ کبیرہ سمجھے گئے نہ عنداللہ نہ عندالرسول اور اسی لئے سیاست پیغمبری کارفرما نہ ہوئی۔

خلاف رضائے خدا و رسول اور برضائے راوی و روایت حدیث کی کتابوں کو جو دو سو برسوں کے بعد وجود میں آئیں اور غیر قطعی اصول پر جانچی گئیں جو غیر مصدقہ رسول ہیں، قوم نے قرآن کا نعم البدل، مفسر قرآن، مصحح قرآن، ناسخ قرآن کا بدعتی عقیدہ قایم کرکے دین میں داخل کیا اور فرقہ بندی کی بنا ڈالی۔ بدعت تو وہی جس کو دین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ داخل کیا اُس کو تم داخل کرو، اور اُس کو مایوحی تسلیم کرکے خود رسول کو اُس کے اتباع کا مامور سمجھو جس کا وجود بھی رسول کے زمانہ میں نہ تھا۔ اسی کے ساتھ رسول پر الزام دھرو کہ رسول نے حدیث کی وحی کی تبلیغ نہ کی باوجودیکہ تبلیغ وحی کے مامور تھے کیا اس لئے چھوڑ گئے کہ بقیہ خدمت پیغمبری آیندہ اراکین اسلام ادا کریں گے یہ برتاؤ رسول کی امت نے رسول کے ساتھ کئے۔ مسلمانوں نے اسلام کے ساتھ کیا خدا کے بندوں نے خدا کے فرمان کے ساتھ کیا، تو کیا کہا جائے (ذرھم فی خوضھم یلعبون (اُن کو اپنے خیال میں کھیلنے دو)

نمبر ۴۔ جب وحی جلی اور وحی خفی کا لفظ بھی قرآن میں نہ ملا تو فرقہ پرستی کے زور میں متبعین کو دہوکا دینے کے لئے اضلہ اللہ علی علم کا مظاہرہ کیا گیا اور یہ آیت پیش کی گئی۔ اذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا فلما نبأت بہ واظھرہ اللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض فلما نبأھا بہ قال من انبأک ھذا قال نبأنی العلیم الخبیر (جبکہ نبی نے اپنی بعض بیبیوں سے ایک بات پوشیدہ کہی۔ تو جب اُس بیوی نے

اُس بات کو ظاہر کر دیا اور اللہ نے بھی اُس کو نبی پر ظاہر کر دیا تو مطلع کرنے والے سے نبی نے بعض بات کا اقرار کیا اور بعض سے اعراض پھر جب اس کو نبی نے بیوی سے پوچھا تو وہ کہنے لگیں کہ آپ کو کس نے مطلع کیا فرمایا خدائے علیم وخبیر نے) نبّأنی العلیم الخبیر سے حدیث کے وحی غیر متلو ہونے کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے کہ خدا کا مطلع کرنا جو قرآن میں کہیں نہیں ہے وحی غیر متلو کی کافی شہادت ہے بس جس طرح خدا نے مطلع کیا وہی شان وحی غیر متلو کی ہے۔

میرے خیال میں یہ قرآن میں عدم تدبّر کا نتیجہ ہے یا قوم کو دھوکا دینا ہے۔کیونکہ نبّأت بہ بیوی نے تو ظاہر ہی کر دیا تو بات ظاہر ہو گئی۔نبی کو جس نے مطلع کیا اُس کے نام کی ستاری خدا نے کی اور فرمایا اظہرہ اللہ علیہ خدا نے نبی پر ظاہر کیا تو جس نے نبی کو مطلع کیا تھا نبی نے اُس سے بعض بات کا اقرار کیا اور بعض سے اعراض خدا سے نہیں وہ تو دانائے حال ہے۔تو جس نام کو ظاہر کرنے کی خدا نے ستاری کی، ہمارے رسول نے بھی اُس نام کو ظاہر نہ کیا اور ستاری کی۔جس طرح خدا نے۔ اظہرہ اللہ علیہ فرمایا، نبی نے بھی نبّأنی العلیم الخبیر فرمایا۔اس میں وحی غیر متلو کا کہیں پتہ نہیں۔اگر من وراء حجاب فرمایا تو وہ وحی نہیں۔حالانکہ یہاں تو خود بیوی نے ظاہر کر دیا اور بات کھل گئی تھی۔

مطلع کرنے والے نے مطلع کیا اور اُس کو خدا نے اپنے ساتھ منسوب کیا، تو یوں مجاز کی نسبت حقیقت کی طرف کرنی تو خدا کی شان اور قرآن کی روش ہے۔مثلاً گمراہ ہونے والا تو خود گمراہ ہوا خدا نے فرمایا۔اضلہ اللہ علی علم (خدا نے بربنائے علم اُس کو گمراہ کیا) کنکریاں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینکی تھیں، خدا نے فرمایا۔مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی (کنکریاں جو آپ نے پھینکی تھیں حقیقتاً آپ نے نہیں اللہ نے پھینکی تھیں) کیا قرآن کی یہ روش ہر جگہ نظر نہیں آتی۔آدمی پیدا ہوا والدین سے مگر خالق

حقیقی خدا ہی ہے۔ رزق اُگی زمین سے اور مختلف ذرائع سے ہم تک پہونچی مگر رزاق مطلق خدا ہی ہے۔ قرآن بھیجا خدا نے، ہم کو پہونچا نبی کی زبان مبارک سے مگر وہ اللہ ہی کا کلام ہے منزل۔ اسی طرح انجرے اُٹھے، گھٹا چھائی، مینہ برسا، غلہ اُگا۔ لوگوں کی رزق پہونچے، ذرائع اتنے مگر ان سب کا فعّال مطلق خدا ہی ہے خدا ہی۔ بہاریں زلزلہ آیا، زمین ہلی، مکانات گرے، تباہی آئی، مرنے والے مرے، جینے والے جیتے ہیں اس کا سبب زمین کی حرارت کہو یا جو کچھ قرار دو مگر یہ سب کیا دھرا خدا ہی کا۔ اسی طرح جب بات کھل گئی اور مطلع کرنے والے نے نبی کو مطلع کیا خدا نے اُس کے نام کی ستاری کی تو نبی نے بھی فرمایا کہ خدا نے مطلع کیا۔

اگر نبّئنی العلیم الخبیر سے وحی غیر متلو ثابت کرتے ہو تو کیا قد نبّئنا اللہ من اخبارکم سے اوروں پر بھی وحی غیر متلو کا آنا پیش کیا جائیگا۔

اگر حدیث بھی وحی ہے تو آپ اس کے اتباع کے بھی مامور ہوئے، کیونکہ حکم ہے فاستمسک بالذی اوحی الیک (جو وحی تم پر کی جاتی ہے اس کو مضبوط دھرلو) وحی عام ہی، تو اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ قرآن و حدیث دونوں کو مضبوط دھرلو جو حدیث کی کتابیں تیسری صدی میں لکھی جائیں گی۔ یا یوں کہو کہ اپنے اقوال و افعال، اپنا تمدن اور معاشرت۔ آپس کی صحبت کی باتیں، زن و شوہر کی گفتگو، اور اپنے کل حرکات و سکنات کو جو وحی ہیں مضبوط دھرلو اور اُن کا اتباع کرتے رہو۔ کیا آپ اس کے مامور تھے۔ اس حکم کے بعد کم سے کم اپنی امت کے اتباع کے لئے کہ وہ قرآن کے اتباع پر بھی نافرماں نہو، اپنے کل حرکات و سکنات اور اپنے کل اقوال و افعال کو جمع کرنا اور محفوظ کرنا آپ کو لازم اور ضروری تھا، مگر آپ نے نہ خود کیا، نہ صحابہ کو حکم دیا، نہ اس کے لئے ایک قدم بھی اُٹھایا، اور حدیث کی وحی کو تبلیغ ہی نہ فرمایا، کیا رسول پر یہ اعتراض یا یہ عقیدہ صحیح ہوگا۔ معاذ اللہ خدا نے نبی کی طرف سے فرمایا۔ اوحیٰ الیٰ

ھذا القرآن (ہم پر یہی قرآن وحی کیا گیا ہی) قوم نے کہا یہ غلط، قرآن ہی کیوں حدیث بھی وحی کی گئی ہی۔ خدا نے کہا۔ فصلت آیاتہ، فصلناہ تفصیلا، فصلناہ علی علم (قرآن کی آیتیں مفصل ہیں، ہم نے قرآن کو کما حقہ مفصل اُتارا، ہم نے قرآن کو بربنائے علم مفصل بیان کیا ہے) قوم نے کہا بالکل غلط، ہر طرح غلط، سارا قرآن مجمل ہے۔ اس میں سارے مفسروں کا اتفاق اور اجماع امت ہے، سارا قرآن محتاج تفسیر ہے، جب تو حدیث مفسر قرآن ہے۔ میں قرآن کو مفصل کہوں اور ان آیتوں کو پیش کروں تو جواب طلب میں کہ اتنے بڑے بڑے علاموں کے مقابلہ میں تم کون۔ خدا نے مفصل کہا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جملو موضوع ہے مہمل نہیں۔ معنی سمجھ میں آجاتے ہیں۔ ہر جملہ جس کے معنی سمجھ میں آجائے وہی مفصل ہی۔ ورنہ اتنے بڑے بڑے اساتذہ کا قول رد ہو جائیگا، اور حدیث کی ضرورت اور وقعت گھٹ جائیگی، اس سے علما کا سخت نقصان ہوگا، قرآن کے فیوض و برکات تو صرف تلاوت کے ہیں، اور حدیث کے فیوض و برکات تو کام کے ہیں۔ اگر حدیث اور راویوں پر حرف آیا تو اسلام کہاں رہا۔ اس کے سوا اگر خدا سچا ہی تو نماز قرآن میں کہاں مفصل ہے بلکہ اُس کا کوئی حکم بھی مفصل ہے تو مفصل دکھاؤ۔ ہاں حدیث کو مفصل کہو، ہدایہ و شرح وقایہ کو مفصل کہو تو یہ بات سمجھ کی ہے اور یہی ہے۔ میں قرآن کو اور اُس کے ہر احکام کو مفصل دکھاؤں تو اُس کے ماننے کو تیار نہیں کیونکہ اساتذہ کی طرح شاہی سطوت میرے ساتھ نہیں، نہ شاگردوں کا جمگھٹ، نہ مریدوں کا جُھرمٹ۔ بہرحال میں نے شرعۃ الحق میں قرآن کو مفصل دکھایا ہے اور کسی قدر اس کتاب میں بھی دکھاؤں گا افسوس اور صدمہ اس کا ہے کہ یہ نسبت ہوگئی ہی مسلمانوں کی خدا کے ساتھ رسول کے ساتھ اور رسول کے لائے ہوئے قرآن کے ساتھ۔

قرآن مفصل ہی آیتیں دی گئیں، مکمل ہی اکملت لکم دینکم اس پر نعمتوں کا اتمام ہوا، اتممت علیکم نعمتی۔ ایسا قرآن دیکر خدا نے فرمایا۔ اولم یکفہم انا انزلنا

علیك الکتاب یُتلی علیھم (کیا ان کو یہ کافی نہیں کہ ہم نے جو تم پر قرآن اُتارا وہ اُن کو سُنایا جاتا ہے) ہاں قوم کو یہ کافی نہیں، اُس کو انسانی تصانیف درکار ہیں۔ الیس اللہ بکاف عبدہ (کیا خدا کے بندوں کو خدا کافی نہیں) ہاں خدا کافی نہیں، اُس کو بہتیرے دیوتا درکار ہیں۔ ایسے حال میں اگر خود خدا قرآن کی حفاظت کا ذمہ وار نہوتا، تو توریت وانجیل کی طرح قرآن کے ضائع کرنے میں تم نے کون سا قسمہ لگا رکھا ہے۔

برخلاف قرآن کے حدیث میں اختلافات کی حد نہیں۔ حنفی کی جدا، شافعی کی جدا، حنبلی کی جدا، مالکی کی جدا۔ یہ اختلافات تو بدیہی ہیں۔ ان کے سوا بھی اختلافات کی نہا نہیں۔ باوجود امکانی تطابق کے بھی اختلافات جوں کے توں۔ اور امکان میں کوئی قطعیت نہیں۔ ممکن یوں ہی تو ممکن ووں بھی۔ یہ اختلاف خود اس کا ثبوت ہے کہ یہ وحی نہیں، من عنداللہ نہیں۔ لوکان من عند غیراللہ لوجدوا فیہ اختلافًا کثیرًا (اگر یہ قرآن غیراللہ کے پاس سے آیا ہوتا تو تم اس میں اختلاف کثیر پاتے) یعنی من عنداللہ میں اختلاف نہیں، اختلافات من عند غیراللہ میں ہوتے ہیں۔

سن لو۔ الا لہ الحکم (حکم خدا ہی کا) لا یشرك فی حکمہ احدًا (وہ اپنے حکم میں کسی کو بھی شریک نہیں کرتا) تم کیوں شرک کرو۔ ایسے حال میں۔ افغیراللہ ابتغی حکمًا وھوالذی انزل علیکم الکتاب مفصلًا (کیا خدا کے سوا ہم کوئی دوسرا حکم دینے والا ڈھونڈیں اُسی نے تو تم پر مفصل کتاب اُتاری ہے) خدا حق ہی کہتا ہے اور راہ حق کا وہ ہادی ہے واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ وہ اس طرح جب کہ وہ خود فرماتا ہے۔ یحق اللہ الحق بکلماتہ (وہ اپنے قرآن کے ذریعہ سے حق کو حق کرکے دکھاتا ہے) کلام اللہ بھیجکر اُس نے راہ حق دکھا دی۔ فماذا بعد الحق الا الضلل (پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا ہی کیا) اے قوم تونے ان سب آیتوں سے چشم پوشی کی۔ قرآن چھوڑکر فرقہ بندی میں پڑی، فرقہ پرستی کے گڑھے میں گری، اور نفسانی اختلافات کے دھارے میں بہہ گئی حالانکہ

فرمان تھا۔ لا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءتھم البینات
(اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے فرقہ بندی کی اور کتاب اللہ آجانے کے بعد اختلافات
ڈالے) تفسیروں کو اور بالخصوص امام رازی کی تفسیر کو اُٹھا کر دیکھو تو اختلافات کا ایک سمندر
موج زن نظر آئیگا، یا طبع آزمائیوں کا جوش مارتا ہوا بھنور۔ کوئی آیت نہ ملے گی جو اختلاف
کی چھری سے مذبوح نہ ہو۔ ہاں امام موصوف کا اس کا شکریہ تو ادا کرنا ضرور ہوگا کہ سارے
اختلاف کا مجموعہ ایک جگہ ہے جو قوم کے حال کا مرقع ہے۔

اتل ما اوحی الیک من کتاب ربك (خدا کی کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی
ہے لوگوں کو سناتے رہو) آپ قرآن سناتے رہے یا حدیث کی کتاب بھی۔ اگر حدیث وحی ہے
تو اس حکم میں داخل ہے یا نہیں۔ مگر اس کی تفسیر خود خدا نے کردی۔ اُمرت ان اکون
من المسلمین وان اتلوا القرآن فمن اھتدی فانما یھتدی لنفسه ومن ضل
فقل انما انا من المنذرین۔ (مجھے حکم ہے کہ میں مسلمانوں سے ہوں اور یہ بھی کہ قرآن
سنایا کروں۔ پھر جس نے ہدایت پالی تو اپنے لئے جو گمراہ رہا تو کہدو کہ میں بھی ڈرانے والوں
میں سے ایک ڈرانے والا ہوں) یعنی آپ تبلیغ قرآن کے مامور تھے۔ قرآن کے سوا اور کوئی
وحی تھی نہیں۔ اگر ہوتی تو آپ اُس کی تبلیغ کے بھی مامور ہوتے۔ آپ نے قرآن تبلیغ
فرما دیا اسکے سوا آپ پر کوئی ذمہ داری تبلیغ و رسالت کی نہیں رہی۔

قرآن کی تبلیغ تو رسول کا فرض منصبی تھا مگر قوم نے ایسے قدوس خدا کے ایسے پاک
رسول اور پاک تبلیغ کے ساتھ کیا سلوک کیا وہ قابل نفرین ہے۔ اُس کی تفسیر کے بہانے
احکامات وہدایات ربانی میں تغیر و تبدل، اُس کی اصلاح، اور روایتوں اور رایوں
کے زور پر اُس کی تعمیم و تخصیص اس سے بڑھ کر اُس کے نسخ اور مُرادی معنوں سے
وہ چاندماریاں شروع کیں کہ خدا کی پناہ۔ اعمال دین کے لئے قرآن ناقص اور ناکارہ
ہوگیا، اور کتاب الحیل تک دین میں داخل کی گئی۔ باوجود اس فرمان کے قل ما یکون

لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الا مایوحی الی انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم (اے رسول! اعلان کردو میرا کیا مقدور کہ اپنی طرف سے بدل دوں، میں تو اسی کا تابع فرماں ہوں جو میری طرف وحی کیا گیا۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے خائف ہوں) قرآن کے خلاف بہت حدیثیں موجود ہیں اور ایسی حدیثیں جو قرآن کی اصلاح دینے والی اور حدود اللہ توڑنے والی اور ناسخ قرآن ہیں رسول کی طرف منسوب کرکے مفسر قرآن کہی جاتی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے بذریعہ وحی خفی بدلا تو وحی جلی اور کتاب اللہ کے خلاف وحی خفی ہو نہیں سکتی لاتبدیل لکلمات اللہ (خدا کے کلام میں تبدیلی ہو نہیں سکتی) ایسی حدیثوں کو ناسخ کہاں تک حدیث ہی نہ کہو، رسول کی طرف منسوب بھی نہ کرو اور حدیث کی کتاب سے خارج کردو چاہے اُس کے راوی کیسے ہی ہوں۔ یاد رکھو۔ تمت کلمۃ ربك صدقا وعدلا لا مبدل لکلماتہ (آپ کے رب کی باتیں از روئے صدق اور از روئے عدل تمام ہوگئیں۔ اُس کے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں)

مومنوں کی شان میں خدا نے فرمایا۔ یتلونہ حق تلاوتہ اولئك یومنون بہ (وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں جو تلاوت کا حق ہو یعنی تدبر و تفکر کے ساتھ) یہی ہیں جن کو قرآن پر ایمان ہے) اس فرمان کی تعمیل یوں کی گئی کہ درس و تدریس میں قرآن کے ۳ یا ۵ پارے تو رسماً یا تبرکاً داخل ہیں وہ بھی طوطا مینا کی طرح۔ اور صحاح ستہ کل کی کل اور قدوری شرح وقایہ ہدایہ پوری کی پوری باقی علم منطق ہیں۔ ہنر و دستکاری میں بھی نہیں کہ پیٹ کے دُکھ سے دین فروش نہوں۔ قرآن میں تدبر و تفکر نہ پڑھنے والوں میں نہ پڑھانے والوں میں۔ افلا یتدبرون القراٰن ام علی قلوب اقفالہا۔ (لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہیں) تالے تو ایسے پڑے کہ فیصلہ کیا گیا جو ناسخ و منسوخ کے رموز سے واقف نہیں وہ قرآن پڑھنے کا مجاز نہیں۔

تلاوت اور بہ تدبر تلاوت جو مومنوں کی شان بیان کی گئی وہ پنڈتوں کے حوالہ ہوئی کہ یہی دین کے ستون ہیں۔ اور اُن کو فرقہ بندی کے جو تم بیزار سے اور تشخص تابی سے فرصت کہاں کہ تدبّر فی القرآن کی زحمت گوارا کریں۔

کہا جاتا ہے کہ اگر قرآن کافی ہو تو صلوٰۃ کو قرآن سے بتاؤ۔ اگر نہ بتا سکو تو حدیث کی طرف رجوع کرنے کے سوا چارہ نہیں۔ ہاں صلوٰۃ کو مفروضہ عبادات میں میں بیان کروں گا ہی اس لئے یہاں پر لکھنے کی ضرورت نہیں۔

خدا کا فرمان تھا واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا قرآن کو مضبوط دھر لو اور فرقہ بندی نہ قایم کرو۔ جب قوم نے قرآن کو چھوڑا اور ہمہ تن حدیث کی طرف جھکی تو فرقہ بندی کی بنا پڑی خدائی سلطنت درہم و برہم ہوئی، اُس کا سکہ جو رائج الوقت تھا اُٹھا دیا گیا، اُس کا خطبہ جو جاری تھا وہ متروک کیا گیا۔ اور خدا و رسول کے بجائے راویوں، محدثوں اور علماء کی طبع آزمائیوں کا سکہ رائج ہو گیا۔ فرقہ بندی کی فوجیں آراستہ ہوئیں۔ طبع آزمائیوں کا میدان کارزار گرم ہو گیا۔ اس آپے دھاپے میں پتہ نہ لگا کہ غریب اسلام شہید ہو گیا یا حافظ کے سینوں میں پناہ گزیں ہوا۔

دین میں امامت کا قصہ کھڑا کیا گیا۔ بربنائے قرآن نہیں بربنائے حدیث۔ حالانکہ امامت کوئی منصب رسالت یا جزو رسالت نہیں۔ نہ خدا و رسول کا قائم کردہ کوئی منصب امام تو کتاب مُبین ہے یا جس کے اخلاق و افعال اسلام کے نمونہ ہوں وہ خدا کے نزدیک امام و پیشوا ہو سکتا ہے کسی خاص فرد کو امام تسلیم کرنا عقیدت پر مبنی ہے مگر چونکہ قرآن میں کوئی امام نہیں بتایا گیا اس لئے کسی کی امامت دلیل ربّانی پر مبنی نہیں۔ قوم نے فرقہ فرقہ ہو کر اپنا اپنا امام بنا لیا اور کتاب اللہ کی امامت سے روگردانی کی اس لئے خدا و رسول کی جگہ اماموں کو دی گئی۔ یہ بنا ہوئی کہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے ڈھلنے لگے۔ اور یہ اپنے ماسوا فرقوں کو جہنم میں بھیجنے لگے اور اس کشاکش میں خود ہی

جہنم میں گر پڑے۔

دین میں خلافت کا منصب داخل کیا گیا۔ قرآن سے نہیں حدیث سے۔ اس سے فرقے بنے اور لاتفرقوا کی نافرمانی کی گئی۔ خلافت تو درستگی سلطنت کے لئے ایک نظم ہے۔ قوم جسکو چن لے۔ مگر اس کو دین میں داخل کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی خلافت کے قصے سے سُنّی ہوئے، شیعہ ہوئے۔ خارجی ہوئے۔ اور پھر ان کے بھی فرقے در فرقے قایم ہوتے گئے حالانکہ خلافت تو ایک نظم سلطنت تھی جو قومی رائے سے ہوتی رہی۔ مگر اس کے جھگڑے اب تک قایم ہیں۔ اور ووٹ اب تک تقسیم ہو رہے ہیں کہ فلاں مستحق خلافت تھے۔ یہاں تک کہ خلافت کا جھگڑا گالی گلوچ پر ختم ہوا اور ہنوز روز اول ہے

بُرا ہو فرقہ بندی کا کہ اس نے ہر ایک بات کو بربنائے روایت دین میں داخل کر دیا، اور ہندؤں کی طرح دین کو رسم بنا دیا، اور رسم سے باہر عقل کا کچھ حصہ نہ رکھا سانس لینی، چھینکنا، اور کھانسنا بھی دین میں داخل ہوا۔ شکل وصورت اور لباس تک۔

فضیلت کی حدیثیں ممکن ہی بربنائے محبت و بربنائے خدمت اسلام آپ نے فرمائی ہوں، قوم فضیلت کی ممتحن بنی۔ کسی کو فیل کیا، کسی کو پاس کسی کو سو نمبر دئے، کسی کو پچاس ہی اور یہ معلوم ہی نہیں کہ بارگاہ رب العزت میں کس کا کیا نمبر ہے، اور کس کی کتنی فضیلت ہے۔ اعمال تو تولے جائیں گے قیامت میں، مگر قوم اپنے کو تو بھول گئی اور برگزیدہ اصحاب کے اعمال یہیں تولنے بیٹھی، حالانکہ ہم درجہ دینے والے کون ہم کو تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ جو اسلام کا جان نثار، بارگاہ نبوت کا مقرب ہے وہ ہمارا سرتاج ہی اُس کا جوتہ ہمارے سرآنکھوں پر، وہ ہماری شکر گزاری کا مستحق ہی، اُن سب کی محبت ہمارے دلوں میں، مگر خدائی حد بندی سے باہر نہیں۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا تشریف لانا بھی بربنائے قرآن نہیں بربنائے حدیث قایم کیا گیا ہے۔ بغیر روایتوں کی چھان بین کئے ہوئے، راویوں پر ایمان لاکر۔ حضرت

امام کا بھیجنے والا خدا اپنے کلام پاک میں کہیں اس کا حامی نہیں کیونکہ جب رسالت ختم ہو چکی اور ہمارا رسل بحفاظت خداوندی موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہیگا، تو پھر کوئی کیا لائیگا اور کیا کہے گا، وہ بھی قرآن ہی کا متبع ہوگا، ورنہ قابل اتباع بھی نہیں۔ صرف اس دل خوش کن امید پر کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام تشریف لائیں گے تو ساری دنیا مسلمان ہو جائیگی اور یہ کبھی ہونے کا نہیں۔ جب نبی آخر الزماں تشریف لائے اور ساری دنیا مسلمان نہ ہوئی تو اب کیا ہوگی! اور ایسا ہونا خدا کی رضا کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ یہ عالم عالم تضاد ہے۔ برے بھلے، دن رات، نور و ظلمت، کافر و مسلمان سب کا وجود گویا توام ہی سب کا ہونا لازم۔ اسی تضاد سے اس عالم کی رونق ہے، یہ نہیں بدل سکتا، ابلیس مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جہنم جنت نہیں ہو سکتا۔ تکلیف راحت نہیں ہو سکتی۔ ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ (خدا چاہتا تو سب کو ایک ہی قوم بناتا) مگر یہ اس کی مرضی نہیں۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اولو العزم پیغمبر برگزیدہ پیغمبر، ہمارے بھی رسول ہم ان پر بھی ایمان لانے کے مامور۔ وہ خود بھی مسلمان، ان کا دین بھی اسلام ہی، وہ پیغمبری سے نزول کرکے جس کی فضیلت خدا نے بیان کی ہے ایک امتی بننے کی آرزو کریں خلاف عقل ہے اور قرآن و پیغمبر کے ساتھ شوخی۔ یا ایھا الذین امنوا لا تغلوا فی دینکم و لا تقولوا علی اللہ الا الحق (مومنو! اپنے دین میں غلو نہ کرو اور حق ہی کی نسبت خدا کی طرف کرو) اجر دینے والے خدا نے کہاں بتایا کہ کسی مسلمان کا درجہ پیغمبر سے بڑھا ہوا ہے جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آرزو کرتے۔ ہماری ترقی تو یہ اولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین و الصدیقین و الشھداء و الصلحین الخ (ان لوگوں کی معیت ان کے ساتھ ہوگی جن پر خدا نے انعام کیا نبیوں، صدیقوں، شہدا اور صلحا میں سے) یعنی ہماری ترقی تو یہ ہے کہ ان تک رسائی ہو۔ کیا ان کی ترقی یہ ہوگی کہ ان کی ہم تک رسائی ہو۔ یہ سارے قصے بر بنائے روایت قائم کئے گئے اور دین میں

داخل ہو گئے۔ اسی ضرورت سے اکثر قرآن کی آیتیں توڑی مروڑی گئی ہیں۔
چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت امام مہدی علیہ السلام کے متبع ہونگے اور نبی کی اُمت میں داخل جس کا درجہ پیغمبری سے بھی ارفع ہے اس لئے اُن کا غلغلہ سرد پڑ گیا اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کا غلغلہ اتنا بلند ہوا کہ بہتیرے امام مہدی آئے اور اپنی اپنی ٹولیاں قائم کر گئے۔ ان میں تعجب خیز امام مہدی قادیاں میں آئے۔ مسلمانوں کے لحاظ سے وہ مہدی موعود بنے، عیسائیوں کے لحاظ سے وہ مسیح موعود بنے کہ عیسائیوں کو اپنے میں جذب کریں، ہندوؤں کے لحاظ سے وہ کرشن اوتار بنے کہ ہندوؤں کو اپنے میں جذب کریں، یعنی سارے جہاں کے سرتاج و مقتدر، کہیں نبی، کہیں امام، کہیں اوتار اس لئے جو مسلمان اُن کے منکر ہوئے وہ کافر ٹھہرے۔ یہ بھی اک اپنی ٹولی بنا گئے۔ بربنائے قرآن نہیں بربنائے روایت۔ اور ثبوت دعوے غلط پیشین گوئیاں۔
یہاں پر ایک لطیفہ قابل سننے کے ہے۔ ہمارے بہار میں بھی ایک صاحب پیدا ہوئے جنہوں نے اپنا نام عین الحق رکھ لیا ہے۔ یورپ و ایشیا تمام کے سیاح ہیں۔ ساری دنیا ایک طرف اور یہ اکیلے ایک طرف۔ یعنی دنیا میں پیغمبر، ہادی، مصلح لیڈر وغیرہ وغیرہ۔ پیدا ہوئے ہیں، خدا کہیں نہیں پیدا ہوا، یہ مدعی اسی کے کہ ہم خدا ہیں (جل جلالہ) اسی کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں۔ اس دعوے کی دلیل میں کتابیں لکھی ہیں۔ اُن سے پوچھا گیا کہ مرزا صاحب قادیانی جو مدعی نبوت ہیں اُن کی نسبت آپ کا کیا ارشاد ہے۔ فرمانے لگے وہ جھوٹا ہے۔ ہم نے تو نبوت کی کوئی سند اُن کو دی نہیں، اور یہ ظاہر ہی کہ ہم خدا ہیں بغیر ہمارے بھیجے ہوئے وہ نبی کیونکر ہو سکتا ہی۔ ہم نے بہتیرے نبی بھیجے، سب کی ناکامی دیکھ کر ہم خود آئے ہیں کہ اپنی دنیا کو آپ سنبھالیں۔ جب اس کے ماننے والے دنیا میں ہیں کہ خدا کے بیٹا ہے، خدا نے اپنا پاؤں جہنم میں ڈالا۔ یا خدا مٹی کی مورت میں یا انسانی صورت میں ظاہر ہوا۔ یا ہر شے خدا ہے، یعنی یہ دنیا مجمع خدا ہے، تو ان کے ماننے والے

کیوں نہ ہوتے۔ سنا کہ ان کی بھی ایک ٹولی ہے۔ خیر کچھ نہ سہی یہ مرزا صاحب کے جوڑ توڑ کے تو ہیں۔ اگر یہ پنجاب میں ہوتے تو مرزا صاحب کے جواب میں ان کی ٹولی بھی کچھ کم نہ ہوتی اور ایسے خدا اور ایسے رسول کی جنگ قابل دید ہوتی۔ ایک اخبار ان کی گاتا تو ایک اخبار اُن کی۔

فرقہ بندی نے اسلام کو تباہ کر ڈالا۔ اے خدا تیری پناہ تیرے سوا کہیں پناہ نہیں۔ جس طرح رسمی مشایخوں کی عقیدت نے اپنے اپنے شجرہ کے بزرگوں کو خدا کا شریک کار بنا چھوڑا، اور اُن کی کراموں کا منکر کافر ٹھہرا۔ اُن کے علم سینہ نے قرآن پر شبخون مارا۔ اُسی طرح مسلمانوں کی عقیدت نے جو مصنفین حدیث راویان حدیث کے ساتھ غلو کے درجہ پر پہونچی قرآن پر دھاوا بول دیا اور حدیث کو ناسخ قرآن، مصحح قرآن، مفسر قرآن اور قرآن کا نعم البدل قرار دیا۔ ماسوائے پرستیوں کی گھٹا اُٹھی اور ادبار کی بارش برس پڑی مسلمانان درگور و مسلمانی درکتاب کا رنگ چھا گیا۔ اُس پر کمزوری کے ساتھ مُنہ بولا اقرار یہ بھی کہ قرآن قطعی ہے اور حدیث ظنی۔ مگر ظن نے قطعیت کو ڈھانک لیا۔ اگر یہ اقرار منافقانہ نہیں ہے تو ان الظن لا یغنی من الحق شیئا (اس میں شک نہیں کہ ظن اور گمان حق سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کرسکتا) اس آیت پر ایمان لانا تھا۔ اس کے سوا کیا غلط روایت کا رسول کے ساتھ منسوب کرنا گناہ نہیں ہے۔ اور کیا غلط حدیثیں نہیں ہیں اس لئے روایت اور اُس کی جانچ میں کسی قدر احتیاط کی ضرورت ہے کہ معیار قطعی اور صحیح ہو۔

پھر حدیث کو ظنی کہتے ہو تو اُس کو قطعی قول رسول کیوں سمجھتے ہو۔ یوں کیوں نہیں کہتے کہ رسول نے یوں فرمایا ہوگا جو اقتضائے ظن ہے کیونکہ موضوعات کے رواج کے بعد حدیث جمع ہوئی، پھر جو بات رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ فرمائی ہو اُس کو آپ کے ساتھ وہم و ظن کی حالت میں منسوب کرنا رسول کی شان کے خلاف، رسول پر افترا، اور کیا حدیث

بہی کی رُو سے جہنم کی راہ نہیں ہے' اُس پر اختلافات اتنے کہ امکانی تطابق کے بعد بھی ہنوز غیر منفصل اس لئے اُن حدیثوں کو جو قطعی رسول کی نہیں مشتبہ ہوں اُن کو حدیث کہہ کے رسول پر افترا نہ کرو۔

حدیث کی قسمیں تو بہتیری ہیں' اُن کی تفصیل شرعۃ الحق میں دیکھو۔ اُن میں بہتیری قسمیں تو سب کے نزدیک حجت نہیں تو اُن کو حدیث کی کتابوں سے خارج کر دو۔ اور چھان بین سے حدیث میں قطعیت پیدا کرو۔ مرفوع متصل کے سوا باقی حدیثیں جن کا سلسلہ بھی رسول تک نہیں پہونچتا' اُن کو رسول کی حدیث کیوں کہو' اور حدیث کہہ کر قوم کو دہوکے میں کیوں ڈالو۔ جن حدیثوں سے رسول پر اتہام آئے' اعتراض آئے' اُن کو حدیث کی کتاب سے نکال دو۔ کہ رسول اس کے مستحق نہیں۔ ایسی حدیثیں صریح موضوعی ہیں۔ ایسی حدیثیں جو رسول کے شان کے خلاف' شان رسالت کے خلاف ہیں۔ مثلاً باہ کا درجہ قائم کرنا' نجاسات کا خوشبو ہونا' یا شب زفاف کی تاریخ یا دن کی تعیین' اور کل وہ باتیں جو اپنی ماں بہن' بہو بیٹی کی نسبت تم کو بیان کرنے میں تہذیب و شرم مانع ہو اُن سب باتوں کو رسول کے ساتھ منسوب کرنے میں خدا سے ڈرو' اور ریوں بے باک نہو جاؤ۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت تم کو اس کی مجاز کرتی ہے کہ تم ان باتوں کو تحریر میں لاؤ' ممبر پر اعلان کرو' اور دین بناؤ' اور دین اللہ اور کتاب اللہ میں اضافہ کرو۔ ہاں مرفوع متصل کو قرآن کے آگے پیش کرو' اگر وہ قرآن منزل کے خلاف ہیں یا حدود اللہ کی کم و بیش کرنے والی تو اُن کا رسول اللہ کی حدیث ہونا ناممکنات سے ہے بلکہ محال۔

مصنفین احادیث نے حدیث کی جانچ کے جو شرائط مقرر کئے ہیں ہر چند وہ نیک نیتی پر مبنی ہیں مگر وہ بالیقین نہیں ہیں اور مبنی بر عقیدت ہیں۔ راوی کے ظاہر کو اپنے وہم و گمان کے مطابق دیکھ سکتے ہو' باطن کو نہیں دیکھ سکتے۔ پھر ہزاروں راویوں کے حالات جو جانچے

نہیں جا سکتے بنی بر شہرت ہوں اُن پر دین کی بنا قایم کرنا ہندوؤں کی تقلید ہے کہ اسی بنا پر اُن کے لاکھوں دیوتا ہوئے، تم ان کے تذکروں سے فائدے اُٹھا سکتے ہو مگر ان پر دین کی بنا قایم کرنا مزار پرستی سے کیا کم ہے۔ اس لئے اُن شرائط سے جو قطعی نہیں شخصی ہیں اختلاف کا حق ہر مسلمان کو ہے، وہی مجھکو بھی ہے۔ مجھے اُن شرائط سے اختلاف ہے اور وہ یہ ہے۔

ہم کو دکھانا یہ ہے کہ حق و باطل کے جانچنے کی کونسی ترازو ہمارے پاس خدا کی دی ہوئی ہے۔ ایک تو عقل ہے کہ اسی کے بل بوتے پر ہماری ساری زندگی کے کاروبار جاری ہیں۔ اور اسی ترازو پر ہم ہر بُرے بھلے کو جانچا کرتے ہیں۔ مگر اس میں اک عیب بھی ہے کہ عقل کی بیشی و کمی یا اس کی رفتار میں صحت اور غلطی سے ہم جانچ میں غلطی بھی کر جاتے اور دھوکے بھی کھاتے ہیں۔ چونکہ عقل اپنے ماحول سے متاثر رہتی ہے اور کبھی خاندان کے اثر سے کبھی صحبت کے اثر سے، کبھی فرقہ پرستی کے تعصب سے، کبھی نفسانیت کی دیوانگی سے ٹھوکریں کھاتی رہتی ہے اس لئے یہ کامل بھروسہ کی چیز نہیں، پھر بھی یہ ناگزیر ہے کہ اس سے گریز بھی ناممکن۔ دوسری ترازو حق و باطل کی جانچ کی جو خدا نے دی ہے؛ وہ قطعی ہے، اور وہ کلام اللہ ہے۔ ھو الذی انزل الکتاب بالحق والمیزان (وہ خدا ہی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا جو حق ہے اور حق و باطل کی ترازو ہے) یہی خدا کی دی ہوئی ترازو ہے۔ اسی ترازو پر حدیثوں کو جانچنا تھا، جو تول میں اُتر جائیں، اور قرآن کے حاطہ کے اندر آجائیں تو وہ ایسی قطعی ہونگی کہ اُن کا منکر قرآن کا منکر رسالت کا منکر اور کافر ہوگا

اس لئے ہماری حدیثوں کو بغیر اس کے کہ راوی کو جانچیں، روایت کو جانچیں، اسماء رجال کی کتابوں کو قرآن کے بدلے ترازو بنائیں، اور ہزاروں راویوں کی نسبت اپنی تحقیقات کو عقیدتاً قطعی سمجھیں اور اس پر ایمان لانے اور منوانے کے لئے کوششیں کریں، قرآن پر کیوں نہ پرکھ لیں۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ہم نے

بیس ہزار عورت و مرد سے روایت کی ہے۔ اتنے راویوں کا جانچنا دشوار ہی نہیں بلکہ محال ہے میں بیس برس تک ایک شخص کو بہت ہی سچا سمجھتا رہا، اُس سے ہمیشہ صحبتیں رہیں، اُس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ اوّل درجہ کا جھوٹا ہے۔ آج ریل کی سہولت کے باوجود تم ایک آدمی کی نسبت بھی دعوٰے نہیں کر سکتے کہ اُس کی نسبت میری رائے قطعاً صحیح ہے، اس لئے حدیث کے جانچنے کے لئے قرآن کے سوا اور کوئی ترازو نہیں۔ یہی ترازو رسول نے بھی بتائی ہے جسکو میں آخر میں لکھونگا۔

اسی طرح آپ بشیر و نذیر تھے، تو انذار بھی آپ قرآن مجید ہی سے کرنے کے مامور تھے وانذر به الذين يخافون ان يحشروا الى ربهم (جو ایک دن خدا کے حضور میں حاضر ہونے سے ڈرتے ہیں اُن کو قرآن مجید سے انذار کرتے رہو) اس لئے قرآن سے فاضل انذار بھی رسول کا انذار نہیں۔ خدا کو ڈراؤنا نہ بنا دو کہ اُس کی رحمت پر اُس کی قہاریت سبقت لے جائے۔ جزا و سزا تو اپنے اعمال کا نتیجہ ہے، اُس کو رحیم سمجھو اور اُس پر محبت کے پھول نچھاور کرو کہ وہ اسی کے لایق ہے۔ خدا ہر ہر قوم پر عذاب دینے کو کھڑا نہیں بلکہ ساری دنیا پر تو ہر حال میں اُس کی رحمت ہی برس رہی ہے۔

اسی طرح عقل کے خلاف اور آپ کی منزلت کے خلاف بھی حدیث صحیح نہیں ہو سکتی جیسے کدو کا ذبح کرنا۔ یا عملیات وغیرہ کی حدیثیں چاہے جن یا موکل کے تابع کرنے کو ہوں یا خدا کو مسخر کرنے کو، یا طبابت کا مطب کھولنا کہ یہ سب آپ کے مقدس مسلک سے باہر ہے، یا مردہ کی سُننے کی حدیثیں یا مرنے کے بعد ایمان لانے کی حدیثیں جو قرآن کے خلاف ہیں عقل کے بھی خلاف ہیں رسول کی نہیں ہو سکتیں، آپ مجسم عقل اور سراپا قرآن مجید تھے۔

ہاں جو حدیثیں قرآن کے مطابق ہیں اور ایسی بھی بہت ہیں مگر قوم کو فرقہ پرستی سے فرصت کہاں کہ ادھر توجہ کرے ایسی حدیثوں کو چُن لو کہ ایسی حدیثوں کی نسبت اُردی

ورروایت سے بحث نہ رہیگی، قرآن کی شہادت کافی ہوگی اور وہ قطعی ہوگی گویا ظنی نہ رہیگی۔

حدیثیں چونکہ قرآن مجید کی قطعی معیار پر نہیں جانچی گئیں جو خدا کی دی ہوئی ترازو ہی۔ اس لئے اُن کو تاریخ اسلام کہو۔ مگر بلحاظ تحقیقات تاریخ سے اعلیٰ وارفع۔ تاریخ میں چھان بین کا وہ حق بھی نہیں ادا کیا گیا ہے جس کو ایک حد تک حدیث نے ادا کیا ہی۔ اس لئے حدیث کی کتابیں گرچہ تاریخ ہیں مگر ان کی حیثیت تاریخ سے بلند ہے۔ اس پر بھی بلحاظ تواتر و قطعیت قرآن کے مقابلہ میں نہیں آسکتیں۔ اس لئے حدیث کو قرآن سے نہ ٹکراؤ بہ این نگہداشت حدیث سے جو فوائد تم حاصل کرسکتے ہو کرو۔ کون منع کرتا ہی۔

مثلاً تاریخی حیثیت سے بہت سے مصطلحات قرآنی حدیث سے معلوم ہوتے ہیں جیسے لغات و مصطلحات سے۔ تو یہ ہم جاہلوں کے لئے جو عرب نہیں عربی زبان کے محتاج ہیں نعمت عظمےٰ ہیں۔ دوسرے اُس زمانہ کے تمدن پر روشنی پڑتی ہے۔ تیسرے واقعات تاریخی حیثیت سے بہ نسبت عام تاریخوں کے بہ ظن غالب زیادہ قریب بہ صحت ہیں چوتھے بہت سے مقولات فلسفہ ہیں، ممکن ہے راوی نے نفع رسانی خلق کے خیال سے آپ کی طرف نیک نیتی سے منسوب کردیا ہو، یا بلحاظ تکمیل شریعت آپ نے فرمایا بھی ہو، بالخصوص وہ واقعات اور وہ صفات جو تعمیل ہدایت ربانی میں آپ سے ظہور میں آے وہ تو قرآن سے باہر نہیں، اگر وہ قرآن مجید کے بالکل مطابق ہیں تو بلاشبہ وہ موجب فیوض و برکات ہیں۔ بہرحال خدا و رسول کی عظمت و جلالت اور فرق مراتب کی نگہداشت کرتے ہوئے تم فائدہ اُٹھا سکتے ہو تو اُٹھاؤ۔ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ (میرے بندوں کو بشارت دو جو باتوں کو سنتے ہیں تو اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں)

حدیث کی کتابوں کو نہ کتاب اللہ بناؤ، نہ کتاب رسول اللہ بناؤ۔ نہ رسالت میں کوئی شریک، نہ ما ارسل میں کوئی شریک۔ نہ خدا کے حکم میں کوئی شریک۔ لا یشرک فی حکمہ احدا (وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا) نہ اسکی عبادت میں کوئی شریک

لا یُشرک بعبادۃ ربہ احدا۔ نہ اُسکی دی ہوئی شریعت میں کوئی شریک۔ ام لھم شرکوٴ
اشرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ (کیا اُن کے شرکا ہیں کہ اُن کے
لئے اُنھوں نے شریعت بنا دی ہے جس کا حکم خدا نے نہ دیا) موجودہ شریعت کا حال دیکھ لو۔
غرض خدا سارے شرک سے پاک ہے، تم اُس کے دین کو بھی سارے شرک سے پاک کرو
اگر قرآن کی ان آیتوں پر ایمان نہیں ہے جو رسول نے لا کر دیا، اور راویان
احادیث زیادہ سچے اور برگزیدہ سمجھے جائیں تو حدیث میں بھی تو اسی کی تائید موجود ہے
اگرچہ فرقہ پرستی نے اس پر پردہ ڈالا مگر قیامت دور نہیں اور بازپرس یقینی۔

حدیث۔ لا تکتبوا عنی سوی القرآن فمن کتب عنی شیئاً فلیمحہ (قرآن
کے سوا ہم سے کچھ نہ لکھو جس نے کچھ لکھا ہو تو وہ محو کر دے مٹا دے) مطلب یہ ہے کہ قرآن ہی کو
مضبوط دھر لو، اس کے سوا کچھ نہیں، یعنی۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً (قرآن کو سب کے
سب ملکر مضبوط دھر لو) یہی فرمان خدا کا، یہی فرمان رسول کا۔ اسی کو خلیفہ دوم نے فرمایا
تھا حسبنا کتاب اللہ، ہم کو کتاب اللہ کافی ہے۔ پھر خدا و رسول کے فرمان کی تعمیل کیوں
نہ کی گئی۔ آپ نے اسی دن کے لئے منع فرمایا تھا کہ ایک دن یہ کتابیں قرآن پر چھا جائیں گی
توریت و انجیل کا نمونہ سامنے تھا۔

حدیث۔ علیکم بکتاب اللہ وسترجعون الی قوم یحبون الحدیث عنی فایاکم
وایاکم (اپنے اوپر قرآن کو لازم کر لو عنقریب تم ایسی قوم پاؤ گے جس کو ہم سے حدیث روایت
کرنی بہت محبوب ہوگی تو بچے رہنا بچے رہنا) یہ حدیث بھی اوپر کی حدیث کی موید ہے۔ یعنی
آپ نے اس آیت کو سمجھایا۔ اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ
اولیاء (قرآن مجید کا اتباع کرتے رہو اور کسی رفیق کا اتباع نہ کرنا) ان فرمانوں کی جو تعمیل
کی گئی وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

اصول یہ قرار پایا کہ جو حدیثیں اپنے فرقہ کے موافق ہیں وہ تو ناسخ قرآن بھی ہیں اور

جو اپنے فرقہ کے خلاف ہیں تو ایسی حدیثیں صحیح نہیں ہوا کرتیں۔ یا منسوخ ہیں، یا اوائل اسلام کی ہیں، یا اس سے مراد اک خاص موقعہ اور وقت ہے، یا راوی نے سہواً روایت کر دی، یا ان کا سلسلہ روایت صحیح نہیں، علیٰ ہذا، مختصر یہ کہ اپنے اپنے عقیدے کے خلاف قرآن کی طرح حدیثیں بھی صحیح نہیں ہوا کرتیں۔ یہ بھی خدا کی شان ہے کہ قرآن کے مقابلہ میں تو حدیث صحیح ہو جائے کہ ناسخ قرآن ہو۔ اور اپنے عقیدے کے خلاف وہ بھی غلط اور ناقابل توجہ تو یہ قرآنی اسلام نہیں خدائی اسلام نہیں، فرقہ واری اسلام ہوا۔

حدیث۔ ستکثر لکم الاحادیث بعدی فاذا روی لکم حدیث عنی فاعرضوا علی کتاب اللہ فما وافقہ فاقبلوہ وما خالفہ فردوہ (عنقریب ہمارے بعد بہت حدیثیں روایت کی جائیں گی۔ تو جب کوئی حدیث روایت کی جائے کہ ہم نے یہ کہا تو اس کو کتاب اللہ کے آگے پیش کرو اگر موافق ہو تو قبول کرو، اور مخالف ہو تو رد کر دو) کتاب توضیح وتلویح۔ مقام بحث سنت۔ بخاری میں بھی یہ حدیث موجود ہے جیسا کہ توضیح وتلویح ہی میں لکھا ہے۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتا دیا تھا کہ حدیث کی صحت کی معیار قرآن ہی ہے، تم لگے حدیث سے قرآن ہی کو منسوخ کرنے میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ معیار حق نہ بنایا، اور راوی اور روایتوں ہی کے پیچھے پڑے اور اس حدیث کو بھی بھول گئے۔ میرے کہے پر تو فتوے لگاؤ گے مگر اس حدیث کو کیا کہو گے سوائے اس کے کہ یہ صحیح نہیں

اُسوۂ حسنہ

مسلمانو! قرآن مجید کی آیتوں سے جو بیان ہوئیں تم نے سمجھا ہوگا کہ اطاعت خدا ورسول ڈو اطاعت نہیں ایک ہی اطاعت ما ارسل کی یعنی قرآن مجید کی ہے جس کو خدا نے نازل فرمایا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس کی اطاعت اور اُس کی تبلیغ کے مامور ہوئے، آپ نے اُس کی کما حقہٗ اطاعت اور تبلیغ فرمائی، تو یہی قرآن فرض یہی سنت اور یہی آپ کا اسوۂ حسنہ ہوا۔ ورنہ کیا آپ کے سارے اقوال و افعال زندگی جو راویوں نے اپنی زبان میں اپنی سمجھ کے موافق خلاف حکم خدا ورسول لکھا جس میں اختلافات اور ردوقدح کے انبار لگے پڑے ہیں وہ رسول کا اسوۂ حسنہ ہے، یا قاضیوں کے فیصلے جو اسلامی ممالک میں دئے گئے یا علما کے جھگڑے جو فرقہ بندیوں کے سایہ میں ہوئے وہ رسول کا اسوۂ حسنہ ہے۔ اُسوۂ حسنہ کو قرآن کے آگے پیش کرو کہ اُس کا فیصلہ کیا ہے۔

اُسوہ حسنہ کا لفظ قرآن مجید میں ۳ جگہ آیا ہے، دو سورۂ ممتحنہ میں، اور ایک سورۂ احزاب میں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

قد کانت لکم اُسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ اذ قالوا لقومھم انا برءٰؤا منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابدا حتیٰ تومنوا باللہ وحدہٗ (تمہارے لئے ابراہیم اور اُن کے صحابہ کے اتباع میں اسوۂ حسنہ ہے، جبکہ اُنہوں نے اپنی قوم سے کہدیا تھا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بیزار ہیں اور منکر ہیں، تم میں اور ہم میں ہمیشہ کے لئے دشمنی اور کاوش پیدا ہوگئی، جب تک کہ تم ایک اکیلے خدا پر ایمان نہ لاؤ) ہم کو حضرت ابراہیم اور اُن کے

صحابہ کے اس اسوۂ حسنہ کی تعمیل کی ہدایت کی گئی کہ ہم ماسوائے اللہ کی پرستش کرنے والوں سے بیزار رہیں، اُن سے دوستی اخوت اسلامی کی جگہ نہ لے لے، کیونکہ کسی صفت کو بے جگہ کرنا ہی ظلم ہے۔ حضرت ابراہیم اور اُن کے صحابہ کی اس روش کو اسوۂ حسنہ کہا گیا، اور ہم اس روش کے مامور ہوئے۔ نہ اُن کی حدیثوں اور اُن کے صحابہ کے تذکروں کے۔ جن کا دنیا میں وجود بھی نہیں۔

اسی سورۂ میں دوسری جگہ تاکیداً فرمایا۔ لقد کان لکم فیھم اسوۃ حسنۃ (البتہ تمہارے لئے ابراہیمیوں کے اس طریقہ میں اسوۂ حسنہ ہے) جو اوپر بیان ہوا اس کو بھی اگلی ہی آیت سے تعلق ہے۔ اس میں بھی اسی کی ہدایت کی گئی کہ ہم ماسوا پرستوں سے بیزار رہیں اور اُن سے ترک موالات کریں جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔ ان آیتوں سے یہ معنی کسی طرح نہیں نکل سکتے کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام یا اُن کے صحابہ کی وضع وقطع، اُن کا تمدن، اُن کی طرز معاشرت اور اُن کی حدیثوں کی تعمیل کریں جو معدوم ہیں، تو یہ اسوۂ حسنہ کی پیروی کا حکم ہوگا یا تکلیف مالایطاق۔ ایسا حکم دل سے گڑھنا تو آیت کو ذبح کرنا ہے۔

اسی طرح سورۂ احزاب میں نبی آخرالزماں کے اسوۂ حسنہ کی ہدایت کی گئی، فرمان ہوا۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ (تمہارے لئے رسول کی پیروی بہتر تھی) یعنی جن لوگوں نے جہاد سے منہ موڑا، اُن کو منہ موڑنا نہ تھا، بلکہ جہاد میں رسول کی پیروی اور جاں بازی دکھانی تھی۔

سورۂ احزاب کا تیسرا رکوع پڑھ جاؤ تو یہ آیت خود واضح ہو جائیگی، اتنا بڑا رکوع نقل کرنا طوالت طلب ہی اس لئے میں ترجمہ پر قناعت کرتا ہوں، یہ رکوع جنگ کے متعلق ہے اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ خندق سے وابستہ ہی۔

ترجمہ۔ منافقین مسلمانوں کو بہکاتے تھے کہ تم جنگ میں ٹھہر نہ سکوگے، ہٹ چلو،

کوئی نبی سے اجازت مانگتا ہے کہ ہمارا گھر اکیلا ہے، اور وہ صرف بھاگنا چاہتے تھے۔ اگر کسی طرف سے کوئی گھس آتا اور فساد کرنیکو کہتا تو فوراً آمادہ ہو جاتے، دیر نہ کرتے، حالانکہ اس سے پہلے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے۔

اے رسول! ان سے کہدو کہ تم موت اور قتل کے خوف سے بھاگتے ہو تو یہ تم کو کچھ فائدہ نہ دیگا، اگر بھاگ کر بچو گے بھی تو چند دن، ان سے پوچھو کہ کون ہے جو تم کو خدا سے بچائے۔

خدا اُن سے بھی واقف ہے جو لوگوں کو جنگ سے روکتے اور اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ اور خود شریک جنگ نہیں ہوتے مگر کم۔ اگر خوف کا وقت آجائے تو آپ کو تاکنے لگتے ہیں، اُن کی آنکھیں سکرات موت کی طرح پھر رہی ہیں۔ جب خوف نہ رہے تو مال کے لالچ میں زبان درازی کریں۔ یہ ایمان بھی نہیں لائے ان کے اعمال حبط ہو گئے۔ فوج کے چلے جانے پر بھی سمجھتے ہیں کہ فوجیں ہیں، اگر وہ پھر آپڑیں تو آرزو کریں کہ ہم کہیں باہر جا رہتے۔ دور سے تمہاری خبریں پوچھتے ہیں، اگر کسی مجبوری سے تم میں ہی رہنا پڑے تو بہت کم لڑیں۔

البتہ تمہارے لئے رسول کی پیروی بہتر تھی۔ اُس کے لئے جو اللہ سے ملنے اور قیامت کی امید رکھتا ہے، اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

اے نبی۔ جب مومنوں نے فوجوں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ ہے خدا و رسول کا موعود خدا و رسول کا وعدہ سچا تھا۔ اُس سے اُن کا ایمان تازہ ہو گیا۔ کچھ مومنوں نے جو وعدہ کیا تھا سچ کر دکھایا۔ کچھ پورا کر چلے۔ کچھ منتظر ہیں۔ وہ وعدہ خلاف نہوئے (یعنی یہ لوگ رسول کے اُسوۂ حسنہ پر چلے اور شریک جنگ رہے) اگر یہ وعدہ خلاف بھی اُسوہ حسنہ کی تعمیل کرتے اور شریک جنگ ہوتے تو یہ اُن کے حق میں بہتر تھا۔

اس سے راویانِ احادیث پر ایمان لانے کی ہدایت اور ضرورت نہیں ثابت

ہوتی۔ نہ اُسوۂ حسنہ کا جو عام مفہوم خاص ہدایت سے ما آتٰکم الرسول کے طرزِ عام پر ثابت کیا جاتا ہے ثابت ہوتا ہے۔

اگر اسوۂ حسنہ کے خاص حکم کو عام ہی سمجھنا چاہتے ہو تو یوں سمجھو کہ خدا نے قرآن مجید نازل فرما کر دین کو کامل کیا، اُس کی اطاعت کا رسول کو بھی مامور کیا، آپ نے اطاعت کا حق ادا کیا، اور عبودیت کی شان دکھا دی۔ اس لئے یہی قرآن کتاب اللہ ہے یہی سنت رسول اللہ ہے، تو یہی آپ کا اُسوۂ حسنہ ہوا۔ تو قرآن کی، اُس کے اوامر و نواہی کی، اُس کی ساری ہدایتوں کی، اُس کے سارے اخلاق اور اُس کی ساری روحانی تعلیمات کی تعمیل کرو، اور اطاعت خدا و رسول اور اپنے خیال کے مطابق اطاعت اسوۂ حسنہ کا ثبوت دو۔

قرآن مجید کے عام کو خاص اور خاص کو عام کرنیکا اگرچہ کوئی مجاز نہیں مگر مسلمانوں کا یہ شیوہ ہو گیا ہے اور تجاوز عن الحد قرآن مجید کی اصلاح ہی اور ایک طریقہ کی تحریف۔ مسلمانو! خدا کے آگے سر جھکا کر، اپنے خیال و اوہام سے مخلّے اور پاک ہو کر، فرقہ بندی کی مستی سے نکل کر، روزانہ قرآن مجید کی تلاوت، تدبر و تفکر کے ساتھ تلاوت، خدا کے حضور میں تلاوت، ہدایت طلبی کی نیت سے تلاوت کیا کرو۔ روزانہ کم سے کم تین آیتیں سہی۔ پھر دیکھو قرآن کا نور، رسالت کا نور، خدا کا نور تمہارے دل کو، دماغ کو، اور رُوح کو کیسا منور اور آلودگیوں سے پاک بنا دیتا ہے کہ تم خدا کا شکر ادا کرتے رہو گے اور نہ ادا کر سکو گے۔ اور رسالت کا نمونہ پا کر قیامت کے دن خوشنودی رسول کا جو چتر تمہارے سروں پر سایہ فگن ہو گا اُس کا تو کیا کہنا۔

مسلمانوں کے حال پر ایک نظر

مسلمانو! خدا فرماتا ہے ولتنظر نفس ما قدمت لغد (ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنے کرتوت کا محاسبہ کیا کرے) تو اپنے دل میں سوچو، اور خدا کے حضور میں اپنے عقائد اور کارناموں کا، اپنے ایمان وعمل کا جائزہ لو کہ تم خاندانی مسلمان ہو کہ مسلمان کے گھر پیدا ہوئے تو مسلمان ہیں، باپ دادا مسلمان تھے تو ہم بھی مسلمان ہیں۔ یا تم خدا کے مسلمان ہو کہ نحن له مسلمون (ہم تو خدا کے مسلمان ہیں) اگر تم خدا کے مسلمان ہو تو تمہارا اسلام تو وہ نہیں ہے جو خدا کا بھیجا ہوا، اور اس کے رسول کا لایا اور دیا ہوا قرآنی اور نبوی اسلام ہے۔ بلکہ تمہارا اسلام تو فرقہ بندی کا احبار و رہبان کا آمیزشی اسلام ہے۔ اگر خالص خدا کا اسلام تمہارا ہوتا تو آج تمہارے یہ دن نہ ہوتے تمہارا یہ افسوسناک حال نہ ہوتا۔ تمہارا بھی وہی حال ہوتا جو قرون اولیٰ کا تھا تمہارے بھی وہی دن ہوتے جس دن کو آج پڑے رہتے ہو۔ وہ خالص مسلمان تھے تو وہ بلند تھے تم پست ہو۔ وہ کھرے تھے، تم کھوٹے ہو۔ وہ جاں باز تھے تم بے جان ہو۔ انکا نصب العین اور سارے اعمال کا مرکز خدا تھا، اور تمہارا نصب العین کچھ بھی نہیں، تمہارے اعمال اضطراری۔ اُن کے اخلاق اُن کے کردار قرآنی تھے، اور تمہارے اخلاق اور تمہارے کردار تو افسوسناک ہیں۔ وہ سب کچھ تھے۔ تم کچھ بھی نہیں۔ وہ مٹھی بھر تھے ساری دنیا پر بھاری۔ تم کروڑوں کی تعداد میں کے بڑے بڑے تودے ہو سب کے پاؤں تلے۔ اُن کے دشمن بھی اپنے ہو گئے تھے اور تمہارے اپنے بھی دشمن۔ اُن کا معاون خدا تھا اور تم اپنے بھی معاون نہیں، آپ اپنے دشمن۔ یہ کیوں؟ یہ دنیا اندھیر کیوں ہو گئی؟۔

ذالك بان الله لم يك مغيرا نعمة انعمها على قوم حتى يغيروا ما بانفسهم

(بات یہ ہے کہ خدا کسی قوم کو جو نعمت دیتا ہے تو اُس کو وہ بدلتا نہیں جب تک وہ آپ اپنے کو نہ بدلیں) جب تم ویسے تھے تو خدا کا معاملہ بھی تمہارے ساتھ ویسا ہی رہا۔ جب تم بدلے اور اسلامی و دینیات کھو دیں بلکہ اسلام کو بدل دیا تو من یبدل نعمۃ اللہ من بعد ما جاءتہ فان اللہ شدید العقاب (جو نعمت پا لینے کے بعد خدا کی نعمت کو بدل دیتا ہے تو خدا سخت عذاب دینے والا بھی ہے) ذرا سوچو تو سہی کہ تم اسی عذاب میں تو گرفتار نہیں ہو گئے ہو۔

خدا فرماتا ہے وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو) مگر تم تو ہر جگہ مغلوب ہو۔ ہر کس و ناکس سے، اُن سے بھی جو تم سے مغلوب تھے اور مدتوں مغلوب رہے۔ خدا تو جھوٹا نہیں مگر تم میں ایمان نہیں۔

اُس نے فرمایا وکان حقا علینا نصر المومنین (مومنوں کی مدد کرنی ہم کو ضرور ہے اُن کا یہ ہم پر حق ہے) قرون اولے میں اس کا جلوہ تم نے دیکھا اور دنیا نے دیکھا آج بتاؤ وہ خدا کی مدد کہاں ہے۔ وہ خدائی مدد کہیں کبھی تمہارے شامل حال نہیں خدا جھوٹا نہیں، مگر تم میں وہ ایمان نہ رہا۔ اگر تم مومن ہوتے تو کیا خدا مدد نہ کرتا اور تمہیں اغیار کے پاؤں تلے کچلنے اور تباہ ہونے کو چھوڑ دیتا۔

اُس کا تو فرمان ہے انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا (ہم اپنے رسولوں کی اور مومنوں کی اس دنیاوی زندگی میں بھی بالضرور مدد کرتے ہیں) ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، صحابہ کی، اور مومنوں کی اُس نے کھلی کھلی مدد کی بار ہا کی، اور ہمیشہ کی۔ مگر تمہاری مدد تو کسی طرف سے بھی، کہیں پر بھی نظر نہیں آتی۔ تو جس کا خدا مددگار نہیں اُس کا کوئی نہیں مومن کی شرط ہے، اگر تم مومن ہوتے تو کیا خدا تمہاری مدد نہیں کرتا۔ قرآن کی رو سے تمہارا ایمان صحیح نہیں رہا۔ اپنے ایمان کا جائزہ لو۔

ثم ننجی رسلنا والذین آمنوا کذلک حقاً علینا ننجی المومنین (پھر ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کو بچا لیا کرتے ہیں، اسی طرح مومنوں کا بچا لینا بھی ہم پر حق ہے) اگر تم مومن ہوتے تو کیا خدا تم کو فلاکت سے، غربت سے، مصیبت سے، محکومی اور غلامی سے بچا نہ لیتا۔ مومنوں کا تو خدا پر یہ حق ہے مگر ایمان اور ماسوے کی غلامی اجتماع ضدین ہے اور تمہارا ایمان ہی منہ بولا ایمان ہے۔

اُس کا تو وعدہ ہے۔ لن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلا ہ (مومنوں پر خدا کافروں کو غلبہ نہ دیگا اور ہرگز نہ دیگا) پھوٹی آنکھوں بھی دیکھو تو کیا مسلمانوں پر کافروں کا غلبہ تم کو نظر نہیں آتا۔ علم میں، دولت میں، تجارت میں، فلاحت میں، ایجادات و اختراعات میں، اخلاق و عادات میں، ہمدردی و ایثار میں، قومی جوش اور قومی اتحاد میں، بلکہ سارے ہی صفات اور سارے ہی معاملات میں کیا وہ تم سے گوئے سبقت نہیں لے گئے اور تم پر غالب نہو گئے۔ کیا تمہاری زندگی آپس کی پھوٹ، آپس کی جنگ، فرقہ بازی کی کشمکش، جلوسوں احتجاجی جلسوں، اور رزولیوشنوں کے پاس کرنے میں نہیں گذرتی، کیا یہی تمہاری قومی ترقی کی معراج، تمہارے اعمال کی غایت، اور تمہاری جاگ اور آزادی کی معیار نہیں ہے۔ افسوس افسوس۔ عروج تھا تو اُس درجہ اور نزول ہی تو اس درجہ۔

خدا نے وعدہ کیا تھا وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا (خدا نے ایمان والوں سے جنہوں نے عمل صالح کئے وعدہ کیا ہے کہ وہ اگلوں کی طرح اُن کو بھی خلیفہ یعنی بادشاہ بنائیگا اور جس دین کو اُن کے لئے پسند کیا ہے اُس کو قائم کر دیگا، اور اُن کو خوف کے بعد امن نصیب کریگا) اے لوگو! یہ تو خدا کا وعدہ ہے، اور ان اللہ لا یخلف المیعاد (خدا وعدہ خلاف

نہیں، مگر تمہاری وہ سلطنت، دین کی وہ تمکنت، امن کا دور زندگی بخش، اب کس کے چمن کے پھول ہیں۔ تمہارا باغ تو اجڑا پڑا ہے۔

ہدایت اور عبرت کے لئے تو ایک ہی آیت کافی تھی، اور ہوش والوں کے لئے تو ایک ہی جملہ بہت تھا۔ ہم نے متعدد آیتیں دیں۔ فمن اصدق من اللہ قیلا (خدا سے زیادہ بات کا سچا کون) سچ ہے کہ تم میں ایمان ہی نہ رہا کہ تم ان مواعید ربانی کے مستحق ہوتے۔ دیکھ لو، اور تم ہی بتاؤ، کہ تمہاری خلافت، تمہاری سلطنت، تمہاری وہ شان وشوکت، تمہاری وہ تمکنت، کہاں ہے، وہ کیا ہوگئی، کہ اب مسلمان پیٹ کے دکھیارے مذہب فروش، عیسائی اور آریا ہو رہے ہیں۔ تمہارا وہ امن وامان جو کبھی تم کو نصیب تھا، تمہاری خوش دلی، تمہاری خوش حالی جس کے نور اور جس کے سرور سے تمہارا دل ہی نہیں تمہارا چہرہ بھی منور تھا، تمہیں اس تاریکی میں چھوڑ کر کس کے گھر کا چشم وچراغ ہے۔ ذرا کھوج تو لو اور سوچو تو سہی کل کی بات ہے تم کیا تھے اور دیکھتے دیکھتے کیا ہوگئے کہ پہچان بھی نہیں پڑتے، یکایک کیا ہوگیا کہ اب ہر جگہ مظالم کے شکار تم، سو طرح کے رنج و آلام تمہارے گھر ہیں۔ ہر طرح کی مصیبتوں کے نشانہ تم۔ نکبت وافلاس نے بھی تمہارا ہی گھر دیکھ پایا۔ تو کیا خدا نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا، یا تم خدا کے بھیجے ہوئے اسلام کو چھوڑ بیٹھے، ایمان کو کھو بیٹھے، اور وعدہ کے مستحق ہی نہ رہے۔ ہاں تمہارا اسلام فرقہ بندیوں میں تقسیم ہوگیا، تمہارا ایمان ماسوا پرستیوں میں کھوٹا ہوگیا، نفاق اور نفس پرستیوں میں ضائع ہوگیا، کیونکہ قرآن طبع آزمائیوں میں پاش پاش کرکے طاق نسیان پر رکھا گیا، تمہارے اعمال غیر صالح ہوگئے، کوڑیوں کے مول بھی نہیں، کافروں سے بدتر جب تم اس حال کو پہونچے۔

ذرا خدا کے حضور میں اپنے اعمال کا محاسبہ تو کرو جو ایک دن تم کو دینا ہی پڑے گا بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ (انسان اپنے حال کا خوب دانا و

بنیا ہی چاہی وہ بہانے گھڑے کرے۔ اس محاسبہ سے تم پر منکشف ہوجائیگا کہ خدا سچا ہی، اُس کا قول سچا، اُس کے وعدے سچے، وہ خدائی کر رہا ہے۔ وہ تم کو تمہارے اعمال کو، تمہاری ریاکاری اور دل کے کھوٹ کو خوب دیکھ رہا ہے۔ اُس نے دیکھ لیا کہ تم نفس و شیطان کے جھپٹ میں ایمان کھو بیٹھے۔ اسلام ڈبو بیٹھے، خدا سے واسطہ توڑا، رسول اور رسول کی رسالت سے تعلق چھوڑا، رہبان و احبار سے نسبت جوڑی، علما و مشائخ کے پوجاری بنے، کتاب اللہ سے منہ موڑا، اور خاندان کے مسلمان، رسم کے مسلمان، نام کے مسلمان اور مردم شماری کے مسلمان ہو کر رہ گئے۔ اور ایمان تو دل میں اُترا ہی نہیں۔ دیکھو ہوش کرو، ایک دن خدا کے حضور میں تم کو جواب دینا ہوگا، اُس وقت کج بحثی کام آئیگی نہ بہانے۔ نہ بڑے بڑے دینی خطابات ہی کام آئینگے، نہ خزانے، نہ اپنے پرائے کام آئیں گے، نہ علما و فقرا ھی لا تزرة وازرة وزر اخری (اُس دن کوئی کسی کا بوجھ نہ سہاریگا) بس اپنا کیا اپنے سر کل امرءٍ بما کسب رھین (ہر کوئی اپنے کئے کے ساتھ مرہون ہے) اُس دن ما الفینا علیہ آباءنا (ہم اپنے باپ دادا ہی کی روش پر رہیں گے)، تمہیں کنوئیں جھکا چھوڑیگی قرآن حجت ہوگا، نامۂ اعمال اُسی کسوٹی پر پرکھے جائیں گے۔ پھر جیسا عمل ویسا نتیجہ، جیسا تخم ویسا پھل، اُس وقت نہ کوئی عالم نہ علامہ تمہاری طرف سے صغرے کبرے پیش کر سکیں گے، نہ کوئی پیر یا فقیر تمہاری کچھ دستگیری کر سکیں گے، بس اپنا کیا اپنے ساتھ۔

قوم کی ساری تباہی قرآن چھوڑنے سے آئی، اسلام غائب ہوا قرآن چھوڑنے سے، ایمان کھو گیا قرآن چھوڑنے سے، اعمال بگڑے قرآن چھوڑنے سے، اخلاق خراب ہو گئے قرآن چھوڑنے سے، فرقہ بندی کی پھوٹ پڑی قرآن چھوڑنے سے، اخوت جاتی رہی قرآن چھوڑنے سے، ہم کھو گئے قرآن چھوڑنے سے، ساری تباہی اپنے کئے آئی ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقهم بعض الذی

عملوا لعلهم یرجعون (انسان کی کرتوتوں ہی سے خشکی و تری میں فسادات پھیلے تاکہ خدا لوگوں کو اُن کے اعمال بد کا کچھ مزہ چکھائی شاید وہ باز آجائیں) خدا گلے اور شکوے سے بری ہے، وہ الزام و اعتراضات بیہودہ سے پاک ہے۔ سب آگ تمہاری لگائی ہے جس آگ میں پڑے جل رہے ہو۔ اب بھی ہوش کرو، توبہ کا دروازہ بند نہیں ہے، اُٹھو اپنی اصلاح پر کمربستہ ہو جاؤ۔ خدا کے بھیجے ہوئے اور نبی کے دئے ہوئے قرآن کو دل میں جگہ دو، بغل میں دباؤ، سروں پر رکھو، اور خدا کے نام پر اُٹھ کھڑے ہو، اُسی کی چھاؤں میں سانس لو، اُسی کا دم بھرو، اور اُسی پر مرمٹو۔ پھر خدا بھی تمہارے ساتھ ہے اور پھر وہی تم جو کل تھے۔

قرآن مجید کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک

مسلمانو! اپنے عقائد اور اعمال کا جائزہ لو تو تم کو معلوم ہوگا کہ تم بہتیری آیتوں کے نافرماں ہو، اور بہتیری آیتوں کا خون تمہاری گردن پر ہے، جس کا قصاص تم سے لیا جا رہا ہے۔ متوجہ کرنے کے لئے چند مثالیں میں پیش کر دیتا ہوں۔

تلک ایات الکتاب المبین ٥ انا انزلنه قرانا عربیا لعلکم تعقلون٥ نحن نقص علیك احسن القصص بما اوحینا الیك ھذا القران وان کنت من قبله لمن الغفلین (یہ ہیں بیان اور واضح کرنے والی کتاب کی آیتیں۔ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھو (تمہارے سمجھنے ہی کے لئے) تو یہ قرآن جو ہم نے آپ پر وحی کیا ہے اس کے ذریعہ سے ہم بہترین قصہ آپ کو سناتے ہیں۔ البتہ اس سے پہلے تو آپ کو خبر بھی نہ تھی) اس آیت سے ظاہر ہوا کہ قرآن ہی نازل کیا گیا، اور اس آیت سے ظاہر ہوا کہ قرآن ہی وحی کیا گیا۔ انزلنا، اوحینا، اور ھذا القران

صاف صاف اس کا موید اور موکد ہے۔ وحی ربانی کو ذبح کرکے وحی جلی اور وحی خفی کی تقسیم سے دو ٹکڑے کرنا بلا دلیل ربانی، تو قرآن کو متروک العمل کرنے کے لئے ہے، اور اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ قرآن عربی زبان میں صرف نبی کے سمجھنے کے لئے نہیں بلکہ قوم کے سمجھنے کے لئے نازل ہوا ہے، لعلکم تعقلون سے یہ صاف اور واضح ہے۔ کس قوم کے سمجھنے کے لئے جو درس نظامیہ کی تعلیم یافتہ نہ تھی، نہ منطق و فلسفہ سے بہرہ مند، بلکہ اُمی تھی۔ ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً۔ (وہ خدا ہی ہے جس نے امیوں میں رسول بھیجا)، تو تدبر کرو اور سمجھو، فرشتوں کے سمجھانے کی ضرورت نہیں، اُن کی تو زبان بھی عربی نہیں۔ وہ تو یفعلون ما یومرون ہیں۔ خدا کا حکم ہوا، اُس کی تعمیل کی۔ تم نے اپنی اُلٹی سمجھ سے سمجھا تو یہ سمجھا کہ قرآن کتاب مبین نہیں ہے بلکہ بغایت ادق اور معمہ ہے کہ مسلمان پنڈتوں کے سوا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اور خدا اس کے آسان ہونے کا مدعی ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر (فی الواقع ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے محض آسان بنایا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا) نصیحت حاصل کرنے والے تو بہت ہوتے مگر علما یصدون عن سبیل خدا کی راہ سے روکتے ہیں۔ انہوں نے قانون یہ پاس کیا کہ جو درس نظامیہ کا عمامہ بند نہو، جو ناسخ منسوخ کے رموز سے واقف نہوا ور جو حدیث کی سند نہ رکھتا ہو وہ قرآن میں تدبر و تفکر کرنے اور اُس کے سمجھنے کا مجاز نہیں۔ دوسرا انکار یہ کہ قرآن مسلمانوں کے سمجھنے کے لئے تو نازل ہوا نہیں، رسول کے سمجھنے کے لئے نازل ہوا ہے اور جو وہ بھی نہ سمجھتے تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام خفیہ چپ چاپ وحی خفی نازل فرما دیتے تھے جو اس پر بھی سمجھ میں نہیں آتا تو امام بن کے معلم بن کے سمجھا دیتے تھے اور واضح کر دیتے تھے کہ قرآن کا فلاں حکم تو گویا عارضی تھا وہ منسوخ ہوا۔ زنا کی سزا ہیں۔ فاجلدوا منسوخ ہوا اب آپ محصن و محصنہ پر رجم کریں۔ وصیت کا حکم منسوخ ہوا، آپ ترکہ کی آیت پر

عمل کریں اور اس میں بھی اصلاح فرمادیں کہ ثلث میں وصیت جائز۔ خدا کی آیت کو منسوخ کرنے یا مٹانے کے لئے تو کوئی مجاز نہ تھا یہ ایسی ضرورت وحی خفی قایم کی گئی اور اوحی الی ھذا القرآن کی صحت کی گئی کہ ھذا القرآن میں حدیث بھی داخل ہے۔ افسوس افسوس۔ اے بھائیو کیا کلام الٰہی انہیں طبع آزمائیوں کا مستحق ہی۔

دین تو خدا کے یہاں ایک ہی۔ ان الدین عند اللہ الاسلام (بے شک خدا کے یہاں تو ایک دین اسلام ہی ہی) یہی دین اسلام دیکر اُس نے سارے رسولوں کو بھیجا اس لئے سب نے دعوے کیا انا اول المسلمین (ہم اول مسلمان ہیں) اس لئے جب سارے رسول مسلمان، تو سب کا دین بھی اسلام ہی۔ اسی لئے ساری کتابیں ایک دوسرے کی مصدق آئیں۔ مصدقًا لما بین یدیہ۔

اس لئے ہم لوگوں کو فرمان صادر ہوا۔ قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون۔ (اقرار کرو کہ ہم اللہ پر اور قرآن پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہی اور اُن پر جو ابراہیم اسمٰعیل اسحٰق یعقوب اور اُن کی اولاد پر نازل ہوا ہے اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو کچھ اور نبیوں کو اُن کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا ہی سب پر ایمان لائے، ہم اُن میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے، ہم تو خدا کے مسلمان ہیں) تم اگر فرقے کے مسلمان نہیں خدا کے مسلمان ہوتے تو سر جھکا دیتے اور کسی میں فرق نہیں کرتے۔ تم نے تو فرق کیا اور سب کتابیں جو مامور بہ ایمان تھیں اُن کو ناقص ٹھرایا اور منسوخ کر دیا۔ حالانکہ سارے ادیان ایک ہی تھے اسلام ہی۔ جب تو ایک پر ایمان لانا ساری لامعلوم کتابوں پر ایمان لانا ٹھرا۔ اور کسی ایک کا منکر سب کا منکر اور کافر ٹھرا۔ یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ میں داخل۔

یہ دوسری بات ہی کہ قوموں نے کتاب اللہ ضائع کی۔ مگر اپنی کسی کتاب کو خدا نے منسوخ نہ کیا۔ کوئی دین منسوخ تو اختلاف کی صورت میں ہوگا! ور اختلاف کی صورت میں تو شک و شبہ کی جگہ ہی کہ وہ من عند اللہ ہے یا نہیں۔ لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا (اگر غیر اللہ کے پاس سے آیا ہوتا تو تم اس میں بہت اختلاف پاتے) تو اختلاف کی صورت میں خدا مامور بہ ایمان نہ فرماتا۔ جب اُس نے مامور بہ ایمان فرمایا تو اختلاف نہیں، اور اختلاف نہیں تو منسوخ بھی نہیں۔ کتاب منزل کا وجود نہ رہنا اور بات ہے اور منسوخ ہونا اور بات ہی۔

اختلاف ادیان الٰہی میں ہونا تو خلاف عقل بھی ہی کیونکہ خلاق فطرت نے کتابیں فطرت کے مطابق بھیجی ہیں، فطرت کے خلاف بھیجنا اُس کی شان کے خلاف ہے، کہ فطرت بنائے کچھ اور، اور احکام و ہدایات بھیجے کچھ اور، خلاف فطرت، وسعت سے باہر اس لئے اُس کا فرمان ہوا۔ فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون منیبین الیہ واتقوہ واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا کل حزب بما لدیھم فرحون (پھر لے نبی آپ دین پر یکسو ہو کر قایم ہو جائیں یعنی فطرت الٰہی پر جس پر لوگوں کو پیدا کیا، خدا کی بناوٹ میں رد و بدل نہیں، یہ ہی ٹھیک دین، لیکن اکثر آدمی جانتے نہیں، خدا کی طرف رجوع ہو کر فطرت الٰہی پر قایم رہو، اُس سے ڈرتے رہو، نماز ادا کرتے رہو، اور مشرکوں میں شامل نہ ہو جاؤ، اُن میں جنھوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالدی اور مختلف فرقے ہو گئے، اور ہر فرقہ اپنے حال میں مست ہی، فرقہ بندی کرنے والوں کو خدا نے مشرکوں میں داخل کیا۔ فاعتبروا یا اولوالابصار۔

تو جس طرح خدا کی فطرت نہیں بدلتی، خدا کے کلمات بھی نہیں بدلتے۔ لا تبدیل

لخلق اللہ بھی حق ہی، اور لا تبدیل لکلمات اللہ بھی حق ہی، اُس کے قول و فعل میں تبدل نہیں۔ وانزلنا الیاث الذکر لتبین للناس مانزل الیھم (ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ لوگوں کو جو کچھ بھی اُن کی طرف نازل کیا گیا ہی اُس کو آپ بتادیں) کیا یہ بکمالہ تصدیق ہوئی یا تنسیخ۔ بلاشبہ ساری کتابیں ایک دوسرے کی مصدق آئیں۔ افلم یدبر القول ام جاءھم مالم یات اٰباءھم الاولین (کیا اُنہوں نے قرآن میں غور نہیں کیا۔ کیا اُن کے پاس وہ باتیں آئیں جو اُن کے باپ دادا کے پاس نہ آئی تھیں) یہ ہے کمال تصدیق اور کیوں نہو یہی قرآن مجید تو ساری کتابوں میں اُترا تھا وانہ لفی زبر الاولین۔ قرآن مجید کے سوا اب کوئی کتاب اللہ توری نہیں قوم کی غفلتوں سے ساری ضائع ہوئیں، توریت و انجیل کے نام سے اُن کی حدیثیں رہ گئیں۔ تفصیل شرعۃ الحق میں دیکھو۔ اگر کوئی منزل کتاب رہتی تو ہم تصدیق کو بدیہیات سے دکھاتے۔ قرآن مجید میں تصدیق کی بہیتری آیتیں ہیں۔ ایمان و عمل کے لئے تو ایک آیت بھی کافی ہی۔

سارے کتب الہیہ میں اختلافات بربنائے روایت تم نے پیدا کئے، اور خدا کی تصدیق کو تنسیخ سے بدل کر ساری کتابوں کو تم نے منسوخ کیا، اور یوں قرآن مجید کے مھیمن اور محافظ ہونے سے تم نے انکار کر دیا۔ اگر تصدیق فقط من اللہ ہونے کی ہوتی تو خدا قرآن کو مھیمن اور محافظ نہ فرماتا۔ تصدیق کتاب اللہ کی ہے، من اللہ ہونیکی نہیں۔ تم نے فرمانِ خداوندی کو جھٹلایا، اور تصدیق کو کسر شان سمجھا، اُس پر طبع آزمائی یہ کی کہ دین فطرت کے مطابق نہیں بلکہ ہر زمانہ کے اقتضا کے ساتھ آیا گیا ہے۔ جب زمانہ حالت طفولیت میں کھوٹا تھا تو دین بھی کھوٹا آیا۔ جب زمانہ بدلا تو دین بھی بدلا، زمانہ بدلتا رہتا ہے تو دین بھی بدلتا رہیگا۔ یعنی ایک دن اس سنۃ اللہ کے مطابق اس آخری دین کا بدلنا بھی لازم ہے۔ اور یوں نبی قادیانی کی ضرورت باقی تھی جو

قادیان میں پوری کی گئی۔ زمانہ تو ہر آن بدل رہا ہے، زمانہ کے ساتھ دین کا بدلنا معلوم نہیں کس دلیل ربانی سے مستخرج کیا گیا ہے۔ حالانکہ دین اُسی وقت بدل سکتا ہی جب فطرت بدلے۔ اور فطرت نہیں بدلتی تو دین بھی نہیں بدلتا۔ ہاں ایک ہی دین ہر ہر قوم میں بھیجا گیا اور آخر میں یہ تفرقہ بھی مٹا دیا گیا اور نبی آخرالزمان ساری دنیا کے رسول بناکے بھیجے گئے، اس کے بعد اور صورت باقی نہ رہی رسالت اتمام کو پہونچی۔ تم نے طبع آزمائیوں کے ہاتھوں قرآن مجید کو چاک چاک کر ڈالا، اور مُہر نبوت کو چکنا چور کر دیا۔

سارے ادیانِ الٰہی کو منسوخ کرنے کے بعد قرآن مجید پر بھی ہاتھ پھیرا، اور قرآن مجید میں بھی اختلافات ڈال کر قریب قریب آدھے قرآن کو منسوخ کر دیا، ایک آیت قتال سے تین سو آیتیں منسوخ کی گئیں، اور اس ناسخ آیت پر بھی کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ مار ڈالو کبھی عمل درآمد نہوا۔ تو منسوخ شدہ آیتیں بارگاہ ذوالجلال میں فریادی ہوگئیں کہ اے خدا تیرے بندوں نے نادانی اور خود پرستیوں سے میرا حکم جس موقع کا تھا اُس کو اُٹھا پھیکا حالانکہ وہ کسی طرح میرے منسوخ کرنے اور اُٹھا پھینکنے کے مجاز نہ تھے۔ کیا میری بے وقری نہ ہوئی میری رسوائی نہوئی، کیا تیرے کلام منسوخ کرنے کا کوئی مجاز ہے؟

اس نسخ کے لئے جو دلیل قائم کی وہ صریح قرآن میں تحریف ہے۔ تو نے فرمایا مانسخ من آیۃ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا الم تعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر الم تعلم ان اللہ لہ ملك السمٰوٰت والارض (ہم نہیں مٹاتے ہیں کوئی نشانی مگر یا تو اُس کو بھلا دیتے ہیں، یا اُس کی سی یا اُس سے بہتر کوئی دوسری نشانی لاتے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے، کیا تم نہیں جانتے کہ زمین و آسمان سب اُسی کا) آیت کے معنی قرآن کی آیت کے بھی ہیں جہاں نزول کا لفظ یا قرینہ

موجود ہو مگر آیت کے معنی نشانی کے قرآن مجید میں بھرا ہوا ہے۔ اس آیت میں آیت
کے معنی نشانی ہی کے ہیں یعنی وہ تغیرات عالم جو خدا پیدا کرتا رہتا اور مٹاتا رہتا ہے۔ وہ
خود اسکا ثبوت دیتا ہی کہ خدائے قادر ہر چیز پر قادر ہے آسمان و زمین سب اُسی کا
سب پر اُسی کا تصرف و اختیار ہے۔ یہ قدرت و اختیار کی دلیل صاف بتا رہی ہے کہ
خدا تغیرات عالم کو فرما رہا ہے۔ اگر آیت کے معنی قرآن کی آیت کے لو تو آیت دو لخت
ہو جائیگی اور قدرت و اختیار کی طرف متوجہ کرنا بے جوڑ ہو جائیگا اس لئے بلا شبہ
اس آیت میں آیت کے معنی نشانی ہی کے ہیں۔

اگر تم اپنا عقیدہ چھوڑ نہیں سکتے اور اس پر اصرار ہو کہ آیت کے معنی کتاب
اللہ ہی کی آیت کے ہیں جب بھی خدا ما ننسخ فرما رہا ہے ہم منسوخ کرتے ہیں۔ تم تو منسوخ
کرنے کے مجاز نہیں ہو سکتے جو کیا خدا کے کلام کو جب رسول منسوخ کرنے کے مجاز نہیں
تو کسی عالم یا علامہ کو کہاں سے نسخ کا استحقاق حاصل ہوا۔ بندہ اور خدا کے کلام کو
مٹائے حیرت در حیرت۔

مثلاً اُس نے کہاں فرمایا کہ وصیت کی آیت کو ہم نے منسوخ فرمایا۔ زنا کی سزا
کو منسوخ فرمایا۔ پھر دوسرا منسوخ کرنے والا کون۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نہ
حکم خداوندی کے منسوخ کرنے کے مجاز من اللہ تھے، نہ حکم خداوندی کو بدلنے کے۔
ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحیٰ الی (میرا مقدور
نہیں کہ میں قرآن کو بدل دوں، میں تو وحی کا متبع ہوں) قرآن کے خلاف آپ کے
اعمال و اقوال کی حدیثیں صحیح نہیں بلکہ رخنہ فی الدین ہیں۔ اسی طرح واذا بدلنا اٰیۃ
مکان اٰیۃ (جبکہ ہم نے ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ بدلا) مکان کا لفظ موجود
ہے۔ جگہ بدلنے کے معنی یہ ہیں کہ توریت کی جگہ انجیل کی آیت آئی اور انجیل کی جگہ قرآن
کی آیت آئی۔ یہ معنی ہیں جگہ بدلنے کے، ورنہ آیت نہیں بدلتی (لا تبدیل لکلمات اللہ

قوم نے سارے کتب الٰہیہ کو اور بالخصوص قرآن مجید کی آیتوں ہی کو منسوخ نہیں کیا بلکہ سارے رسولوں کو بھی منسوخ کر دیا۔ سب میں عیب لگایا، سب کو گنہگار ثابت کیا، سب کو علما کے برابر کا درجہ دیا بلکہ سب کو بازیچۂ اطفال بنایا، سب کو شاعروں کا گل وبلبل اور گویا کھلونا بنا دیا، جس سے سارے پیغمبر جو خدا کے برگزیدہ اور مامور بہ ایمان ہیں، ہم مسلمانوں کے ایمان میں داخل، سب کی عظمت دلوں سے جاتی رہی اور سارے کے سارے ایک قلم منسوخ کر دیئے گئے۔ علما نے سمجھا کہ دین اسلام کی عزت اور پیغمبر اسلام کی عظمت تصدیق میں نہیں تنسیخ میں ہے۔ اور فرمان رسولوں کی نسبت ہے لا نفرق بین احد من رسلہ اور ما ارسل کی نسبت مصدقا لما بین یدیہ

خدا نے فرمایا الزانیہ والزانی فاجلدوا کل واحد مائۃ جلدۃ زانی اور زانیہ کو سَو سَو دُرّے مارو) خدا نے نہ محصن و محصنہ کو مستثنیٰ کیا، نہ ان کے لئے کوئی خاص حکم الگ سے دیا۔ نہ کہیں سنگسار کا حکم دیا۔ سنگسار کا کوئی حکم کسی جرم کے لئے قرآن میں ہی نہیں۔ تم نے ظنیات سے قرآن مجید کی اصلاح کی اور اُس کے کھوٹ کو دور کر کے سنگسار کا حکم اختراع کیا، اور افسوس یہ کہ رسول کی طرف منسوب کر کے۔ حالانکہ قرآن مجید کے خلاف آپ کا حکم دینا جس کے اتباع اور تبلیغ کے آپ مامور تھے محالات سے ہے۔ کیا آپ تبلیغ کچھ فرماتے تھے اور حکم اُس کے خلاف دیتے تھے۔ سراسر آپ کے خلاف شان ہے۔ آپ کے سارے احکام دینی، اور سارے اقوال وافعال دینی بلا کم وکاست قرآن مجید ہی تھے۔ حدود قرآنی کی توڑنے والی یا بدلنے والی یا کم وبیش کرنے والی حدیثیں حاشا رسول کی نہیں اور ہرگز مفسر قرآن نہیں، اُن کو حدیث کی کتابوں سے خارج کر دو۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن کے اتباع اور قرآن سے حکم دینے کے مامور تھے علی ہذا قوم بھی۔ اسی لئے قوم کو حکم ہوا۔ اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء (قرآن مجید کا اتباع

کرتے رہو اور کسی دوسرے رفیق کا اتباع نہ کرنا) قرآن مجید کی خلاف ورزی سے توبہ کرو، اور اسلامی قانون کی نظر ثانی کرو، اور قرآن کے خلاف احکام کو اسلامی قانون سے خارج کردو۔ الا لہ الحکم (خبردار حکم خدا ہی کا)

خدا نے فرمایا کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیراً الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین (اگر کسی کو مرنے کا گمان ہو اور وہ کچھ مال چھوڑے تو اُس پر فرض کیا گیا ہے کہ وہ والدین اور اقربا کے لئے بھلائی کے ساتھ وصیت کر جائے ایسا کرنا متقیوں پر حق ہے) خدا تو وارث کے لئے وصیت کا حکم صادر کرتا ہے اور ایسے مہتم بالشان صورت سے فرض کئے ہوئے حکم کو پس پشت ڈال اس حکم کے بالکل خلاف اور ظلم یہ کہ رسول کی طرف منسوب کرکے حکم دیا جاتا ہے اور اس کو رسول کی بتائی ہوئی قرآن کی تفسیر کہی جاتی ہے کہ لا وصیۃ للوارث۔ وارث کے لئے وصیت ہی جائز نہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بجائے اتباع قرآن کے خلاف حکم دیا ہو، حاشا یہ ممکن ہی نہیں۔ راوی کیسے ہی ہوں مگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح بہتان ہے۔ جس کو خدا کا حکم ہے فاحکم بینھم بما انزل اللہ (قرآن مجید سے حکم دیا کرو) ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکٰفرون (جو قرآن سے حکم نہ دے وہ کافر ہے) کیا یہ کبھی ممکن ہے کہ خود رسول اللہ بما انزل اللہ حکم نہ دیں اور حکم خداوندی کی خلاف ورزی فرمائیں۔ یہ تو قرآن مجید کو ظنی روایتوں سے منسوخ کرنے کی شان ہے کہ قرآن جائے تو جائے، رسول پر اتہام آئے تو آئے مگر راویوں پر آنچ نہ آئے۔ احبار پرستی بھی مزار پرستی کا دوسرا رخ ہے۔

دوسری شان یہ اختیار کی گئی کہ وصیت کو جو مفروضۂ الٰہی ہے طبع آزمائیوں کی چرخیوں میں چکر دے کر ترکہ کی آیت سے جو موئد وصیت ہے منسوخ کر دیا، اگرچہ کسی نحو بھی منسوخ کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا۔ وصیت کی آیتوں کو وصیت ہی کی

آیتوں سے ترکہ کی آیت کو منسوخ کیا جس کی قوم مجاز نہ تھی۔ اس کی تصریح آگے آتی ہے۔ اس پر طرفہ تر ظلم یہ کہ ترکہ کی آیتوں کی یہی روایتوں سے اصلاح کرکے وصیت ثلث میں جاری کی۔ ثلث میں وصیت کا جاری ہونا قرآن میں نہیں اس لئے ترکہ کی آیت بھی اپنی جگہ پر نہ رہی۔ خدا کا کلام بچوں کا کھلونا بنا دیا گیا، اور یوں کتاب اللہ کے پرخچے اوڑائے گئے۔ اے خدا یہ حال تیرے مسلمانوں کا ہوگیا۔

ترکہ کی تین آیتیں ہیں، اور ہر ایک آیت میں خدا نے وصیت کی تائید فرمائی ہے من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین (ترکہ بعد تعمیل وصیت اور بعد ادائے دین تقسیم ہوگا) بعد وصیۃ کے معنی نسخ وصیۃ کے نہیں ہیں۔ بلکہ بعد کے معنی یہ ہیں کہ وصیت سے مال بچ رہا یا وصیت نہ کرسکا تو اس کی طرف سے خدا نے وصیت کردی۔ اسی لئے ترکہ کی آیت میں خدا نے ابتدا ہی میں یوصیکم اللہ اور انتہا میں وصیۃ من اللہ فرمایا۔ خدا وصیت کرتا ہے یعنی کوئی وصیت نہ کرسکا یا مال بچ رہا تو یہ خدا کی طرف سے وصیت ہے۔ اس لئے اس کو وصیت کی آیت یا وصیت کی آیت کا تتمہ کہو خدائی وصیت کو ترکہ کی آیتیں نہ کہو۔

مطلب یہ ہے کہ اصل شئے وصیت ہے مفروضۂ خداوندی۔ وصیت سے مال بچ رہا یا وصیت نہ کرسکا تو اس کی طرف سے خدا نے وصیت کردی وصیۃ من اللہ اور خدا نے بھی وصیت یا ترکہ کی تقسیم والدین اور اقربوں ہی کے حق میں کی۔ وصیت کی آیت میں وصیت کا حکم دیا تھا للوالدین والاقربون۔ اپنی وصیت یعنی ترکہ کی آیت میں خدا نے انہیں کو تقسیم کردیا۔ اور اپنا اصول بتا دیا للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون (ہر آدمی مرد ہو یا عورت والدین اور اقربون کا وارث ہے) اور لکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون۔ اس کی ترکیب یوں ہوگی لکل الوالدین والاقربون

جعلنا وراثاً مما ترکوا (یعنی متروکہ والدین اور اقربا میں ہم نے والدین اور اقربا کو وارث بنایا) ترکہ کی آیت میں والدین اور اقربوں کو ترکہ تقسیم کرکے بتایا۔ وہ اقربون والدین، اولاد، زن وشو، اور بھائی بہن ہیں یعنی یہی موصی بھی، یہی موصی لہ بھی یہی مورث بھی، یہی وارث بھی، اور یہی ذوی الفروض ہیں۔ انہیں کے حق میں وصیت کا حکم دیا گیا، اور انہیں کے حق میں خود بھی وصیت فرمائی۔ اور ان سے دور کے قرابتمند ذوی القربیٰ ٹھہرے۔

غرض اصل شے مفروضہ خداوندی وصیت ہے۔ وصیت نمو تو خدائی وصیت ہی وصیت کا حکم دیکر خدا نے مجبوروں کی حمایت کی ہی۔ ولیخش الذین لوترکوا من خلفھم ذریۃ ضعافاً خافوا علیھم فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولاً سدیدا (اگر وہ ایسی کمزور اولاد چھوڑ مریں جس کی طرف سے وہ خائف ہوں تو خدا سے ڈریں اور وصیت ذرا سمجھ کر کریں) یعنی کمزور اولاد کا خیال کرجائیں مثلاً دو اولاد خوشحال اور فارغ البال چھوڑیں، اور دو تعلیم و پرورش تک کو محتاج، تو ان مجبوروں کا خیال کرنا مقدم ہوگا یوں مساوی بانٹ دینے میں ممکن ہے کہ یہ کمزور اولاد فاقہ مست ہو جائے، ماری ماری پھرے، بدچلن اور دین فروش ہو جائے علیٰ ہذا بوڑھے، اندھے، مجبور والدین ٹھوکریں کھا کھا مریں، اس لئے خدا نے وصیت فرض کی کہ مالک مال اپنے مال کا مالک ہی اور وارثوں کی ضرورتوں سے واقف تر، وہ حسب ضرورت وصیت کرجائے اور مجبوروں کا خیال مقدم کرے۔ مگر قوم نے کس دلیری اور کج حجتی سے نافرمانی کی، اور وصیت کو اُٹھا پھینکا، حالانکہ واللہ یحکم لا معقب لحکمہ (خدا حکم کرتا ہی اور اس کے حکم کو کوئی اُٹھا نہیں سکتا) رسول بھی نہیں۔ مگر قوم احبار پرست ہوگئی ہی، خدا کی عدول حکمی ہو تو ہو مگر راویوں پر حرف نہ آئے، علما کی رایوں کے خلاف نمو تو ایمان ہو اسی پر بس نہیں۔ وارثوں کو محروم کرنے کے لئے محجوب کا شاخسانہ کھڑا کیا گیا،

جس کا قرآن کہیں حامی نہیں۔ محجوب کا لفظ تک بدعتی ہے کہیں قرآن میں نہیں۔ مثلاً پوتا پوتی یتیم و بے کس، سرپرست باپ کا سایہ سر سے اُٹھا، ہر طرح مجبور، ہر طرح قابل رحم، ہر طرح قابل اعانت و دستگیری ہی، وہ بے قصور بے جرم ترکہ سے محروم کئے گئے محجوب کئے گئے، حالانکہ ولد میں داخل، اور باپ کے ترکہ کی باپ کی جگہ پر مستحق ہیں۔ اور ذریہ میں بھی داخل ہیں جو اوپر کی آیت میں خدا نے فرمایا۔ یتیموں کی ہزار طرح خبر لینے والے خدا نے جس نے یتیموں کی نسبت کیا کیا نہ کچھ فرمایا ہے کیا یتیموں کو اُس نے محجوب کر کے اُن پر ظلم کیا ہی۔ حاشا وکلا نہیں۔ یتیم علما کے مظلوم ہیں۔

یہ ظلم خدا کا نہیں ہی، اُس نے کسی کو محجوب ہی نہیں کیا خلّاق فطرت نے اسی لئے وصیت فرض کی۔ مسلمانو! اسلامی قانون کی قرآن کی روشنی میں نظر ثانی کرو۔

خدا نے فرمایا ولقد ھمت بہ وھم بھا لولا ان رّا برھان ربہ (اُس عورت نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف رغبت کی۔ اگر یہ برہان رب نہ دیکھے ہوتے تو یہ بھی رغبت کرتے، مگر حضرت یوسف علیہ السلام تھے پیغمبر برہان رب دیکھے ہوئے تھے۔ عباد مخلصین میں تھے جن کے پاس شیطان کا گذر ہی نہیں، وہ کس طرح اس عورت کی طرف راغب ہو سکتے تھے محفوظ رہے۔ بعد کی آیت میں خدا نے واضح بھی کر دیا ہی۔ اس میں کچھ جائے گفتگو نہیں۔ مگر قوم نے کیا کیا۔ تفسیروں کو اُٹھا کر دیکھو، بے باکانہ لکھتے ہیں کہ آپ نے بھی رغبت کی، بلکہ ازار تک کھولا۔ اور برہان رب یوں دکھائے گئے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تصویر سامنے آ گئی، اور آپ یہ تصویر دیکھ کر گناہ سے بچ گئے، یعنی خوف خدا سے نہیں بلکہ تصویر کی شرم سے۔ نعوذ باللہ پیغمبر کی شان اس سے کہیں ارفع ہی۔ معلوم نہیں کہ علما نے اس کا فیصلہ کیا کیا کہ وہ تصویر عکسی تھی فوٹو کی یا مورت تھی تاکہ فوٹو یا مورت کا جواز ثابت ہو۔ واقعہ سادہ تھا مگر یوسف زلیخا تصنیف ہو گئی۔ یہ سب بر بنائے روایت قرآن کی معناً تحریف ہی اور پیغمبر کے ساتھ استہزا۔ ایسے

مدعیانِ علم سے کون بچا رہا۔

خدا نے فرمایا واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشٰہ ۔ اور جب تم اُس شخص کو جس پر خدا نے بھی انعام کیا تھا اور تم نے بھی کہہ رہے تھے کہ نمبر۱ بیوی کو طلاق نہ دو نمبر۲ خدا سے ڈرو نمبر۳ تم دل میں چھپاتے ہو جس کو خدا ظاہر ہی کریگا، نمبر۴ تم لوگوں سے ڈرتے ہو اور اُس کا مستحق خدا ہے کہ تم اُس سے ڈرو، حضرت زید کا نام اس کے بعد ہی موجود ہے۔ یہ چاروں باتیں زمین نے نمبر دیدیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید سے فرمائیں، جب حضرت زید آپ کے پاس حضرت زینب کے معاملہ میں شکایت کرنے آئے، اور دل میں نیت تھی طلاق دینے کی جس کو لوگوں کے ڈر سے کہ برا بھلا کہیں گے کہ یہ آزاد غلام ہونے کے باوجود خاندانِ نبوت سے نباہ سکے دل میں چھپاتے تھے، آپ نے اُن کی نیت کو سمجھا، اور طلاق دینے سے روکا اور منع فرمایا، حضرت نے نہ مانا اور آخر طلاق دیدی۔ دین کے سوا باتوں میں صحابہ رسول اللہ کی کل باتوں کو حکم خدا نہیں سمجھتے تھے حضرت زید نے بھی آپ کے فرمانے کو مشورہ سمجھا اور طلاق دیدی، حضرت زید کا فرموئے نہ کا فر سمجھے گئے، اسی لئے سیاست پیغمبری کارفرما ہوئی، حضرت زید کے طلاق کے بعد خدا نے رسول کو حکم دیا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کرلیں تاکہ لے پالک کی مطلقہ سے نکاح کرنا جو بہو سے نکاح کرنے کے برابر سمجھا جاتا تھا اور جو اک مذموم رسم تھی کہ آپ ہی کے توڑے ٹوٹ سکتی تھی وہ توڑی جائے۔ جب اسلام نے لے پالک لینا ہی مٹا دیا تو لے پالک کی مطلقہ سے نکاح کو جائز قرار دینا ضرور تھا۔ اس کے بعد ہی کی آیت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا معاملہ جو قرآن سے بیان کیا گیا بہت صاف اور واضح

ہی جس پر کسی اعتراض کی گنجایش نہیں، مگر قوم نے روایت پرستیوں کے جوش میں راویوں کی امت بنکر اس آیت کو الٹی چھری سے ذبح کیا، اور نہایت مذموم اور قابل شرم طرح پر روایت بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب سے نکاح کا دل میں ارادہ رکھتے تھے، تو راویوں کی صحت کے لئے قرآن کے توڑ مروڑ کی ضرورت پیش آئی، اس لئے تخفی فی نفسك جو اس آیت میں ہے دل میں چھپانے کا مخاطب رسول کو قرار دیا۔ بے وجہ، بے دلیل، خلاف سیاق وسباق، صریح تحریف قرآن۔ کیا یہ بھی ممکن ہے کہ رسول جو فرما رہے ہیں کہ طلاق نہ دو یہ ظاہرا تھا اور دل میں چھپا ہوا تھا کہ اگر زید طلاق دیدیں تو ہم نکاح کرلیں گے۔ اے اللہ، تیری پناہ۔ زمین کیوں نہیں دھنس جاتی، آسمان کیوں نہیں پھٹ پڑتا، واقعی تیرے حلم کی تھاہ نہیں۔ خدا کی طرف سے یہ سخت ترین ناپاک الزام برگزیدہ اور خاتم رسل کے سر تھوپا جاتا ہے محض بے بنیاد کہ آپ دوسرے کی بیوی سے نکاح کی نیت رکھتے تھے، اور اس کو دل میں چھپا کر نعوذ باللہ منافقانہ فرما رہے تھے کہ طلاق نہ دو، تو خدا رسول کو دھمکاتا ہے کہ تم لوگوں سے ڈرتے ہو خدا سے ڈرو۔ مسلمانو کیا تمہارا یہی ایمان ہے، تمہارے فرقہ کے علاموں نے کیا تمہیں یہی پڑھایا ہے۔ اے امتیان محمدی کیا امتی ہونیکا حق یہی تم نے ادا کیا۔ انہیں روایت پرستیوں کے جھپیٹ میں مفسروں نے باوجود ادیبا اور علامہ ہونے کے تفسیروں میں بلاخوف خدا ورسول اس کو لکھ مارا، اور قرآن پر طبع آزمائی سے ذرا نہ ڈرے۔ حالانکہ اس کے بعد ہی کی آیت میں خدا فرماتا ہے الذین یبلغون رسلت اللہ ویخشونه ولا یخشون احدا الا اللہ (جو لوگ تبلیغ رسالت کرتے ہیں وہ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے) آپ بلاشبہ رسول تھے، مصیبتیں جھیل جھیل کر تا زیست تبلیغ رسالت فرماتے رہے، آپ خدا کے سوا کب کسی سے ڈرتے تھے، یہ تو رسول کی شان ہی نہیں۔ پھر خدا کا یہ کہنا کہ تم لوگوں سے ڈرتے ہو کیا خدا کی یہ شان ہو سکتی ہے،

کہ خود کہے کہ تم لوگوں سے ڈرتے ہوا ور خود کہے کہ رسول کی یہ شان ہی نہیں کہ ماسوا سے ڈرے۔ اس لئے نہ تخفی فی نفسك کے رسول مخاطب، نہ تخشی الناس کے رسول مخاطب۔ بلکہ تقول للذی سے صاف ظاہر ہے کہ ان چاروں باتوں کے جن پر میں نے نمبر بھی دیدیا ہے رسول متکلم ہیں اور حضرت زید مخاطب۔ اُس آیت کو جو اوپر لکھی ہی پھر سے پڑھ لو۔

قوم نے روایتوں کی بدولت رسول کو منافق بنایا، اور ماسوے اللہ سے ڈرنیوالا اور رسول بھیجنے والے خدا کو متشتت کلام کرنے والا، جھوٹا الزام لگانے والا، اور بہتان کرنے والا قرار دیا۔ سب پر اعتراض آئے تو اے، ایمان جائے تو جائے، مگر راویوں پر حرف نہ آئے، مفسروں پر دھبہ نہ آئے۔ ایسی روایتوں کی بدولت خود مسلمانوں نے رسول و رسالت پر اعتراضات کے دروازے منکروں کے لئے کھول دئے ہیں۔

اللہ اللہ تیرے پیارے رسول آخرالزماں کی امت اس حال کو پہونچ گئی ہی کہ خدا و رسول کی نسبت توڑ کر احبار و رہبان کی پوجاری ہوگئی ہے۔ یہ اُس رسول کی اُمت کا حال ہی جس کی محبت خدا کے ساتھ ساتھ خدا کی طرف سے فرض کی گئی ہی، اے خدا تیرے سوا کہیں پناہ نہیں۔ جب خیرالامم کا یہ حال ہوگیا تو بنی اسرائیل پر منہ آنیکا منہ نہیں ہا

خدا نے سب رسولوں کو دین اسلام ہی دیکر بھیجا۔ ان الدین عند اللہ الاسلام (خدا کے یہاں تو اسلام ہی دین اللہ ہے) سب رسولوں کو اُس نے مسلمان ہی فرمایا۔ سب کی آیتیں دینی طوالت طلب ہے تفصیل شرعۃ الحق میں دیکھو۔ رضیت لکم الاسلام دینا (ہم نے تمہارے لئے دین اسلام ہی کو پسند فرمایا) اور مہر کردی من یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ (جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کریگا تو وہ مقبول نہیں) قرآن مجید بھیجکر اُس نے فرمادیا اکملت لکم دینکم۔ (ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا) یہی قرآن دین اللہ ہے، یہی دین اسلام ہی

بھی دین کامل ہے، اس کے سوا کوئی دین مقبول نہیں، اس لئے اس نے تمہارا نام بھی مسلمان ہی رکھا۔ ھو سمٰکم المسلمین من قبل و فی ھذا (اُس نے تمہارا نام بھی مسلمان ہی رکھا پہلے بھی اور اب بھی)۔ مگر تم کو خدا سے واسطہ نہ رہا تو اُس کا رکھا ہوا نام بھی تم کو نہ بھایا اور قرآن کی طرح وہ بھی مجمل معلوم ہوا۔ تو تم نے اُس کے ساتھ بھی بدعتی ناموں کا اضافہ کیا اور تفصیل کے لئے اپنے کو مختلف ناموں سے موسوم کرنے لگے، جو خدائی دفتر میں نہیں، رسول کے دفتر میں نہیں، کوئی سنی بنا کوئی شیعہ کوئی رافضی، کوئی خارجی، کوئی وہابی، کوئی اہل سنت، کوئی اہل سنت والجماعت، کوئی اہلِ قرآن، کوئی اہل حدیث، کوئی اہل فقہ، حنفی، حنبلی، مالکی، شافعی، کوئی بہائی، کو آغا خانی، کوئی قادیانی۔ علیٰ ہذا سینکڑوں ہیں۔ حالانکہ جن کا کلمہ سب پڑھتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو ان فرقوں میں نہ تھے، نہ آپ کے صحابہ کسی فرقہ میں تھے، سب کے سب مسلمان حنیف تھے قرآنی یا خدائی مسلمان، کیونکہ وہ خدا پرست تھے انسان پرست نہیں۔

مسلمانو! اگر نبی آخر الزماں کی امت بنا چاہتے ہو تو ان بدعتی فرقوں سے نکل جاؤ، اور اپنے کو مسلمان ہی کہا کرو جو اپنے کو خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، اور ان بدعتی ناموں سے جو رسول کے ساتھ منسوب نہیں توبہ کرو، اخلاص کی روش اختیار کرو جس میں ماسوے کی آمیزش نہو۔ الا للہ الدین الخالص (ہوشیار خدا کے لئے تو دین خالص ہی ہے) ماسوے کی آمیزش سے پاک، جس میں نہ کوئی علیہ السلام داخل ہے، نہ رحمۃ اللہ علیہ، نہ رضی اللہ عنہ، نہ قدس سرہ، تو اخلصوا دینھم للہ (اپنے دین کو خدا کے لئے خالص کرو۔ اسی لئے فرمان خداوندی ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا (سب کے سب قرآن کو مضبوط دھر لو اور فرقہ بندی نہ قایم کرو) قرآن ہی رحمۃ، نور، ھدایت، خدا اسی کے لئے صراط مستقیم، صراط اللہ، اور حبل اللہ

ہے اور یہی کلام اللہ ہے، تو بس قرآن کو مضبوط دہر لو، اور فرقہ بندی تو گمراہوں کی شان اور بدبختوں کی روش ہے، اس سے استغفار کرو۔ کہ وہ ممنوع خداوندی ہے۔

افسوس قرآن کے خلاف روش تم نے اختیار کی اور قرآن ہی کو چھوڑا۔ عمل کے لئے قرآن کو مجمل، بغایت ادق، بغایت مشکل، سمجھ سے پرے، معمہ چیستان، ناقص ناکارہ، اور ناکافی سمجھ کر تم نے فاتحہ چہارم، ورد و وظائف، عملیات وصال معشوقہ ہلاکت دشمن، فتحیابی مقدمات، توسیع رزق، وغیرہ وغیرہ ضرورتوں کے لئے اٹھا رکھا، اور اسلام کے اعضا کو کاٹ کاٹ کر فرقہ بندی قائم کی جس نے اسلام کو پاش پاش کر دیا، اور اس کا جنازہ ہی نکال دیا، اور بجائے اس پر ماتم کرنے کے کل حزب بما لدیھم فرحون (ہر فرقہ اپنے حال میں مست ہے) اور اس مستی میں ایک دوسرے پر حملہ آور۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدا نے کتنا سمجھایا فاستمسك بالذی اوحی الیك انك علیٰ صراط مستقیم و انه لذکر لك ولقومك وسوف تسئلون (قرآن کو مضبوط دہر لو، بے شک تم صراط مستقیم پر ہو اور بے شک یہ قرآن تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے، اور عنقریب تم سے باز پرس ہوگی) کہ تم نے قرآن پر عمل کیا یا نہیں، اور خدا کی نصیحتوں کو جو قرآن میں ہیں تم نے سُنا یا بہرے بن گئے، جو کل جواب دوگے وہ آج دے لو۔

خدا نے ہر ہر قوم میں رسول بھیجا اس لئے سب کی ندا ہوئی یا قوم اعبدوا اللہ (اے قوم خدا کے فرمان پر چل) عبادت کے معنی نماز و روزہ ہی کے نہیں ہیں بلکہ فرمان پر چلنے کے ہیں۔ آخر میں خدا نے آپ کو ساری دنیا کے لئے بھیجا وما ارسلنك الا کافة للناس (ہم نے تم کو ساری دنیا کے لوگوں کا رسول بنا کے بھیجا ہے۔ اس لئے آپ کی ندا ہوئی یا ایھا الناس اعبدوا ربکم (اے لوگو! خدا کے فرمان پر چلو تیسری کوئی صورت نہ رہی اس لئے رسالت آپ پر ختم ہوئی تو خدا نے فرمایا ولکن رسول اللہ

وخاتم النبیین (لیکن محمد خدا کے رسول اور خاتم النبیین ہیں) لغت میں خاتم کے معنی ما یختم بہ الشیٔ کے ہیں جس پر کام ختم کیا جائے اسی لئے مجازاً نگینہ دار انگوٹھی کو خاتم کہتے ہیں، چھلّے کو نہیں، چونکہ نگینہ میں مہر ہوتی ہے، اور مہر سے تحریر کی تکمیل ہوتی ہے اس لئے خاتم کے مجازی معنی نگینہ دار انگوٹھی ہیں اور اصلی معنی ہیں "جس پر کام ختم ہو" خدا نے سلسلۂ رسالت آپ پر ختم کر دیا۔ چونکہ خلاقِ فطرت کا کلام، اُس کے احکام و ہدایات، فطرت کے مطابق ہونے ضرور ہیں اس لئے فطرت کے مطابق سارے رسولو کو ایک ہی ہدایت اور نور دیا گیا۔ اور یہی قرآن سب دینوں میں نازل ہوا ساری قوموں نے کتاب اللہ کو ضائع کیا اس لئے یہ قرآن سارے کتب الٰہیہ کا مہیمن اور محافظ بھی ہوا۔ اسی لئے آپ کی رسالت ساری دنیا کے لئے ہوئی اور اسی لئے قرآن کی حفاظت کی ضرورت پڑی انا لہ لحافظون (ہم خود اُس کے محافظ ہیں)۔ اُس کے وجود کے کہ وہ ہمیشہ رہیگا۔ اور تحریف سے بھی کہ قرآن میں تحریف بھی داخل نہیں ہو سکتی لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ (قرآن میں ادھر اُدھر کسی طرف سے باطل آمیزش نہیں پا سکتا۔ علما نے کوششیں بہت کیں مگر الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما نکالاً من اللہ (بوڑھے اور بوڑھی جب زنا کی مرتکب ہوں تو اُن کو سنگسار کرو، یہ خدائی سزا ہے) یہ تحریف قرآن میں داخل نہ ہو سکی۔ حفاظ حاملان وحی کے سینے حفاظت خداوندی کے قلعے ہیں جہاں تحریف کا ہاتھ اور قلم نہیں پہونچ سکتا۔

خدا نے فرمایا شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (ہم نے تمہارے لئے اُس دین کو شریعت بنا دیا جسکا حکم نوح کو دیا تھا، اور جس کی وحی ہم نے تمہاری طرف کی ہے، اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا، اور یہ بھی کہ اس دین کو قائم رکھنا اور پھوٹ نہ ڈالنا) اس آیت سے ظاہر ہوا کہ سب کا دین ایک سب کی

شریعت ایک، اور سب کو حکم تھا کہ اس دین پر قایم رہو اور پھوٹ نہ ڈالو۔ مسلمانوں کا عقیدہ
یہ کہ میرے دین کے سوا سب کا دین کھوٹا تھا۔ میری شریعت کے سوا سب کی شریعت
ناقص تھی، جب خدا ایک شریعت فرما رہا ہے تو صلوٰۃ و زکوٰۃ بھی ازلی فرض ہے اور ایک
ہی ہی، قوم اس اصطلاح سے واقف تھی۔ تفصیل شرعۃ الحق میں دیکھو۔ بہرحال خدا کی دی
ہوئی شریعت تو قرآن مجید ہے مگر وہ بغیر آمیزش قصے کہانیوں کے مسلمانوں کو روکھی
پھیکی معلوم ہوئی، مجمل، ناقص، اور ناتمام معلوم ہوئی اس لئے اب شرع شریف کے
معنی قرآن مجید کے نہیں بلکہ مصنفات انسانی صحاح و فقہ و فتاوے کے ہیں۔ یہ ہی دین
میں پھوٹ کی بنیاد جو ممنوع خداوندی ہے، اور کیسا ممنوع حضرت نوح علیہ السلام کی
کتاب سے لیکر قرآن تک۔ جیسا کہ اوپر کی آیت میں ہے لا تتفرقوا فیہ۔ مگر اسکی نافرمانی سب نے کی
باوجودیکہ علام الغیوب نے فرما دیا تھا ام لھم شرکوء اشرعوا لھم من الدین
مالم یاذن بہ اللہ (کیا اُن کے شرکا ہیں جنہوں نے اُن کو شریعت بنا کے دی جس کا
حکم خدا نے نہ دیا تھا) ہوا تو ایسا ہی، شرکا قایم ہوئے، اور بہتیرے ہوئے، اس آیت
سے یہ واضح ہے کہ خدا کی دی ہوئی دینی شریعت قرآن ہی ہے، اور قرآن سے فاضل احکام
جس کا حکم خدا نے نہ دیا وہ خدائی شریعت نہیں انسانی شریعت ہے۔ جب تو شریعت
جاننے کے لئے اونٹوں کتابیں درکار ہوگئیں، جن سے قرون اولیٰ کا زمانہ پاک ہے۔
قرآن سے باہر حرام و مشتبہ۔ مکروہ اور مکروہ تحریمی کی ایک طویل فہرست تیار ہوگئی،
اور باہمہ طبع آزمائیوں کے ہنوز غیر منفصل۔ باوجودیکہ حکم تھا لا تحرموا طیبات ما احل
اللہ لکم (خدا کے حلال کئے ہوئے کو حرام نہ کرو) مگر قوم نے کیا۔ یہود کے مغضوب ہونیکے
وجوہات میں اک یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے حرام ہی کو حلال نہیں بلکہ حلال کو بھی
حرام کیا تھا۔ دونوں عدول حکمی ہے اور دونوں مساوی جرم۔ مسلمانوں نے بھی ان
آیتوں سے اعراض کیا۔ حالانکہ خدا نے حرام کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مجاز

نہ کیا تھا لم تحرم ما احل اللہ لک (جس کو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا اُس کو کیوں حرام کرو مگر قوم حرام کرنیکی مجاز ہو گئی۔ سونا اور ریشم مردوں کے لئے حرام کیا۔ ساری زینت مردوں کے لئے حرام کردی گئی کہ تم مفلس قلاش لنگوٹے رہو اور فرمان یہ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبت من الرزق قل ھی للذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیمہ (اے رسول کہدو کہ زینت جو خدا نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی اُس کو کس نے حرام کیا' علی ہذا رزق کی ستھری چیزیں' ہاں کہدو کہ زینت تو مومنوں کے لئے ہے اس دنیا میں' اور اُس دنیا میں تو بلا شرکت الغیرے مومنوں ہی کے لئے) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمان خداوندی کے مطابق قرآن سے حکم دین اور بالاعلان فرمائیں اور بحکم خداوندی فرمائیں قل لا اجد فیما اوحی الی محرما الخ (کہدو کہ ہم فلاں فلاں چیزوں کے سوا حرام قرآن میں اور تو نہیں پاتے) اپنے جی سے حکم نہ دیتے تھے' فرمان تھا فاصبر لحکم ربک (حکم خداوندی کے منتظر رہا کرو۔ اس پر بھی قوم نے کھلی کھلی نافرمانی کی۔ یا بربنائے روایت کی' یا بربنائے نفسانیت کی گرکی۔

خدا نے تاکید پر تاکید فرمائی ثم جعلنٰک علی شریعۃ من الامر فاتبعھا (ہم نے اپنے حکم سے تمہارے لئے شریعت بنا دی ہے بس اُسی کا اتباع کرتے رہنا) مگر قوم کو قرآن کی ناقص شریعت درکار نہیں۔ اُس کو ایسی شریعت درکار رہی جس میں جوتے کا بھی حکم ہو' جس میں فیشن کا بھی حکم ہو' جس میں مسواک کرنے' استنجا کرنے' کلوخ کے استعمال کے طریقے اور گتیاں بھی ہوں' اور جس میں چھینکنے اور کھانسنے کی بھی ہدایت ہو' جس میں سوال مسائل کے جائز اوقات بھی مقرر ہوئے ہوں' اور جس میں عقل جکڑ دی گئی ہو کہ اب عقل کا کوئی کام نہ رہا۔ سند یہ کہ اھل الجنۃ بلہٗ (جنتی بے وقوف ہوتے ہیں) اور قرآن میں خدا نے عقلی دلائل سے سمجھایا ہے عقل سے کام لینے کی ہدایت

اور تاکید فرمائی ہی، لعلکم تعقلون سے قرآن بھرا ہوا ہی۔
خدا نے فرمایا وانزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئ (ہم نے تم پر ایسی کتاب اتاری ہی جو دین کی ہر بات کو کھول کر بیان کر دیتی ہی) تو قرآن ہی دین اللہ ہے جو قرآن میں نہیں وہ دین اللہ نہیں۔ اور جو دین نہیں اُس کے لئے خدا نے عقل دی ہی، عقل بیکار اور ضائع کرنے کو تو دی نہیں تو اس سے کام لو۔ ہاں عقل ٹھوکریں کھائے اور بے راہ روی سے دین میں رخنے ڈالے، اور اختلافات پیدا کرے تو وما اختلفتم من شئ فحکمہ الی اللہ (جس میں تم مختلف فیہ ہوا کرو تو اُس کا فیصلہ قرآن میں ڈھونڈھو) وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ (ہم نے قران تم پر اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگوں نے جو اختلافات برپا کر رکھے ہیں اُن کو واضح بیان کر دے) اسی اختلاف نے سب دینوں کو تباہ کیا، مگر افسوس ہے کہ قرآن جو اختلاف مٹانے آیا تھا وہ بھی اختلافات کا آماجگاہ بن گیا تو یہ بھی سنتہ اللہ کے مطابق ہی ہوا فطال علیھم الامد فقست قلوبھم (امتداد زمانہ سے اُن کے قلوب سخت ہوگئے) تو اس کا لازمی نتیجہ تھا اختلاف۔ پھر یہ اختلاف کی ٹڈی کس بہاڑ سے اُٹھی کہ کتاب اللہ ہی کو چاٹ گئی، تو خدا نے فرمایا وما اختلف الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءھم العلم بغیًا بینھم (نہ اختلاف کیا اُن لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی تھی مگر علم آنے کے بعد (یعنی علمانے) آپس کی عناد اور سرکشی کی وجہ سے) علما کے اختلافات اور طبع آزمائیوں نے قرآن کے ساتھ بدعت کا اضافہ کیا، فرقے بنائے، خدائی اور نبوی یعنی قرآنی شریعت کو تباہ کیا اور ماسوے کو شریک شریعت بنایا اور شرک فی الشریعت میں مبتلا ہوئے، خدا کے حکم میں غیر کو شریک کیا اور شرک فی الحکم کے گڑھے میں گرے جب خدا کو چھوڑا اور فرقہ بندی میں پڑے تو فرقہ کی پاسداری میں حق کیونکر دکھائی دے۔ حق و باطل کی آمیزش کی اور حکم تھا لا تلبسوا الحق بالباطل (باطل کو حق کے ساتھ

نہ ملاؤ) مگر خدا کے حکم کے خلاف کیا کچھ اٹھ رہا جو نہ کیا گیا۔ افسوس قرآن اس سلوک کا مستحق نہ تھا۔ ایسوں کی نسبت خدا کا فرمان ہے ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیء (جن لوگوں نے فرقہ بندی قایم کی اور جماعت در جماعت ہو گئے اے رسول تم کو اُن سے کوئی واسطہ نہیں) رسول کو واسطہ نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ کافروں کے لئے تو تبلیغ کا دروازہ کھلا ہوا ہے مگر فرقہ پرستوں کے لئے تبلیغ کا دروازہ بھی بند ہوا۔ دیکھ لو دہریہ گوشِ شنوا رکھتا ہے مگر فرقہ پرست فرقہ پرستی میں اندھا اور بہرا ہے؛

اے لوگو۔ قرآن پر ایمان ہے تو قرآن کی سنو۔ منافقانہ ایمان، زبانی دعوے لایعنی مباحث کچھ کام نہ دیں گے۔ احبار پرستی، رھبان پرستی، اور ساری ماسوا پرستی گمراہ ترین اور اضل سبیلا میں داخل ہے۔ کیا تم کو یہ بھی دکھائی نہیں دیتا یاایھا الذین اٰمنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ (مومنو! بہت سے احبار و رہبان یعنی علما و فقرا لوگوں کا مال ناجائز کھاتے ہیں اور خدا کی راہ سے روکتے ہیں) لالچ، نفس پرستی، دنیا پرستی، اور فرقہ بندی و بدعات کے ملمع کاریوں سے ایسا ہی اور مذاہب میں تھا اور ایسا ہی اسلام میں ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے برگزیدہ رسول تھے، تبلیغ کلام اللہ کے مامور یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک (اے رسول قرآن مجید کی تبلیغ کرتے رہو) اور بشیر تھے بشر المومنین، بشر المخبتین، بشر المحسنین، بشر الصٰبرین۔ علیٰ ہذا ہر طرح کی بشارتیں قرآن میں موجود ہیں۔ اور آپ نذیر تھے، تو انذار کے لئے بھی حکم تھا وانذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربھم (جن لوگوں کو یہ خوف ہو کہ ہم ایک دن خدا کے حضور میں حاضر کئے جائینگے (یعنی یوم آخرت پر ایمان ہو) اُن کو قرآن سے انذار کرتے رہو) آپ قرآن ہی سے انذار کے بھی مامور تھے۔ اس لئے جو بشارت یا انذار قرآن

سے نہ پایا جائے اُس کو آپ سے تعلق نہیں، وہ رسول کا انذار نہیں راویوں کا انذار ہوگا جو خدا کو ڈراؤنا بنا وے کہ بجائے ففروا الی اللہ کے کہ خدا کی طرف بھاگو، وہ ففروا من اللہ خدا سے بھاگیں۔ اسی طرح آپ مامور تھے کہ صرف قرآن مجید کا اتباع فرمائیں اتبع ما اوحی الیك من ربك (قرآن مجید کا اتباع کرتے رہو) اسی طرح آپ مامور تھے کہ قرآن ہی سے حکم دیا کریں فاحکم بینھم بما انزل اللہ (حکم قرآن سے دیا کرو) ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك ھم الکفرون (جو قرآن سے حکم نہ دے وہی کافر ہے) آپ سے بڑھ کے فرمان خداوندی کا معمل کون۔ آپ کا اتباع کامل اور آپ کا حکم یعنی آپ کا قول وفعل دینی بحکم خداوندی ہی قرآن مجید تھا۔ جب آپ کا قول وفعل قرآن مجید ہی تو اطاعت رسول اطاعت اللہ ہی۔ یہ معنی ہیں اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے اور یہ معنی ہیں من یطع الرسول فقد اطاع اللہ کے (اطاعت کرو خدا ورسول کی، جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے خدا ہی کی اطاعت کی) دو اطاعت نہیں۔ اسی لئے ہر جگہ اطیعوا الرسول آیا ہے اطیعوا محمدا کہیں نہیں یعنی اطاعت من حیث رسالت فرض ہے، رسول کی یہ شان نہیں کہ وہ کہے کونوا عبادا لی من دون اللہ و لکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون ولا یامرکم ان تتخذوا الملئکۃ والنبیون اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون (کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو بلکہ وہ تو یہی کہیگا کہ قرآن جو تم پڑھتے پڑھاتے ہو اُس کے مطابق تم اللہ والے ہو، تم کو یہ ہرگز حکم نہ دیگا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لو کیا مسلمان ہونے کے بعد وہ تم کو کفر کا حکم دیگا) مسلمانو! قرآن پر ایمان لاؤ اور کفر کی اس شان کو بھی دیکھو اور خدا سے ڈرو۔ اسی لئے فرمان صادر ہوا قل انما اتبع ما یوحی الیّ من ربی ھذا بصائر من ربکم وھدًی ورحمۃ

(اے رسول کہدو کہ ہم تو بس وحی خداوندی کے متبع ہیں، یہی قرآن تمہارے لئے بصیرت ہدایت اور رحمت ہے) مسلمانو! کیا تم کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہی کلام اللہ کتاب اللہ ہی، یہی سنت رسول اللہ ہے، یہی شریعۃ اللہ ہے، یہی حکمت اللہ ہی منزل من اللہ وانزلنا علیک الکتاب والحکمۃ۔ واؤ تفسیریہ ہی یہی حکمت ہے نزول میں داخل، یہی بصیرۃ اللہ ہے، یہی ہدایت اللہ ہے، یہی رحمۃ اللہ ہے اگر نہیں معلوم ہوتا تو دل کی آنکھیں قدح کراؤ مگر قرآن کے پرخچے نہ اڑاؤ۔

ایک شان تو آپ کی رسالت کی تھی جو بیان ہوئی۔ دوسری شان آپ کی بادشاہت اور اولوالامر کی ہے۔ جو حکم قرآن میں ملتا یا خدا حکم دیدیتا اُس کی آپ تبلیغ فرمادیتے تھے اس سے فاضل احکام سلطنت رانی وغیرہ کے احکام اولوالامر میں داخل ہیں مثلاً طریقہ وصولی زکوٰۃ، طریقہ جنگ غیراقوام سے تعلقات معاہدہ وصلح احکام اولوالامر کی اطاعت بھی مفروضہ خداوندی ہے۔ اس کے سوا ارشاد خداوندی ہی وشاورھم فی الامر (کاموں میں لوگوں سے مشورہ کیا کرو۔ آپ مشورہ بھی فرماتے تھے، اور مشورہ کا حق بھی ادا کرتے تھے، اپنی رائے کی جگہ پر دوسروں کی رائے کو بھی باہمہ منصب رسالت قبول فرماتے تھے۔ پھر مسلمانوں کو حکم ہوا کہ اولوالامر کی اطاعت کرو اور بغاوت وفساد نہ پھیلاؤ۔ اولوالامر کی اطاعت سے بغاوت فساد پھیلانا ہے یہ جائز نہیں۔ مگر اولوالامر کی اطاعت تاحیات ہے جب تک وہ اولوالامر ہے اُس کے بعد جو اولوالامر آئے اُس کی اطاعت خدا و رسول یعنی قرآن کی اطاعت کے بعد فرض ہوگی۔ وہ سیاسیات میں ملکی مصالح کے لحاظ سے حسب اقتضائے زمانہ حکم صادر کرتا رہیگا اور اُس کی عدول حکمی ناجائز ہوگی۔ ایسی ہی اطاعت نبی کے بعد جو خلفا یعنی بادشاہ اور اولوالامر ہوئے اُن کی ہوتی رہی۔

انسانی کاروبار جو بہ اقتضائے بشریت ہیں مثلاً قومی لباس، آپس کی ملاقاتیں،

آپس کی گفتگو میں۔ طرز معاشرت طریق تمدن یہ تمہاری عقل پر چھوڑے گئے ہیں۔ عقل سے اصلاح کرتے رہو اور بہتر بناتے رہو۔

دین عقل کے ہر جوڑ بند کو کسنے والا نہیں بلکہ راہ دکھانے والا ہے۔ اگر دین تمہارا صاف ہو اور ماسوا کی ناپاکیوں سے پاک ہے تو تمہاری عقل کی راہ بھی صاف او استوار ہوگی

تیسری شان آپ کی تکمیل بشریت کی تھی۔ قرآن سے باہر بشریت کے کل کام، ضروریات فطرت، عورتوں بچوں کے ساتھ گفتگو اور علیٰ ہذا بشریت کے کل کام نہ سب ماتحت رسالت تھے، نہ سب منزل من اللہ، نہ سب کاموں کے لئے حضرت جبریل علیہ السلام بطور مصلح و مشیر کے ساتھ ہی رہتے تھے، نہ ہر وقت وحی و نزول ہوتا رہتا تھا۔ یہ آپ کی تکمیل بشریت کی شان انسانی تکمیل کی غایت ہے، جس مقصد کے لئے قرآن نازل ہوا، اور جس مقصد کو آپ نے پورا کر دکھایا، اور ہدایتاً دکھلا دیا کہ قرآن مجید کی بہ اخلاص اطاعت کرو تو تکمیل بشریت کا اعلیٰ مقام رسالت سے فروتر سہی حاصل کر سکتے ہو۔ اگر رسول کے سارے کام حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم ہوں تو رسول کی تکمیل عقل اور تکمیل بشریت اور تکمیل شان عبودیت کہاں رہی اشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔

تو رسول کی علوم مرتبت سے حدیث قطعی فرمودہ رسول، ناسخ قرآن، مصلح قرآن، قاطع حدود اللہ ہو جائے گی، بلکہ رسول پر بہتان ہوگا، راویوں پر ایمان لا کر جن کو خدا و رسول نے ایمان میں داخل نہ کیا حدیث سے رسول پر اعتراضات و اتہامات کے دروازے تم نہیں کھول سکتے اور خدا و رسول کے دئے ہوئے قرآن کو جو قطعی ہے تم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ فمن اظلم ممن کذب بآیات اللہ وصدف عنہا سنجزی الذین یصدفون عن اٰیتنا سوء العذاب بما کانوا یصدفون (اس سے ظالم تر کون ہے جو خدا کی آیت کو جھٹلائے اور اس سے کترائے تو ہم ان کو اس کترانے کے سبب برے عذاب کی سزا دینگے) اے لوگو! خدا سے ڈرو، اور اب بھی ہوش کرو، توبہ کا دروازہ

بندنہیں توبوا الی اللہ جمیعاً ایہا المومنون لعلکم تفلحون (مومنو! سب کے سب ملکر توبہ کرو اور خدا کی طرف رجوع کرو تاکہ فلاح پاؤ)

اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہاں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت فرض ہے، من حیث رسالت آپ کی اطاعت بھی فرض ہی جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اور آیتیں پیش کی گئیں۔ اس لئے اُٹھو اور اطاعت رسول کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ۔ ظاہراً بھی باطناً بھی۔ دل سے بھی جان سے بھی، تاکہ تم انسان کامل بنو، اور تمہارا داخلہ رسول کی امت میں ہو،

سنو سنو رسول کی اطاعت جس کی شان تھی انما اتبع ما یوحی الی من ربی یعنی قرآن ہی کا اتباع کرتے ہیں، بس یہی تمہارا نصب العین ہونا چاہئے۔ اگر تم اس کے لئے تیار ہو گئے اور جان و دل سے تیار ہو گئے کہ میرا عمل قرآن مجید ہی ہو گا تو تم کو قرآن میں اول چیز یہ تلاش کرنی ہو گی کہ مرکز عمل کیا ہوا ور مقصود بالذات کیا۔ کیونکہ جب تک انسان کا مرکز یا مقصد نہیں ہوتا منزل مقصود تک رسائی نہیں ہوتی۔ وہ ٹھوکریں کھاتا پھرتا، اور آخر کار تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ جو حال آج کل کے مسلمانوں کا ہے، کوئی مرکز عمل نہیں، اس لئے متشتت الحال اور خواہش نفسانی کے دیوانے ہو رہے ہیں۔ جس کا کوئی مقصد ہی نہیں تو اس کو حاصل کیا ہو۔ اے بھائیو مرکز عمل کے بغیر کام نہیں چلتا۔

تمہارا مرکز عمل اعلیٰ و ارفع، خدا کا حکم کیا ہوا رسول کا سکھایا ہوا، صحابہ کا برتا ہوا وہ مرکز ہی جس میں ناکامی نہیں، جس کی ناکامی بھی کامیابی کا زینہ ہے۔ وہ قرآن تم کو

بتا رہا ہے کہ وہ خدا ہے خدا لا الہ الا اللہ (خدا کے سوا کوئی مقصود نہیں) آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مرکز عمل یہی تھا جس کی گواہی خدا نے دی تھی۔ قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذلک امرت (اعلان کردو کہ میری نماز، میری عبادت، میری حیات و موت تک خدا کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور ہم اسی کے مامور ہیں) آپ کے سارے کام کیا مذہب کیا سلطنت کیا جنگ یا تمدن اور طرز معاشرت کے، اور سارے قومی کارنامے، سب خدا کے لئے خدا کی رضا کے لئے تھے۔ آپ کے دین و دنیا کے کل کام چونکہ خدائی مرکز پر تھے اس لئے سب کامل و مکمل تھے، یہی رفتار تھی صحابہ کی خدا نے ان کو بھی دین و دنیا میں کامیاب و سربلند کیا، اور ہر طرح کے انعام سے مالا مال کیا۔ جب مرکز اعمال خدا ہوا تو نفسانیت قلعہ بند ہو کر مردہ ہوگئی اور کسی معاملہ میں کسی خدمت قومی میں تصادم نہ ہوا۔ اس مرکز پر جتنے دوائر کھینچے گئے وہ متوازی ہوئے ایک دوسرے کے قطع کرنے والے نہیں۔

خدا کے بتائے ہوئے اس خدائی مرکز پر دائرہ کھینچا گیا محمد رسول اللہ کا یہ آپ کی رسالت کا قرآنی دائرہ بہت وسیع دائرہ ہے جس میں دین و دنیا دونوں کی سمائی ہے صحابہ کے اعمال کے جتنے دوائر کھینچے گئے وہ اسی مرکز پر، اور قرآنی دائرہ کے اندر چونکہ مرکز ایک رہا کسی دائرہ میں تصادم نہوا اور اتحاد عمل کا نور برستا رہا۔

تم بھی اگر مسلمان ہو، اگر رسول کی امت ہو، اگر رسول کی تمہارے دل میں محبت ہے جو مفروضۂ خداوندی ہے جس کی آیت اوپر دی گئی ہے، اگر رسول کی اطاعت کرنی چاہتے ہو، تو تم اسی مرکز پر اسی دائرے کے نیچے، اسی آیت کے تحت میں اپنے اعمال کا دائرہ کھینچو کہ یہ ہے اطاعت رسول کی یہ ہے اسوۂ حسنہ رسول کا، اگر اسوۂ حسنہ کو عام سمجھتے ہو۔ تاکہ دین و دنیا کی نعمتیں تم پر نچھاور ہوں۔ تاکہ زکوٰۃ سے تمہارا خزانہ

بھرے، تاکہ جہاد فی سبیل اللہ سے تم کو آزادی دونوں جہان کی حاصل ہو، اور تمہاری شان ہو جائے کہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون (نہ اُن کو خوف ہوتا ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں) نہ کسی کا خوف نہ کسی بات کا غم۔ یعنی خدائی مشین ہو جاؤ جو اپنے مرکزی قوت سے دین و دنیا کے دائرے میں چل رہی ہو، اگر ایسا کر لیا تو دونوں جہان تمہارا دونوں جہان کی کامیابی تمہاری۔ انسان کامل بنو خلیفۃ اللّٰہی کے مستحق بنو مستحق بن گئے تو خلافت قدموں کے نیچے۔

ورنہ یاد رکھو اس مرکز عمل کو چھوڑا تو جو مرکز عمل قرار دو گے اُس میں اختلافات ہوں گے، پارٹیاں بنیں گی۔ اور تم منتشر الحال ہو جاؤ گے! ورنہ یہ مرکز و مقصد جو میں نے پیش کیا ہے اُس پر چلنا ہی مقصد تک پہونچنا ہے۔ اختلاف کرنے والے اختلاف کرتے رہیں میں نے حق پہونچا دیا۔ مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے۔

خدا کا فرمان تھا ذروا ظاھر الاثم و باطنہ (ظاہری اور باطنی دونوں گناہ سے بچو) یعنی پاکی ظاہری و پاکی باطنی دونوں اختیار کرو۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعمیل دیکھو کہ آپ کی شان ظاہری و باطنی پاکی کی ایسی برگزیدہ تھی کہ کفار معترضین جن کی آنکھیں عیب چینی ہی پر لگی رہتی تھیں کسی نے بھی آپ کی ظاہری باطنی پاکی پر باوجود ہزار طرح کی دشمنی اور فریب کاری کے اعتراض نہ کیا۔ سوائے مسلمانوں کے کہ وہ آپ کا اتباع کیا کرتے کہ آپ پر عقیدت نما شان سے معترض ہوئے کہ آپ نے نزول اور اپنی تبلیغ کے خلاف احکام جاری فرمایا ہے۔ آپ نے قرآنی وحی سے اختلاف کیا، اُس میں اصلاح کی، اور جس وحی کے ذریعہ سے اختلاف کیا اُس کو ترک فرما گئے اور قوم کو دیا نہیں۔ اس کے سوا حضرت زینبؓ کے قصہ میں آپ کو عیب لگانے سے بھی نہ چوکے ہم اس کو اوپر مفصل بیان کر چکے ہیں، اسی پر بس نہیں بلکہ مدعی اس کے بھی ہیں کہ آپ کا نکاح عرش پر ہوا، جس کے فرشتے گواہ ہیں انسان نہیں،

یہ بھی نہ سوچا کہ نکاح میں اور انسانی معاملات میں اور اس دنیا میں فرشتوں کی گواہی کہاں تک معتبر ہو سکتی ہے۔ اور علیٰ ہذا ایسے بہتیرے اعتراضات۔ افسوس ہے ایسے مسلمانوں پر، نہ خدا کی قدر کی، نہ اُس کے رسول کی قدر کی۔ جو رسول رحمۃ للعلمین ہی جو ظاہر و باطنی ہر طرح کی آلودگیوں سے پاک ہے، جس کی شان میں ہی لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف) گذشتہ کیا ہوا تو معاف ہو سکتا ہے، اور آئندہ گناہ کی معافی قبل از وقت دینے کے کیا معنی۔ تو اُس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ایسے مقام میں ہیں اور آپ کی پاکی اس درجہ کو پہونچی ہوئی ہے کہ آپ سے گناہ و نافرمانی سرزد ہی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اپنی خدائی کی عظمت رکھتے ہوئے اُس نے فرمایا کہ سب معاف۔ ایسے رسول پر اعتراضات کے دروازے بند ہو گئے۔ تم اپنے اعمال کی پاکی و ناپاکی کا نور رسالت یعنی قرآن کی روشنی میں جائزہ لو کہ تم کہاں جا رہے ہو۔

خدا نے اصول اخلاق اور انسان کامل بننے کا نسخہ عنایت فرمایا تھا ثم لتسئلن یومئذٍ عن النعیم (تم سے ساری نعمتوں سے باز پرس ہوگی) کہ میری نعمتوں کو، میرے دئے ہوئے قوے اور قوتوں کو، اور سارے نعمائے الٰہیہ کو تم ضائع کر کے آئے، برباد کر کے آئے، یا اُن کو بارآور کر کے آئے۔ اس کا اقتضا ہے کہ کوئی قوت بے محل اور بیجا نہ صرف ہو، نکمی نہ ہو جائے، سب اپنی اپنی جگہ پر دست بکار اور اپنے اپنے حد اعتدال پر ہوں (اس کی تفصیل منہاج الحق میں اخلاق کے زیر سرخی دیکھو)

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تعمیل کی حیرت انگیز مثال پیش فرمائی اور ساری قوتوں کو بکمالہٖ اس طرح برتا جو اُن کا حق تھا۔ اور جن جن حقوق کی ادائگی کے لئے جن جن قوے اور قوتوں کو جن جن حدود تک کام میں لانیکی ضرورت تھی کام میں لائے اور ادائے حقوق سے چشم پوشی، اور قوے اور قوتوں کو خلوت نشین ہو کر

ضائع و برباد کرنیکو رہبانیت قرار دیا اور ممنوع فرمایا۔

دیکھ لو۔ جنگ ہو رہی ہی، جوشِ جلال سوڈگری پر ہی، اُس وقت بھی اگر کوئی دشمن مسلمان ہوگیا تو فوراً وہ بھائی ہوگیا اور اُسی وقت رحم کا درجہ بھی سوڈگری پر ہی۔ آگ اور پانی ساتھ ساتھ ہے، پھر بھی جدا جدا ہے۔ جس پر تلوار اُٹھتی تھی اب اُس کے لئے تلوار اُٹھتی ہی۔ مکہ فتح ہوتا ہے، جلال عروج پر ہے، دشمنوں کا مرکز بھی حرکت میں ہی، مگر رحم کا درجہ عین اُس وقت بھی کسی طرح کم نہیں، معافی کا دروازہ کھلا ہوا ہی۔ بیت المال بھرا ہوا ہے، دولت لٹائی جا رہی ہی، اس پر بھی کفایت شعاری اور میانہ روی کا رنگ پھیکا نہوا، جو کچھ ملا وہ مستحقوں ہی کو۔ خون کے پیاسے دشمن قیدی ہو ہو کر آرہے ہیں اُس پر بھی فدیہ یعنی جرمانہ لیکر آزاد کئے جارہے ہیں، آزادی کی قدر یہ کی گئی کہ خون سے پیاس نہ بجھائی گئی۔ یہ رسالت کا ایسا نمایاں نور چمکا کہ دشمن سا دشمن اور کافر سا کافر بھی مسلمان ہوگیا۔ مسلمانوں کا بھائی بنا، اور ایسا کہ بھائیوں کے صفات بھی اُس میں آگئے۔ کیونکہ جب وہ خدائی مرکز کو قبول کر چکا، اور لا الہ الا اللہ پر ایمان لا چکا تو متحد المقصد بھائی ہوگیا، تصادم کی جگہ نہ رہی۔ آپ کی یہ ساری باتیں قرآن مجید کی کما حقہ تعمیل تھی۔ اسی کا نام ہے صراط مستقیم۔ اے لوگو! رسول کی اس روش کی اطاعت کرو کہ یہی خدا کی اطاعت ہے۔ یہ تھی اطاعت خدا کی جو رسول نے کی، اور یہ ہے اطاعت رسول کی جس کے ہم مامور ہیں، تو جس طرح آپ خالص مسلمان تھے متبع قرآن تم بھی خالص مسلمان ہو کر متبع قرآن ہو، کہ آپ کی رسالت پر تمہارا ایمان، آپ کی اطاعت میں تمہارا نام، اور آپ کی امت میں تمہارا داخلہ ہو۔ جس طرح آپ خدا کے ساتھ یکسو تھے جس میں ماسوا کی آمیزش نہ تھی، تم بھی ماسوا کی پرستش سے تائب ہو جاؤ۔ جس طرح آپ قرآن مجید سے حکم دینے کے مامور تھے اور دین میں قرآن مجید ہی سے حکم فرماتے تھے، تم بھی قرآن مجید ہی سے حکم دیا کرو،

جس طرح آپ مسلمان حنیف تھے نہ سنی نہ شیعہ، نہ اہلِ حدیث، نہ اہل سنت والجماعت، نہ رافضی، نہ خارجی، نہ قادری، نہ چشتی، نہ سہروردی، نہ نقشبندی، نہ حنفی، نہ شافعی، نہ حنبلی نہ مالکی، تم بھی ان بدعتی اور تفرقہ انداز ناموں سے تائب ہو جاؤ کہ یہ نام فرقہ بندی پیدا کرنے والے ہیں جس کو خدا نے منع فرمایا ہے۔ اے بھائیو! خالص مسلمان اور خدا کے مسلمان بنو، قرآن تمہارا نصب العین ہو، اور قرآن کا نور تمہارے دلوں کو روشن کرے کہ یہ خدائی نور ہے۔ اور مسلمانوں سے تشخص اور فرقہ بندی کی بنیاد کو اکھاڑ پھینکو اور لا تموتن الا وانتم مسلمون (اور نہ مرو مگر مسلمان ہی)

ایمان

پہلی چیز توحید ہے۔ کہ خدا ہی تھا، اور جیسا یگانہ تھا ویسا ہی ہے، اور ویسا ہی رہیگا اُس کو نہ کوئی دیکھ سکا نہ دیکھ سکتا ہے نہ دیکھ سکے گا، اُس کے صفات بے تھاہ اور بے کیف ہیں، اور وہی نیست سے ہست کرنے والا اور خلاق عالم ہے جیسے تم اپنے کو کہتے ہو کہ ہم ہیں، ہماری ہستی ظاہر ہے، ہم زندہ ہیں کیونکہ ہم میں روح ہے۔ مگر تم نہ اپنی ہستی کو دیکھتے، نہ اپنی جان کو دیکھتے ہو مگر اُس کے اثرات اور اُس کے کارناموں سے تمہیں اپنی ہستی کا اور اپنی زندگی کا یقین ہے کہ تم اپنے کو زندہ اور جاندار سمجھتے ہو۔ اُسی طرح اس عالم کے ہر ایک شئے سے خدا کا تصرف، خدا کا اختیار، خدا کا نظم دیکھ کر تم خدا کا ایمان حاصل کر سکتے اور خدا کو پا سکتے ہو۔

نبی نے وحدانیت کا نعرہ لگایا، عالم میں گونج ہوئی۔ کان والوں نے سنا، عقل والوں نے سمجھا اور ایمان والے ایمان لائے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ والقرآن کلام اللہ۔

دو صدی تک جب تک قرآن کا عمل و دخل رہا، اور قرآن کے ساتھ کوئی بدعت کھڑی نہ کی گئی مسلمانوں کی توحید خالص اسلامی توحید رہی۔ تیسری صدی میں جب فلسفہ ترجمہ ہوا، اور فلسفہ کی قیاسی تُک بندیوں نے اشاعت پائی، تو نئی چیز کا خریدار کون نہیں مسلمانوں نے بھی ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس لئے خدا کے ماننے والے فلسفیوں کے عقیدہ نے کہ خدا اور مادہ دو وجود ہیں، دونوں قدیم، خدا نے مادہ میں تصرف کر کے کائنات بنائی، جیسے کمہار مٹی سے برتن بناتا ہے۔ بغیر مادہ کے خلقت نہیں بن سکتی، مسلمانوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ مسلمانوں نے دیکھا کہ اس میں تو شرک ہوتا ہے، دو وجود ماننا پڑتا ہے، دونوں قدیم، اس لئے مقابلہ کو اُٹھے، ان میں دو گروہ ہو گئے، ایک

اہل ظواہر علما کا، دوسرا اہل بواطن صوفیوں کا۔ علما کے بحث ومباحثہ نے علم کلام کی بنا ڈالی، اورصوفیوں نے اپنی بنا جذبات پر رکھی، اور مجاہدات صوفیہ کی بنا ڈالی۔ یہی تیسری صدی ہے جس میں بڑے بڑے درختوں سے قرآن کے قلم لگائے گئے اور اُن کو ٹیلوں اور بلندیوں پر نصب کیا گیا کہ دیکھنے والے اس کے پھل پھول کا نظارہ کریں اور مالی کی محنتوں کے قدر دان ہوں۔

علما نے اُس خدا کو جو رگ گردن سے بھی قریب تر ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ جو ہر وقت ہر جگہ ہر کے ساتھ ہے ھو معکم اینما کنتم۔ جو ہر شے اور ذرہ ذرہ کو محیط ہے وھو بکل شئ محیط۔ جو ہر طرف ہے جدھر دیکھو اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ جو تمام آسمان وزمین میں ہے وھو اللہ فی السموٰت وفی الارض اُس غیر محدود بے چون وبیچگوں اور بے کیف خدا کو عرش پر بٹھا کر حیز او رجگہ کا محتاج بنا کر ایک محدود ہستی یعنی انسانی صورت کا بہت بڑا انسان بنا یا کہ وہ عرش پر بیٹھا براج رہا ہے۔ خدا نے فرمایا تھا کہ خلق السموٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش یدبر الامر (آسمان وزمین چھ دنوں میں پیدا کرکے وہ تخت کبریائی پر جلوہ افروز ہوکر نظم عالم کی طرف متوجہ ہوا) عرش کے معنی تخت شاہی یا تخت حکومت کے ہیں، اور خدا کے ساتھ چونکہ وہ سارے جہان کا مالک اور بادشاہ ہے اُس کے معنی تخت کبریائی کے ہوں گے۔ تخت کبریائی پر جلوہ افروز ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ سب کچھ پیدا کرکے خدائی کرنے لگا۔ تم سمجھے یا تم سے اکثر سمجھے کہ وہ تخت شاہی پر ایشیائی بادشاہوں کی طرح بیٹھا، ندیم بھی ہوئے، چوبدار بھی ہوئے، پردے بھی ڈالے گئے ایک دن یورپین عروج کے مقابلہ میں اُس کا کرسی نشین ہونا بھی ثابت کیا جائے گا وسع کرسیہ السموٰت والارض۔ حالانکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مخلوق پیدا کی اور خدائی کرنے لگا، خدا تمام ہے تو اس کی خدائی کہاں نہیں۔ محاورہ عرب سے غفلت برتی

اور ظاہری الفاظ کو لیا، اُس کے ہاتھ، پاؤں، منہ، آنکھ، کان سب ہمارے جیسا تسلیم کر کے اُس کو انسان سا بنا دیا۔ یہ نہ سمجھے لیس کمثلہ شیء (اُس جیسی کوئی چیز نہیں) اگر ایسا سمجھتے تو عرش کا وہ نقشہ نہ سمجھا یا گیا ہوتا جو لوگ سمجھائے گئے ہیں۔ فلا تضربوا للہ الامثال (تو خدا کے لئے مثال نہ دیا کرو) وہ بالکل غلط ہوگی، کیونکہ وہ خود بے کیف اُس کے صفات بے کیف، اُس کو دیکھو مگر اشارے سے نہیں، اُس کو سجدہ کرو مگر بُت بنا کے نہیں۔

حروف مقطعات حروف ہیں آیت نہیں۔ آیات محکمات تو کھلی کھلی ہیں اور آیات متشابہات کے یہ معنی لینا کہ اُس کے دو مفہوم ہوں غلط ہے، کیونکہ یہ تو دھوکا دہی ہے خدا پر تو اس کا الزام آئیگا اور وہ اس سے پاک ہے۔ آیات متشابہات البتہ وہ آیتیں ہیں جن میں تشابہ پایا جائے۔ جیسے نعمائے اخروی۔ باغ، نہریں، شراب، حور و غلماں وغیرہ وغیرہ، روحانی تلذذ مثال میں نہ بیان کیا جائے تو آخر کس طرح بیان ہوا و حقیقت تو یہ ہے لا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین (جو نعمتیں ملیں گی اُن کو کوئی نہیں جانتا) یا آیات متشابہات جیسے صفات الٰہیہ کا انسانی صفات سے تشابہ پایا جاتا ہی مثلاً دیکھنا، سنا، باخبر رہنا، ارادہ کرنا، قدرت و اختیار وغیرہ وغیرہ سارے ہی صفات ہمارے ہی جیسے۔ حالانکہ ہمارے صفات محتاج آلہ ہیں۔ اُس کے صفات محتاج آلہ نہیں، بے کیف ہیں، انسانی سمجھ سے پرے۔ بے آنکھ کے، بے روشنی کی مدد کے دیکھنا، بے کان کے بے ہوائی تموج کے سننا کس طرح ممکن ہے، سمجھ سے پرے ہے، اس لئے ان کے بیان کی صورت بجز تشبیہ کے اور کچھ نہیں، اُس نے مثالاً بیان فرمایا تو اس میں تشابہ پایا جاتا ہے، فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ (تو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اُسی کو مانتے ہیں جس کے ساتھ تشبیہ دی

گئی یا فتنہ پھیلانے کے لئے یا اُس کی تاویل کے لئے، حالانکہ اُس کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا) اس تشبیہ کے چلتے خدا آدمی کی صورت کا سمجھا گیا اور اُس کی تختگاہ عرش پر قایم کی گئی۔ یہ تو علما کا حال ہوا۔ دوسری جماعت صوفیوں کی تھی صوفیوں نے ریاضات کئے، مجاہدات کئے کہ اسلام پر مستقیم ہوں، وہ بہت کچھ بہرہ مند ہوئے، اور اخلاقی دنیا میں تارے بن کر چمکے۔ مگر رفتہ رفتہ فلسفہ کے مقابلہ میں یہ بھی کھڑے ہوئے۔ حد بندی توڑی، اور رہبانیت کی راہ لی، رہبانی فلسفہ نے اپنا غلغلہ بلند کیا۔ ان کی یافت اور ان کے انکشافات خلوت سے نکلکر ممبر پر پہونچے اور ممبر سے مدرسہ میں پہونچے، تو یہ بھی قیل وقال اور فلسفہ ومباحث کے گرداب میں پڑے۔ ان کے خیالات نے بھی فلسفہ کا رنگ دہرا۔ اور اخلاقی تقدس سے اس کا نام رکھا گیا روحانی فلسفہ۔ بہرحال جو قرآنی مجاہدہ میں جانباز ہوئے وہ فائز المرام ہوئے۔ جو فلسفہ میں پڑے اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ مادہ کے ماننے کی ضرورت نہیں۔ خدا ہی تھا، خدا ہی ہے، اور وہی ان مظاہر میں ظاہر ہوا ہے، اُس کا کوئی غیر نہیں، ہمہ اوست، خدا تجزی پذیر نہیں، اس لئے وہی خدا ہر ذرہ میں ہی، اور یہ سب جزءاً وکلاً خدا ہی ہے" اور خدا و تو خدا و من خدا" لگاؤ نعرہ ہمہ اوست کا۔ نعوذ باللہ۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ خدا خلاق نہیں (بارہ رو یا ہے) اُس کی عقل ایسی اُلٹی ہے کہ وہ قادر تھا اب ظاہر ہوا مجبوریوں کی کشمکش میں کہ ساری مخلوق اپنے حد سے باہر مجبور رہے، وہ اپنے کو پیدا کرتا رہتا اور اپنے کو مارتا رہتا ہے۔ اپنے کو مصیبتوں میں مبتلا کرتا رہتا ہے اور پھر فریادی بھی ؎ خود کوزہ وخود کوزہ گر و خود گل کوزہ، خود اند سبو کش۔ خود بر سر بازار خریدار برآمد بشکست و رواں شد خود خدا بنتے ہیں اور مکھی مچھر پر قابو نہیں۔ اپنے معدہ اپنے جگر پر، اپنے دل و دماغ

پر، اپنی آرزؤں اپنی تمناؤں پر، اپنے جینے مرنے پر، کچھ دسترسی نہیں، ہر طرح مجبور، قدرت تو خاک نہیں، سامان فرعونی بھی نہیں، باہمہ بے بسی خدائی کا دعوے۔ یہ عقیدہ ساسانیوں میں رائج تھا جو مسلمانوں میں آیا۔ ساسانی مسلمان اس کو لائے اور اسلامی رنگ میں رنگا۔ اس میں ساری باتیں بدیہیات اور عقل کے خلاف اک ہونچال میں جس میں عقل و تمیز بیکار ہو جاتی ہے، اور برا بھلا کچھ نہیں رہتا۔ جب سب ہی خدا ہے تو پیغمبر اور شیطان، پاک اور غلیظ، انسان و حیوان، سب ایک ہو جاتے ہیں، اور انسان جمادات اور پتھر ہو جاتا ہے کہ کچھ بولنے کی گنجایش نہیں۔ اس کی لغویات کے بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔ اس لئے ضرورتاً یہ عقیدہ مقدس بنایا گیا اور اُس کا مالیخولیا قایم کرکے اس کو روحانی یافت کہا گیا تاکہ عقل والوں کو گفتگو کی جگہ نہ رہی، اور علم سفینہ والے علم سینہ کے آگے سر جھکا دیں۔

غرض تصوف جذبات و کیفیات کا اک طوفان خیز سمندر ہے، مگر سارے کیفیات حادث اور فانی ہیں۔ سارے جذبات جذبات عشقیہ بھی کیفیت حوادث سے باہر نہیں، خود خدا بن کے ہمہ اوست دیکھو، یا خدا کو کالبرق الخاطف دیکھو گرچہ وہ بغایت کیف اور مستی خیز ہیں مگر یہ مخلوق فنائی اور حادثی رنگ ہیں، ناقابل توجہ۔ میں دیکھ بھال کر بول رہا ہوں۔ مسلمان بنو قرآن کے رنگ میں رنگو، ابراہیم المشرب بنو کہ انی لا احب الآفلین انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض (میں ڈوبنے والے اور فانی و حادث کو پسند نہیں کرتا، میں نے تو اپنا مواجہ خالق آسمان و زمین کی طرف پھیر دیا) طالبان خدا طالب کیفیات نہیں ہوتے، وہ حادث کے طالب نہیں، وہ قدیم کے طالب ہوتے ہیں، تو اُن کو قدیم اور خدائی چیز جو ملتی ہے وہ ایمان ہے کہ خدا کو اپنی ہستی اور اپنی قدرتوں کا ازلی یقین ہے۔ یہ صفت خداوندی ازلی و ابدی ہے۔ یہی انسان کو ملتی ہی جو اُس کی روح سے کبھی منفک نہیں ہو سکتی۔ یہی ایمان محبت، خلت اور عبودیت

ہوجاتا ہی، جب ایمان تکمیل کو پہونچتا ہے تو دوام حضور کا غلو ہوتا ہے، اُس وقت مومن ایمان کی آنکھ سے اُس کو دیکھتا ہے جس کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ اُس وقت قرآنی توحید کا جلوہ منکشف ہوتا ہے۔ جب تو اپنے رسولوں کو خدا نے فرمایا انہ من عبادنا المومنین۔ خدا نے فرمایا لا الٰہ الا ھو خالق کل شیٔ (ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں وہی ہر چیز کا خالق ہے) ایک وجود اور ایک ہستی اعلیٰ کا تسلیم کرنا تو ایسا فطری ہی کہ ہر مخلوق اپنی مجبوریوں کو دیکھ کر مجبور کرنے والے کو مانتا اور اُس کو فاعل مختار سمجھتا ہی، گرچہ وہ اُس کا نام کچھ رکھے، اور اُس کے ساتھ شرک بھی کرتا رہی، اور انکار بھی، اس لئے اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں جس کو مفصل دیکھنا ہو وہ دعوت الحق دیکھے جو اس سلسلہ کی پہلی کتاب ہی،

ہاں ایمان بالرسالت ایمان میں داخل ہی اور رسالت پر قوم کا ایمان اب تک صحیح ہی اس لئے اس کے متعلق کچھ زیادہ لکھنا فضول ہی۔

ہاں دو باتوں میں لوگوں کا اور بالخصوص نئی روشنی والوں کا ایمان متزلزل ہی، کہ نظم عالم کیا ہی، اور خالق و مخلوق میں نسبت کیا ہی، دوسرے یوم آخرت پر ایمان ضرور ہی اور اُس پر اُن کی تشفی نہیں، اس لئے نظم عالم کو اور یوم آخرت کو بیان کرنا چاہتا ہوں اور قرآن کی روشنی میں، ورنہ میں کیا، میری سمجھ کیا، اور میرا کہنا کیا۔

نظم عالم فلسفی اور صوفی اسی میں سرگردان رہے کہ نظم عالم کو سمجھیں تاکہ واضح ہو کہ خالق و مخلوق میں نسبت اور تعلقات کیا ہیں کہ خدا رسی کی راہ عقلاً صاف ہو، اور فطرت بھی اس کی متجسس ہے، خالق فطرت نے بھی اس تجسس کی طرف متوجہ کیا ہی فتفکروا فی خلق السمٰوٰت والارض (آسمان و زمین کی خلقت یعنی نظم عالم میں غور و فکر کرو) تاکہ خلاق نظام عالم کو پہچانو۔ اس فکر سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ اس کا پیدا کرنے والا اور اُس میں نظم و انتظام کرنے والا اور قائم رکھنے والا خدا

ہی ہی جو فاعل مختار ہی جو قادر و توانا ہے۔ اُس کی قدرت کی تھاہ نہیں تو اُس کی تھاہ کیا ملے۔ وہ ہستی غیر محدود ہے تو عدم کی گنجائش ہی نہیں۔ وجود ہی وجود تھا، اور جو تھا وہ ہے، اور جو ہے وہ رہیگا۔

اُس نے ارادہ کیا کہ ہم عالم کو بنائیں، تو اُس نے بنایا اور اپنے بنانے کو اس نے بتایا، اذا اراد الله شیئاً ان یقول له کن فیکون (اُس کی تو یہ شان ہی کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اتنا ہی فرما دیتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہی) اس لئے اُس نے حکم دیا اور ایک تکوینی ہستی پیدا ہو گئی۔ جو چیز مخلوق ہوئی اُس کو عالم تکوین کہو یا کوئی نام رکھو اصطلاح میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اُس کے گوناگوں صفات کو دیکھ کر اور اُس کے صفات کی جامعیت کو دیکھ کر ہم اُس کو حقیقت جامعہ کہتے ہیں جو مجموعہ صفات متضادہ محدودہ ہے، یہ اک ہستی مجازی مخلوقی ہوئی، اس ہستی کے محدود ہونے کے سبب کہ اُس سے پرے ہستی نہیں عدم مجازی کا وجود لازماً ہو گیا۔ اب اس حقیقت جامعہ کے امتزاج صفات کا کہیں کچھ ہونا کہیں کچھ اس سے فنائی رنگ کا وجود ہوا۔ اس لئے ہستی مجازی اور عدم مجازی .... تو توام ہے، اور گویا اُسی کے ساتھ وجود فنا بھی۔ اسی عدم مجازی میں ہستی مجازی کا ظہور عالم کا ظہور ہے، اور یہی ہستی مجازی یا حقیقت جامعہ میں بلحاظ امتزاج صفات بقا و فنا جلوہ گر ہی جو نیرنگی عالم کا تماشہ گاہ ہی۔

یہ عالم مخلوق ہی صوفیوں کا خدا نہیں، نہ فلسفیوں کا خیال ہی خیال ہے ربنا ما خلقت هذا باطلا (اے خدا تو نے جو کچھ پیدا کیا باطل نہیں پیدا کیا)۔

اُس نے حقیقت جامعہ کے صفات محدودہ کو مرتب او منتظم کیا، جس سے آسمان و زمین، سیارے و ثوابت، آفتاب و ماہتاب اور سبھی کچھ اک اندازہ خاص پر پیدا کیا اور اُس کے حسب حال اُس میں نعمتیں ودیعت رکھیں۔ انا کل شیٔ خلقنٰه بقدر

(ہم نے ہر ایک چیز کو اک اندازہ خاص پر پیدا کیا ہی) یہی اندازہ ربانی تقدیر ہی ذٰلک تقدیر العزیز العلیم۔ زمین بنائی تو اس کی مخلوق کے حسب حال اس کی غذا ہیا کی وقدر فیھا اقواتھا۔ آسمان بنایا تو ہر ایک آسمان کی طرف اس کے حسب حال احکام بھیجے واوحی فی کل سماءٍ امرھا۔ اللہ اللہ یہ نظم و انتظام، انکا بے جگہ کرنا تو کجا، ہی کوئی اس کا سمجھنے والا بھی، سچ ہی ید برالامر تیری ہی شان ہی۔

اپنے ہی کو دیکھو ایک انسان میں طرح طرح کے اعضا، طرح طرح کی قوتیں خدا نے دی ہیں، یہ نہیں ہی کہ ایک اعضا یا ایک قوت ترقی کر کے دوسرے اعضا اور دوسری قوت بنے۔ اسی طرح یہ عالم ہے۔ اس میں طرح طرح کی مخلوق ہے۔ جب زمین آسمان ہوگئی، ماہتاب آفتاب ہوگیا، ستارے ارتقا کے روسے کچھ ہوگئے۔ ویسے ہی مادہ بھی اور اسی طرح اجسام بھی عقل و وہم اور خیال و فہم ہوگئے۔ دو اجسام کے ملنے سے خاصیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ اجسام کی دو خاصیت کے ملنے سے تیسری خاصیت پیدا ہوتی ہی۔ خدا نے ہزار طرح کی مخلوق بنائی منجملہ اس کے جمادات نباتات، حیوان اور انسان، جن اور فرشتے بنائے۔ ایک جنس کو دوسری جنس سے، ایک جنس کی بعض مخلوق کو دوسری جنس کی بعض مخلوق سے مشابہت ہے، تو یہ مشابہت اس کی دلیل نہیں ہوسکتی کہ ایک جنس دوسری جنس میں ترقی کر کے بدل جاتی ہی۔ اس لئے نہ نباتات کو حیوان ہوتے دیکھا جاتا ہے، نہ حیوان کو انسان ہوتے۔ اگر یہ ترقی جائز ہوتی تو اس کو روکا کس نے اور کیوں روکا۔

ایک جنس اپنے سرحد سے باہر دوسرے جنس کی سرحد میں نہیں داخل ہوسکتی، ہر چیز اپنے خاص انداز پر پیدا کی گئی ہے انا کل شئ خلقنٰہ بقدر (ہم نے ہر چیز کو اس کے خاص انداز پر پیدا کیا ہے) یہ خدائی اندازہ کون بدل سکتا ہے۔ ہر چیز اپنی حد بندی اور اپنے قوانین فطرت کی ماتحت ہے، اگر حیوان انسان بنا یا بن سکتا ہے تو آج کس نے

روکا اور کیوں نہیں بنا کہ کچھ انسان حیوان سے پیدا ہوتے اور کچھ انسان سے، اور دونوں سلسلہ انسانی تخلیق کا جاری رہتا۔ کیونکہ حیوان جو ترقی کے زینے طے کرے وہ غائب ہو جائے اور کمزور حیوان ناترقی یافتہ رہ جائے، یہ تو سائنس کے اصول مسلمہ کے بھی خلاف ہی۔ سائنس کا اصول تو یہ ہے کہ قوی کمزور کو ہڑپ کر جاتا ہی، اس سے نابود ہونے والے نابود ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ کسی طرح صحیح نہیں کہ خدا نے ایک جنس کی مخلوق بنائی اور بنا کر وہ تھک گیا، اور وہی جنس ترقی کر کے دوسرے جنس کی مخلوق بنی، ایک جنس دوسری جنس میں منتقل نہیں ہو سکتی۔ ربنا الذی اعطی کل شی خلقہ ثم ھدی (ہمارے خدا ہی نے ہر چیز کو اُس کی خاص فطرت پر بنایا اور پھر اُس کے مطابق اُس کی رہنمائی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سارا کچھ حقیقت جامعہ کا پھیلاؤ اور نمود ہی یا اُس کے کلام کن کا ظہور و مظہر۔

تعجب ہی کہ خدا نے سب سے پہلے عقل کل کو پیدا کیا، پھر عقول عشرہ بنائے، جو فلسفہ کی تنگ بندی ہی، بلا دلیل قطعی سمجھ سے پرے اس لئے کہ عقل کل کی تعریف خود عقل سے باہر ہے کیونکہ عقل انسانی تو اک ملکہ ہے جو معلومات سے نتائج مستخرج کرتی ہی۔ اس لئے عقل سے پہلے معلومات کا وجود لازم ہے، اور معلومات سے پہلے حواس کا، یہ تک بندیاں تو فلسفہ کہلائیں اور سمجھ میں آجائیں۔ اور اُس نے سب سے پہلے عالم تکوین یا حقیقت جامعہ بنایا یہ سمجھ میں نہ آئے اور اس پر اعتراض کیا جائے کہ اگر حقیقت جامعہ خود خدا نہیں ہی تو عدم سے وجود نہیں ہو سکتا، خدا نے بنایا کس سے۔ باوجودیکہ معترض خود عدم سے وجود میں آیا ہے اور ہر وقت معدوم اور موجود ہو رہا ہے کہ عدم و وجود کی کشاکش سے نکل نہیں سکتا۔ مگر وہ خود اپنے سے بے خبر ہی۔

تم پیدا ہنا دیکھتے ہوا اور ہر وقت دیکھتے ہو کہ عدم و وجود کا اشتراک عمل جاری ہی۔ مثلاً ایک خیال تم کو آیا، یہ خیال تم میں معدوم تھا موجود ہوا۔ اگرچہ خیال کے آنے

متفرق طور پر عالم میں موجود ہوں مگر اینٹ پتھر کے موجود ہونے سے مکان نہیں موجود ہوجاتا۔ رات دن تم جس جس شان سے زندگی گذارتے ہو، تمہاری ہر ایک شان موجود ہوتی رہتی اور معدوم ہوتی رہتی ہے۔ تمہارا بچپن، تمہارا شباب کہاں سے آیا کہاں گیا۔ نہیں سے ہاں ہوا اور پھر نہیں۔ ساری مخلوق دنیا میں آئی وہی فنا ہوگئی۔ جس جس طرح پر رہ گئی، اُس کے رہنے سہنے کی شانیں کدھر سے آئی تھیں کدھر گئیں۔ اگر مرنے والے کے اجسام کسی عنصر میں گئے تو اُن کی شانیں کس کس عنصر میں گئیں۔ مانا کہ روح عالم برزخ میں گئی اور جسم مٹی سے بنا تھا مٹی میں ملا مگر اُس کا بچپن، اُس کا شباب، اور شباب کی ترنگیں، اُس کی پیری، اور اُس کی ساری زندگی کی لاکھوں شانیں، کہاں سے آئی تھیں کدھر گئیں، کیا تم کو عدم وجود کا اشتراک عمل ہر آن اور ہر لحظہ بداہتاً نہیں دکھائی دیتا۔ بدیہیات سے انکار کے لئے فلسفیانہ توہم تو کسی کام کا نہیں کوئی کمزور ہی دلیل سہی ایسی تو پیش کرو کہ عقل کے قرین ہو اور بدیہیات کو اُٹھا سکے۔ عدم کی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی تو کیا وجود کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔ آدمی منی سے پیدا ہوا، سارے جاندار پانی سے، یہ تو خدا ہی کی خدائی اور خلاقی ہے کہ اُس نے پانی پر نقش کر کے مجسم دکھا دیا، اس نقش برآب عالم کو دیکھ کر سمجھو کہ وہ خدا ہی ہے جس نے عدم و وجود کا اس طرح اشتراک عمل جاری رکھا ہے۔

اس لئے ماننا پڑیگا کہ وحدہٗ لاشریک خدا ایک ہی ہے۔ وہ خود نہ کسی سے پیدا ہوا، نہ پیدا ہوتا رہتا، نہ فنا پذیر ہے، وہی قادر و قدیر ہے، سارا عالم اُسی کی قدرت کی جلوہ گاہ ہے۔ وہی خلاق عالم ہے، اس کو دعوۃ الحق میں دیکھو جس میں توحید، حقانیت رسالت اور حقانیت قرآن مجید بیان کی گئی ہے۔

چونکہ صفات متشابہات خداوندی میں لوگوں نے شاخسانے کھڑے کئے تھے

اور نظم عالم کا راز نہ سمجھ کر توحید وجودی کے قائل ہوگئے تھے جو صریح قرآن مجید کے خلاف ہے اس لئے مختصر سا بیان کر دینا ضرور تھا جو کیا گیا۔

ایمان بالیوم الآخرۃ

فطرتی طور پر یہ خیال ہر ایک کے دل میں پیدا ہوتا ہے کہ آج ہم زندہ ہیں کل مرجائیں گے، تو مر کر کہاں جائیں گے آئے کہاں سے اور جائیں گے کہاں؟

اس کی دریافت کا فلسفیوں کے پاس کوئی ذریعہ نہیں، کیونکہ مرکر کوئی لوٹنے والا اور اپنی سرگزشت بیان کرنے والا نہیں۔ اس لئے یہ سمجھ سکے تو یہی کہ مرکر کچھ ہی نہیں عدم ہی عدم ہے، ایسے حال میں یہ دنیاوی زندگی اپنی کائنات ہے اس خیال سے سارے اخلاقی جرائم سے اگر سیاسیات کی گرفت میں نہ آسکیں تو آزاد ہوگئے۔ عقلی طور پر اچھے برے کو اچھا برا کہہ لیتے ہیں۔ دنیاوی عیش و عشرت ان کا مقصود بالذات ہے، اسی کی روشنی نئی روشنی کہلاتی ہے۔ انکا حال ہی رضوا بالحیواۃ الدنیا واطمئنوا بھا (وہ دنیاوی ہی زندگانی پر راضی اور مطمئن ہوگئے) اس لئے وہ بول اٹھے ان ھی الا حیواتنا الدنیا نموت ونحیٰ وما نحن بمبعوثین (بس یہی دنیاوی زندگی ہے جس میں ہم مرتے جیتے رہتے ہیں، پھر تو اٹھنے والے نہیں۔ ان کا حال بچوں کا سا حال ہے جو دیکھا اور مرغوب طبع ہوا اُس پر مچل پڑے۔ سمجھ خدا نے دی ہی مگر سمجھ سے کام نہیں لیتے۔

اور جس نے یہ سمجھا کہ نباتات سے خون بنا، خون سے جوہر، جوہر سے نطفہ، نطفہ سے مضغہ رفتہ رفتہ انسانی شکل میں آیا، پھر نفخ روح ہوا، اور جسم میں روح آئی، یہ نو مہینے جو شکم مادر میں رہا ہیں اُس کی دنیا ختم ہوگئی۔ پھر وہ اس دنیا میں پیدا ہوا، اور برسوں پشت زمین پر رہا، پھر مرکر شکم زمین میں گیا۔ جسم نباتات اور مٹی سے بنا تھا وہ مٹی میں ملا، اور روح تو مدفون ہوئی نہیں، وہ جہاں سے آئی

تھی آلاتِ جسمانی سے کام لیکر وہاں گئی۔ یہ اسکی دوسری دنیا ختم ہوئی۔ مرنا تو بدیہتاً جسم و روح کی علیحدگی کا نام ہے، مرنے کے بعد مردہ جسم پڑا ہوا ہے فنا نہیں ہوا تو عقل یہ باور نہیں کر سکتی کہ روح جو اصل ہے، جو باقی و میانی ہے، جو جسم پر شاہا نہ حکمراں ہی جس کی حکمرانی بلا غفلت و فروگذاشت شاہاں دنیا سے بھی قوی تر ہی، وہ فنا ہو جائے معدوم ہو جائے۔ قوی فنا ہوا و رکمزور رہے، یہ اصول سائنس کے خلاف ہی۔ اس لئے اپنے تجسّس میں انہوں نے دیکھا کہ ساری انسانی مخلوق دنیا میں کوئی نہ کوئی مذہب رکھتی ہے، اور سارے مذاہب اسی کے مدعی کہ یہ دنیا عمل کی دنیا ہے۔ سارے قوے اور قوتیں عمل ہی کے لئے ملی ہیں، پھر اچھے اعمال کا اچھا نتیجہ، برے اعمال کا برا نتیجہ عقلاً لازمی ہے۔ یہ دنیا خوب دیکھ جاؤ اعمال کی ہی جزائے اعمال کی نہیں اس لئے خلاق کائنات نے آخرة کی دنیا جزائے اعمال کی بنائی ہی۔ یہ دنیاوی زندگی نو مہینے والی ماں کے پیٹ والی زندگی کے مانند ہے، یہ اعمال کی دنیا مزرعة الآخرة ہے۔ اصل زندگی اس کے بعد ہی کی زندگی ہی (ان الدار الاخرة لھی الحیوان) (آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہی) یہ اس کے لئے تیار ہوئے اور اعمال صالح کے لئے مصیبتیں جھیلیں۔ اگر ان کے اعمال کے تخم ایمان کی سرزمین پر بوئے گئے تو پھل پھول لائیں گے، اور اگر کفر و شرک کے چٹان پر بوئے گئے تو اکارت گئے۔

اس مضمون کو منہاج الحق میں مابعد الموت کی زیر سرخی کسی قدر میں نے بیان کیا ہی۔ اُس کا تتمہ اس میں بیان کر دینا چاہتا ہوں اور قرآن مجید ہی کی روشنی میں خدا فرماتا ہے وفی انفسکم افلا تبصرون (تم اپنی ذات میں غور و فکر نہیں کرتے) تو اپنے میں غور و فکر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہم تین عالم سے مرکب ہیں اجسام برزخ۔ ارواح۔

جسم کو تو تم دیکھتے ہی ہو کہ کس طرح ہر آن یہ فنا پذیر ہے، منی سے نطفہ ہوا، نطفہ سے علقہ، علقہ سے مضغہ، مضغہ سے ہڈیاں، سر ان میں انسانی تشکل ہوا، پھر روح پھونکی گئی۔ یہاں تک کہ انسان پیدا ہوا، اور شعور کو ہو نچکر کام کرنے لگا۔

ہم اپنے کام جن حواس اور جن قوتوں سے کرتے ہیں سب کا دار و مدار خیال پر ہے۔ ہم پر اور ہمارے کل کاموں پر حکمراں ہمارا خیال ہی ہے۔ خیال کو انسان سے منتزع کر لو تو وہ زندہ تو ہے مگر مٹی کی مورت یا حیوان یا اس سے بھی بدتر ہے۔ تو یہ خیال کیا ہے کہ نہ جسم ہے نہ روح ہے۔

مگر خیال بھی زندگی تک، روح الگ ہو گئی تو پھر خیال بھی نہیں۔

اب خیال پر غور کرو تو وہ جسم و روح کے درمیان اک درمیانی اور برزخی مخلوق ہے، جس میں تشکل تو پاؤ گے جسمانیت کا اور لطافت پاؤ گے روحانیت کی۔ گویا خیال عالم برزخ کی مخلوق ہے، جیسے روح عالم ارواح کی، اور جسم عالم اجسام کی۔ عالم برزخ یا خیال کی روشنی چاند سورج کی محتاج نہیں۔ اس عالم میں دن اور رات نہیں۔ یہ دوری و نزدیکی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی نہیں۔ ابھی مکہ میں ہے، ابھی لندن میں، نہ اس کو پہاڑ حائل، نہ سمندر مزاحم۔ روح جس طرح قابل توجہ مخلوق ہے اُسی طرح خیال بھی۔

اب روح کیا ہے یہ اس وقت میرے موضوع سے باہر ہے۔ جو کچھ بھی ہو مگر سارے عالم کی مسلمہ ہے۔ کیونکہ اس کا اثر سب دیکھتے ہیں۔ نام کچھ رکھو، قوت یا روح، نہ قوت کو سمجھ سکتے ہو نہ روح کو۔ بہرحال یہ ظاہر ہے کہ ہم انہیں تین عالم سے مرکب ہیں، اجسام برزخ۔ اور روح۔ روح اجسام سے کام لیتی ہے مگر جسم نہیں۔ خیال سے کام لیتی ہے مگر خیال نہیں۔

مرنا کیا ہے، روح جسم کی علیحدگی۔ روح جسم کو چھوڑ کر گئی کہاں تو خدا فرماتا ہے

ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون (اس کے بعد وہ بعث ونشر کے دن تک عالم برزخ میں رہیں گے) عالم برزخ میں رہیں گے تو یقینی برزخی صورت میں۔

پھر برزخ میں کس حال میں رہیں گے تو خدا فرماتا ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضا علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی (اللہ آدمی کو وفات دیتا ہے موت کے وقت اور جس کی موت نہیں آئی تو اُس کی موت نیند میں۔ مرنے والے کی روح کو تو وہ روک لیتا ہے اور سونے والے کی روح کو ایک مدت معینہ تک کے لئے وہ لوٹا دیا کرتا ہے) یعنی جینے والا بھی نیند میں روز مرتا ہے۔ اب اس نیند سے ہم بہت کچھ سراغ پا سکتے ہیں۔

نیند بھی موت ہے اور خواب گویا برزخی سیر ہے۔ بھلے کا بھلا خواب، برے کا برا خواب۔ یا عیش و خوشی، یا خوف وہراس خواب میں بہتیرے واقعات پیش آتے ہیں اور نہیں کہہ سکتے کس عالم میں۔ خیالی و برزخی زمین، خیالی و برزخی آسمان، خیالی و برزخی روشنی و تاریکی، خیالی و برزخی پہاڑ و سمندر، خیالی و برزخی زندہ و مردہ اقران و احباب سے لطف صحبت، اسی طرح برزخی باشندوں سے ملاقات بھی۔ اور سلوا کچھ اس عالم کے مثال و مانند، تشکل تو سارا کچھ، کیفیات اسی جہان کے مشابہ مگر جاگنے پر معلوم ہوتا ہے کہ خدا جانے کس عالم میں کیا دیکھا۔ یہاں تو کچھ بھی نہیں، نہ دریا نہ سمندر نہ چلتے پھرتے زندہ مردہ ساتھی۔ جس میں تشکل سب میں اور روحانی لطافت سب کی یعنی یہ خواب یا خیال برزخی عالم ہے ...... جس عالم میں مرنے کے بعد روح برزخی جسم کے ساتھ گویا پیدا ہوتی ہے، جس طرح نو مہینے والی دنیا سے اس دنیا میں آدمی اکیلا پیدا ہوا، اسی طرح عالم برزخ کی دنیا میں بھی اکیلا ہی پیدا ہوگا۔

خدا نے فرمایا فانظروا کیف بدا الخلق ثم اللہ ینشئ النشاۃ الاخرۃ (غور کرو کہ خدا نے خلق کو کس طرح پیدا کیا، پھر وہ اس کو نشأۃ ثانیہ میں پیدا کریگا) یہی عالم برزخ

نشأۃ ثانیہ ہے۔ تو جس طرح دنیا میں اکیلا پیدا ہوا اُسی طرح عالم برزخ میں بھی اکیلا ہی جاتا ہے اور اُسی طرح قیامت کے دن بھی اکیلا ہی پیدا کیا جائیگا ولقد جئتمونا فرادیٰ کما خلقنٰکم اول مرۃ وترکتم ما خولنٰکم وراء ظھورکم الخ (تم ہمارے پاس اکیلے ہی آؤگے جیسا کہ ہم نے تم کو پیدائش اول کے وقت اکیلا ہی پیدا کیا تھا اور تم اپنے سب کو پیٹھ پیچھے ہی چھوڑ دوگے الخ) کیونکہ جسم تو نطفہ سے بنا اور روح تو بعد کو داخل ہوئی جب جسم تیار ہوگیا ثم سوٰہ ونفخ فیہ من روحہ (جب جسم کو ٹھیک کرلیا تو اُس نے عالم ارواح سے اپنی روح اُس میں داخل کی) اس لئے قرابت اور حسب ونسب تو جسم سے ٹھہرا، جو بعد مرنے کے سڑ گل گیا۔ روح اصل ہے یہ اکیلی آئی اور اکیلی گئی اور حشر کے دن جسم جدید میں اکیلی ہی محصور ہوگی۔ اس لئے وہاں نہ باپ نہ بیٹا، نہ زن و فرزند، نہ زن و شوہر، نہ دوست واحباب، یہ سب اجسام اور اس دنیا کے کرشمے ہیں۔

خدا فرماتا ہے کما بدأکم تعودون (جیسا کہ اُس نے تم کو پیدا کیا اُسی طرح وہ تم کو لوٹائیگا) یعنی جہاں سے جس طرح تم چلے اُسی طرح وہیں پہنچوگے بھی، تو پیدائش کے قبل اور مرنے کے بعد عالم غیب ہے، اور غیب تو وہی جس کا ذریعہ علم نہیں، یہ علم غیب خدا ہی کو، لا یعلم الغیب الا اللہ (خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا) یہ خدائی اصول ہی جو ٹوٹ نہیں سکتا۔ ہاں بعض رسولوں کو وہ غیب سے مطلع کردیتا ہے ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء (یہ خدا کے شایان شان نہیں کہ وہ غیب سے کسی کو مطلع کرے ہاں بعض رسولوں میں سے جس کو چاہے غیب سے مطلع کردیتا ہے) جیسا کہ اُس نے ہمارے رسول کو مطلع کیا ذالک من انباء الغیب نوحیہ الیک (یہ غیب کی خبریں ہیں جس کی وحی ہم تمہارے پاس بھیجتے ہیں) رسول کو خدا نے قرآن مجید میں اس غیب سے مطلع کیا تو اُس کا سراغ لگاؤ۔

اُس کا سراغ ہم کو ل سکتا ہی تو قرآن سے اور قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ قدر میں خدا فرماتا ہے کہ قرآن ہم نے شب قدر میں اُتارا یعنی اُس رات سے نزول شروع ہوا۔ اور اُس رات میں تنزل الملئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام ھی حتی مطلع الفجر (فرشتے اور روح بحکم ربانی اس دنیا میں ہر کام کی سلامتی کی حالت میں صبح تک نازل ہوتی رہتی ہیں) یعنی ہر سال پیدا ہونے والی روح فرشتوں کی حفاظت میں عالم برزخ میں نازل ہوتی رہتی ہے۔ عالم برزخ کا پتہ اس سے چلتاہے کہ بعد مرنے کے آدمی عالم برزخ میں جاتا ہے اور کما بداءکم تعودون اُس نے فرمایا جو آیت اوپر دی گئی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ روح عالم برزخ سے آتی اور عالم برزخ میں جاتی ہے۔ جو روح مرگئی وہ تو عالم برزخ میں ہے اور قیامت تک کے لئے الی یوم یبعثون۔ اس لئے شب قدر شعبان میں سمجھنا اور اُس دن مردوں کی روح کا آنا غلط ہے۔ یہ قرآن کی تصحیح یا اُس پر اضافہ ہے۔ اور یہ ایں خیال مُردوں کی نذر و نیاز سے دعوت احبار و رہبان کے من گڑھت اضافے ہیں جس کی کوئی دلیل ربانی نہیں فیھا یفرق کل امر حکیما امر من عندنا (اسی شب قدر میں جو رمضان میں آتی ہے خدا کا حکم جچا تلا ہوا ہر سال انجام پاتا رہتا ہے)

شب قدر میں پیدا ہونے والی روح عالم برزخ میں نازل ہوتی ہے اور اُس رات میں سال بھر کا نظم ہو جاتا ہے کیونکہ خدا نے فرمایا کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم (تم مُردہ تھے تم کو زندہ کیا یعنی پیدا کیا، پھر تم کو موت دیگا اور پھر قیامت میں زندہ کریگا) یعنی پیدایش کے قبل اور مرنے کے بعد دونوں حالت کو خدا موت فرماتا ہی اور موت کے بعد اُس نے فرمایا کہ تم عالم برزخ میں رہوگے تو اس سے صاف کھل گیا کہ پیدایش سے قبل ہم عالم برزخ میں تھے۔ روح و جسم کا تعلق جو حیات

ہی نہ پیدائش کے قبل تھا نہ مرنے کے بعد ہی۔ اس لئے یہ بالکل صاف اور واضح ہی کہ پیدا ہونے والی روح عالم برزخ میں شب قدر میں نازل ہوتی رہتی ہے اور جب جسم تیار ہو جاتا ہے تو اُس میں داخل ہوتی ہے۔ ثم سوله ونفخ فيه من روحه (پھر خدا نے جب جسم ٹھیک کر لیا تو اُس میں اپنی روح پھونکی) ثم انشأناه خلقا اخر (پھر اُس کو دوسری خلقت میں پیدا کیا) فتبارك الله احسن الخالقين۔

تو جس طرح اس دنیا میں پیدا ہوئی اُسی طرح قیامت کے دن پیدا ہوگی۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ پیدائش کے قبل روح۔ من كل امر سلام۔ ہر کام اور ہر حال سے سلامت تھی، اور عالم برزخ میں ملکوتی صفات سے متصف اور سادی تھی مرنے کے بعد اپنے نامۂ اعمال کے رنگ میں رنگی ہوئی ہوگی۔

روح کے جسم میں آنے کے لئے انجکشن کی ضرورت نہیں۔ خیال جو عالم برزخ کی مخلوق ہی وہ تو نہ پہاڑ سے ٹکرائے، نہ سمندر میں لہرائے، بلا کسی رکاوٹ کے سارے عالم کی سیر کر آئے تو روح تو اس سے بھی لطیف ہے اُس کے لئے یہ جسم کب رکاوٹ ہو سکتا ہی۔ کیا تم نے مرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا، کیا جسم یا مکان روح کو روک سکتے اور مرنے سے بچا سکتے ہیں۔ جیسے روح مر کر عالم برزخ میں جاتی ہے ویسی ہی پیدائش کے وقت عالم برزخ ہی سے آتی بھی ہے۔ روح سادی ملکوتی صفات سے متصف اپنی فطرتی ودیعیات کے ساتھ آتی اور اپنا کارنامہ دکھا کر پھر برزخ میں چلی جاتی ہی۔ اب اُس کا برزخ اپنے افعال و اعمال کے جن اثرات سے متصف ہو گیا ہی، انھیں اثرات سے وہ موثر رہیگی۔ جن کی روح آلودہ گئی ہے وہ آلودگیوں میں مبتلا رہیں گے جیسے خواب میں۔ پھر وہاں نہ ہوش و حواس ہوں گے کہ پردہ ڈال ڈال کر بچائیں، نہ زمین پھٹے گی کہ اُس میں سمائی ہو، نہ نیند ٹوٹے گی کہ نجات ملے۔ اور جس کا برزخ آلودہ نہیں ہے اُن کے لئے مرنا تو دنیا کے جبرا

سے نجات ملے اور اس عالم کے حسب حال آرام و راحت۔

تو ڈرو اُس عذاب سے جس کا یہ برزخی عذاب شمہ ہے اور جو قیامت کے دن سزا ہوگا۔ کیونکہ اخرت کی آگ دنیا جیسی نہو گی نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ (وہ تو خدائی آگ ہوگی جو دلوں پر طلوع ہوگی) چھینٹے دینے والے حواس کہاں نیند کہاں صبر کی کوئی صورت کہاں۔ اللہ اللہ یہ دائمی یعنی یکساں عذاب پناہ مانگنے کی چیز ہے خدا پناہ دے۔

جسم تو مٹی اور گھاس پھونس ہے۔ مٹی سے بنا، مٹی میں ملا، اور پھر قیامت کے دن مٹی ہی سے اٹھا کھڑا کیا جائیگا۔ منھا خلقنکم و فیھا نعیدکم و منھا نخرجکم تارۃ اخریٰ (مٹی سے ہم نے تم کو بنایا، اور مٹی میں ملا دیں گے اور پھر مٹی ہی سے دوبارہ اٹھا کھڑا کریں گے) دوبارہ جی اٹھنے کو لوگوں نے نہ مانا باوجودیکہ اپنی پیدایش کو دیکھ رہے تھے کہنے لگے۔ اذا ضللنا فی الارض ءانا لفی خلق جدید (کیا جب ہم مٹی میں رل مل جائیں گے تو ہم نئے جسم میں دوبارہ پیدا کئے جائیں گے) خدا نے فرمایا ہاں۔ کیا تم نباتات کو نہیں دیکھتے کہ وہ مٹی میں رل مل جاتے ہیں، پھر بارش ہوئی اور وہ لہلہا اٹھتے ہیں۔ واللہ انبتکم من الارض نباتا ثم یعیدکم فیھا و یخرجکم اخراجا (خدا ہی نے تم کو زمین سے لہلہاتا ہوا اُگایا، پھر وہ اُسی میں تم کو لوٹا کر لیجائیگا، اور اُسی میں سے پھر دوبارہ باہر نکالے گا) یہ مفہوم قرآن میں بہتیری جگہ ہے بنظر اختصار یہی ایک آیت کافی ہے۔

خدا نے فرمایا لترکبن طبقا عن طبق (البتہ تم درجہ بدرجہ چڑھو گے) یعنی مرنے کے بعد عالم برزخ پھر قیامت۔ قیامت کے دن اُس جزو لایتجزے سے جس کا ڈاکٹری نام میں بھول گیا ہوں اور جو اس زمانہ کی تحقیق ہے، وہ نہ سڑ گل کر مٹی ہوتا نہ جل بھن کر خاک ہوتا ہے، جو کسی طرح فنا نہیں ہوتا، نیا جسم اُس جزو لایتجزے یا

اُس تخم سے نباتات کی طرح نشو ونما پاتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوگا کذٰلک الخروج۔ اور اُس میں آج کی طرح جیسے روح برزخی جسم میں رہکر انسانی جسم میں ہے اُس دن بھی برزخی جسم کے ساتھ اُس جدید جسم میں داخل ہوگی جسم اپنے اعمال کے مطابق سیاہ و سفید ہوگی۔ اور اما الذین ابیضت وجوھھم اور اما الذین اسودت وجوھھم کا جلوہ آشکار ہوگا یہ اُس دن کا وزن اعمال ہی جو قطعی ہے الوزن یومئذ الحق (اعمال کا وزن ہونا اُس دن برحق ہے۔ تھرمامیٹر کی طرح نہیں جو حرارت ناپنے کا آلہ ہے یہ تو غلط بھی ہوتا ہے۔ ہر چیز کے تولنے کا آلہ الگ ہوتا ہے۔ روغن کا الگ، سفوف کا الگ، حرارت کا الگ عقل وفہم کا الگ، برائی بھلائی کا الگ اُسی طرح اُس کے اعمال کے تولنے کا آلہ ہوگا جو اُس کے حسب حال ہو عمل کے نقوش تو اُس کے کینڈے سے اُس کی صورت سے اُس کے رنگ وروپ ہی سے ظاہر ہوں گے، جیسا عمل ایسی صورت فمن ثقلت موازینه اور فمن خفت موازینه کا صورت ہی آئینہ ہوگی اور اسی آئینہ میں وزن اعمال ہوجائیگا۔

مرنے کے بعد روح عالم برزخ میں رہیگی تو کس طرح۔ اس کو اوپر کی آیت میں خدا نے فرما دیا ہے نیند کی طرح۔ اچھوں کو اچھا خواب بروں کو بُرا خواب جیسے بعد مرنے کے فرعون والوں پر گذر رہی ہے النار یعرضون علیها غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعة ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب (جہنم فرعونیوں کے سامنے صبح وشام پیش کیا جاتا ہے اور قیامت کے دن حکم ہوگا کہ ان کو جہنم میں جھونک دو) جہنمی اپنا مقام دیکھیں گے، اپنا ٹھکانا سمجھیں گے اور اسی عذاب میں مبتلا رہیں گے اور جنتیوں کا حال ہوگا۔ فرحین بما اٰتٰهم الله من فضله (افضال الٰہی پر خوش ہوں گے) یبشرهم ربهم برحمة منه (خدا اپنی رحمتوں کی اُن کو بشارتیں سنائیگا) جو ایک دن اُن کو ملنا ہے۔

قیامت کے دن جہنمی جہنم میں جھونک دیے جائیں گے اور جنتیوں کی مہمانی خدا کے یہاں ہوگی۔ پھر جس کا میزبان خدا ہو اس کی ضیافت کا رنگ ڈھنگ کون بیان کر سکتا ہے۔ (فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون) (اُنکے اعمال خیر کی جزا کوئی نہیں جانتا جو آنکھ کی ٹھنڈک اُن کو عنایت ہوگی) جنت و جہنم بندوں کے اعمال ہی ہیں جن کے جلوے وہاں نظر آئیں گے۔ کسی پر خدا و رسول کی محبت اور اعمال صالح کے پھول نچھاور ہوں گے، اور کسی پر ماسوا پرستی اور ماسوا کی محبت کی آگ برسے گی۔ دیکھ لو جس کا اکلوتا بیٹا مر جاتا ہے اُس کی جان کنی کی نوبت ہوتی ہے اور خود اُس کے مرنے سے گویا اُس کے سارے زن و فرزند اور خاندان کا خاندان مر گیا اُس کی مصیبت اور لگاتار مصیبت کا اندازہ کر لو رنج و راحت یہاں کی ہو یا وہاں کی ہو بذریعہ جسم ہو یا بذریعہ حواس، سب رُوحانی ہی ہیں، اس لئے یا ایها الانسان انك کادح الی ربك کدحا فملقیه (اے انسان کھٹا کھٹ اپنے رب کی طرف چلا چل ایک دن تو اُس سے ملاقی ہوگا۔

خدا کی خدائی دیکھو حقیقت جامعہ، صفات متضادہ، مرکبہ، محدودہ کا مجموعہ تھی، جس کا پھیلاؤ اور تفصیل یہ عالم ہے۔ ترکیب خلقت میں مختلف صفتیں مختلف انداز پر مرکب کی گئیں اس سے مختلف مخلوق اور مختلف شکل و خصائل کے انسان پیدا ہوئے مگر سارے صفات براختلاف ترکیب کم و بیش سب میں ہیں۔ صفات کے معتدل اور مناسب جگہ پر صرف کرنیکا نام محمود رکھا گیا اور بے جگہ اور غیر معتدل صرف کرنے کا نام شر رکھا گیا۔ مثلاً خدا نے آنکھیں دیں، قوتِ بینائی دی کہ خدا کے کارخانوں کو دیکھو اور خدا کو پہچانو، اُس کی نعمتوں کو دیکھو اور اُس کا شکر کرو، اپنے کو دیکھو، اپنی قوتوں کو دیکھو اور کام میں لاؤ۔ زبان دی کہ اپنی ضروریات زندگی پوری کرو، اور خدا کی مخلوق کو فائدے پہنچاؤ

جوش دیا کہ تمہارے روحانی قوٰے تیز رفتار رہوں۔ عقل سے بہرہ مند کیا کہ علوم و فنون، اور اکا ت اور ایجادات سے، اور ہر طرح کے فوائد سے اپنے کو اور دنیا کو پھولا پھلا گلشن بنادو وعلیٰ ہذا۔ مگر تم نے ساری نعمتوں کو بے جگہ صرف کیا، آنکھ سے تاک جھانک کا کام لیا، دوسروں کے جان و مال، عزت و آبرو پر بُری نظر ڈالی۔ زبان سے سب وشتم، بدزبانی، غیبت، بہتان، اور افترا کا کام لیا۔ جوش کے انجن میں گیس اتنی بھری کہ وہ پھٹ کر غصہ بن گیا۔ عقل کو خواہشات نفسانی کے چھریوں سے مذبوح اور بیجان کر دیا۔ شر اور ظلم نام ہے صفات کو بے جگہ کرنے کا، صفات کو بے جگہ تم نے صرف کیا یہ شر تم نے پیدا کیا، یہ ظلم تم نے کیا۔ قدرت و اختیار تو خاص شاہی چیز ہے، خداوند اکبر نے اپنے شاہی قدرت و اختیارات میں سے محض مختصر سا حصہ جو بدیہی ہے تمکو دیا ہے تم کو اپنے صفات کو اُن کی جگہ پر یا بے جگہ صرف کرنے کا خفیف سا اختیار ظاہر ہی گرچہ یہ اختیار بھی جبلت، فطرت، صحبت، اور اثرات ماحول کے ماتحت ہی۔ فمن شاء فلیومن و من شاء فلیکفر (جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کافر ہو) فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا (جو چاہے خدا کی راہ دھرے) علیٰ ہذا بہتیری آیتیں ہیں جن سے ظاہر ہے کہ انسان کو خفیف سا اختیار دیا گیا ہے، اور اپنی حد بندی سے باہر مجبور۔ جہاں تک کہ بداہت سے بھی اس کی تائید ملتی ہی۔ اس پر بھی قل کل یعمل علیٰ شاکلتہ (ہر کوئی اپنی بناوٹ پر عمل کرتا ہے) جیسی اُس کی ساخت ویسا اُس کا عمل، اور جیسا اُس کا ماحول ویسی اُس کی عقل۔ تاہم اسی خفیف سے اختیار کے سبب باز پُرس ہی۔

شہنشاہ اعظم خداوند اکبر نے انسان کو خلیفۃ اللہ یعنی اپنا نائب یا دنیا میں بادشاہ بنایا کہ اس پر کسی کی دسترسی نہیں اور اس کی دسترسی سب پر من حیث نیابت

اس کو مالکانہ تصرف کا اختیار نہیں دیا گیا بلکہ اُس کا فرض ہے کہ قانونِ خداوندی کا معمل ہوا اور اُسی کو نافذ کرے۔ یہی اُس کی نیابت ہے، وہ اُسی کو اپنا بادشاہ سمجھے کسی دوسرے کو نہیں، اُسی کے آگے جھکے کسی دوسرے کے آگے نہیں۔ پھر اس قدرے اختیار سے جو محض محدود ہے اتنا کہ گویا اپنی ذات اور اپنے ہی صفات تک محدود ہے، مگر یہی ہے، محتاج دلیل نہیں۔ پھر برا بھلا جو کچھ اُس نے کیا وہ خدا ہی کے دئے ہوئے اختیار سے کیا۔ اگر وہ اختیار ہی نہ دیتا تو یہ کچھ بھی نہ کر سکتا اور غیر مکلف ہوتا۔ اس لئے خدا ہی کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ یہ سارا کچھ ہمارا کیا دھرا ہوا ہے۔ ہدایت ہو یا ضلالت۔ جیسے صوبہ دار یا وایسرائے کے کارنامے چونکہ بادشاہ کے دئے ہوئے اختیار ہی سے ہوتے ہیں وہ سب بادشاہ کے کارنامے ہیں۔ یہی اختیار خدائی امانت تھی جس کے اُٹھانے کی صلاحیت انسان کے سوا اور کسی مخلوق میں نہ تھی، اس لئے اس نے اس امانت کو اُٹھا لیا جس سے بازپرس کے میدان میں کھڑا ہونا پڑا۔ واقعی یہ جہالت کی۔ انہ کان ظلوماً جھولاً۔ اگر خدا کی رحمت کا سہارا نہ ہوتا تو انسان کا بدترین حال ہوتا۔

مگر اُس کی رحمت دیکھو۔ وسعت کل شئ رحمۃ وعلماً (اُس کا علم اور اُس کی رحمت ہر شئے پر وسیع اور محیط ہے) غور سے دیکھو تو اس دنیا میں رنج و راحت، آرام و خوشی ہر شخص کو مساوی بانٹی گئی ہے، جیسے عام عقل اور ہر شخص مساوی رنج و خوشی حاصل کر لیتا ہے امیر ہو تو غریب ہو تو مگر اُس دنیا میں یہ ترکیب مٹ جائے گا اور کھرے کھوٹے الگ الگ کر دئے جائیں گے جنھوں نے بُرے کاموں میں عیش کیا، اور جنھوں نے بھلے کاموں میں مصیبتیں جھیلیں دونوں اُس جزا کی دنیا میں اپنے اعمال کی سزا و جزا پا لیں گے کسی کا کیا دھرا اکارت نہ جائیگا۔

میں ان مضامین کو لکھنا ہی نہ چاہتا تھا یا محض مختصر۔ مگر لکھا گیا اور طول بھی ہو گیا

اس لئے ان مضامین کو کتاب سے خارج ہی کر دیتا۔ مگر جب خدا نے لکھوا دیا اور لکھدیا تو رہنے دیا کہ شاید خدا کی یہی رضا ہو۔

غرض قیامت کے دن وزن اعمال کے بعد جنتی جنت میں جائیں گے اور جہنمی جہنم میں۔ ولقد ذراٴنا لجھنم کثیرا من الجن والانس (ہم نے بہتیرے جن وانس کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے) اُن کی نشانی یہ ہے۔ لھم قلوب لایفقھون بھا ولھم اعین لایبصرون بھا ولھم اٰذان لایسمعون بھا اولٰئک کالانعام بل ھم اضل واولٰئک ھم الغٰفلون (وہ دل رکھتے ہیں سمجھتے نہیں۔ آنکھ رکھتے نہیں دیکھتے۔ کان رکھتے نہیں سنتے۔ یہ گویا چوپائے ہیں بلکہ اُن سے بھی بدتر۔ یہی تو وہ لوگ ہیں جو غافل ہیں) اے بھائیو غفلت سے بچو غفلت سے، غفلت شیطان کا جادو ہی۔ یعنی جنتی گویا جنت کی مخلوق ہیں اور جہنمی جہنم کی۔ ان کی پیدایش ہی جہنم کے لئے ہی۔ دو طرح کی مخلوق پیدا ہوئی ہے۔ جنتیوں کی ترکیب خلقت میں جنتیوں کے صفات غالب تھے اور جہنمیوں کی ترکیب خلقت میں جہنمیوں کے صفات۔ اُن سے ویسے اعمال صادر ہوئے، اور ان سے ایسے۔ جنتیوں کے اختیارات مفوضہ کو افراط وتفریط سے بچکر صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق ہوئی اور جہنمیوں کے اختیارات کو افراط وتفریط میں پڑکر بدراہی اور گمراہی کی راہ پر چلنے کی توفیق ہوئی جنتیوں کو جنت کی راہ دکھانے کے لئے رسول بھیجے گئے۔ اور جہنمیوں کو جہنم کی راہ دکھانے کے لئے شیطان مخلوق ہوا، اور شیطان تعینات کیا گیا۔ انا ارسلنا الشیٰطین علی الکٰفرین تؤزھم ازًّا (ہم نے کافروں پر شیطان کو چھوڑ رکھا ہو کہ وہ اُن کو اُبھارتے رہتے ہیں) جنتی رسول کی امت، اور جہنمی شیطان کی امت میں داخل ہوئے جنتی فطرتاً مجبور ہیں کہ ایمان لائیں اور اُسی ہدایت پر چلیں جو بذریعہ رسول اُن کو دی گئی، اور جہنمی اپنی جبلت سے مجبور ہیں کہ ہرگز ایمان نہ لائیں چاہے وہ خدا

کی نت نئی نشانیاں بھی رات دن دیکھتے رہیں اور سو دفعہ پیدا ہوں۔ ایمان وعمل جبلت اور بناوٹ کے اعتبار سے ہے قل کل یعمل علیٰ شاکلتہ (اے رسول کہدو کہ ہر کوئی اپنی بناوٹ پر عمل کرتا ہے) اُس کے اعمال ہی جنتی اور جہنمی ہونے کی بیّن شہادت ہیں، بلکہ اُس کے ایمان و اعمال ہی جنت وجہنم ہیں۔

سبحان اللہ کیا شان کبریائی ہے، کیا خلاقی کی جلوہ گری ہے، کیا اجتماع ضدین کی چمن آرائی ہے کیا نظم عالم کی آراستگی و درستگی ہے کہ اس دنیا میں ساری نمائشیں اور زیبائشیں متضاد ہی چیزوں کی آمیزش کی بہار اور گلکاریاں ہیں۔

خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا، اُس کی رحمت کی وسعت دیکھو کہ یہاں بھی اُس کی رحمت سے بُرے بھلے سب فیضیاب اور آخرت میں جہنمی بھی اُس کی رحمت سے محروم نہیں۔ رحمتی وسعت کل شئ (میری رحمت ہر ایک شئے پر پھیلی ہوئی ہے) ہاں نافرمانی کی سزا ملنی توضرور ہے کہ یہ عدل ہے۔ اور غور سے دیکھو تو عدل بھی رحمت ہی ہے۔ حاکم جس میں عدل نہیں وہ ظالم ہے۔ اس لئے گناہ کی سزا توضرور ہی مگر رحیم خدا محدود گناہ کی سزا غیر محدود ہرگز نہ دیگا۔ زندگی چند ساعت کی اور اُسکی سزا ابدی؟ مٹھی بھر کا انسان، ہر طرف سے مجبور، ہر کسی کا محتاج، نفس سرکش کا مجروح، شیطان کے طیاروں کے گیس آلود بم کا زخمی، نافرمانی یا بغاوت کا مرتکب ہوا۔ تو مجرم اور باغی کو تو انسان بھی ترس کھا کر معاف کر دیتا ہے، اور خدا تو ارحم الراحمین ہے۔ اُس کا اعلان عام ہے نبئی عبادی انی انا الغفور رحیم وان عذابی ھو العذاب الالیم (بندوں کو مطلع کر دو کہ ہم ہی غفور و رحیم ہیں، اور میرا عذاب بھی سخت عذاب ہے) رحم وعدل دونوں پلڑا ترازو کا برابر ہے اس لئے بہ اقتضائے رحم وعدل سب کی بخشائش بھی ضرور اور جرم کی سزا بھگتنا بھی ضرور سزا بھگت لینے کے بعد جہنمی جہنم کے عادی ہو جائیں گے، اور اُسی میں راضی۔

فان یصبروا فالنار مثوی لھم ۔ اگر وہ اُس پر صبر کر لیں گے تو جہنم ہی اُن کا ٹھکانا ہی، جیسے آج اس دنیا میں جو مصیبتوں پر صبر کر لیتا ہے تو وہ عادی ہو جاتا ہی، اسی حال میں پھر وہ مفرح حالوں کی طرح خوش بھی ہو لیتا ہے۔ یہ ہے خدائی شفاعت لیس لھم من دون اللہ ولی ولا شفیع (اُن کا شفیع و کارساز خدا کے سوا کوئی نہ ہوگا) سزا ہونا بھی ضرور، تابقائے جہنم جہنم میں رہنا بھی ضرور۔ جس کا کوئی نہیں تو اُس کا خدا ہی سب کچھ، اس لئے خدائی شفاعت بھی ضرور۔ وان ربک لذو مغفرۃ للناس علی ظلمھم (بیشک تمہارا خدا انسان کو باوجود اُن کے ظلم اور گناہوں کے بھی بخش دینے والا ہے۔ اور مجرم کو سخت سزا دینے والا بھی ہی) انسان عام ہی سب کے گناہوں کو وہ بخشے گا مگر اسی پر کوئی تکیہ نہ کر بیٹھے اس لئے اُس نے فرمایا وہ سخت عذاب دینے والا بھی ہے۔ واقعی اے خدا تو بُرے بھلے سب کا خدا ہی کافر و مسلمان سب کا خالق۔ یہ خدائی شفاعت ہے کہ وہ جہنم کے عادی ہو جائیں گے اور اسی پر صبر کر لیں گے۔ اس عادت اور صبر سے اُن کی جہنم ٹھنڈی ہو جائیگی مصیبت جنتیوں کی نظر میں معلوم ہو مگر اُن کے لئے آخر کار مصیبت نہ رہیگی۔ غلیظ کا کیڑہ غلیظ میں، اور پھول کا کیڑہ پھول میں ملا۔ نار کا کیڑہ نار میں، اور نور کا کیڑہ نور میں ملا۔ ہر کو اپنے اپنے عنصر میں راحت ہے۔ جھونپڑے کے فقیر کو بادشاہ کے عیش محل میں رکھ دو تو آرائشوں سے اُسے اُلجھن ہی ہو گی۔

خدا تک پہونچنے کی دو راہیں ہیں، ایک ٹیڑھی، ایک سیدھی، کفر کی اور ایمان کی، جہنم کی اور جنت کی، رنج و مصائب سے یا عیش و تنعم سے۔ آخر کار کل الیہ راجعون ہر کسی کو خدا ہی تک پہونچنا ہے۔ اے رحمٰن و اے رحیم! تیری رحمت کی تھاہ نہیں، تو غیر محدود، تیری رحمت غیر محدود۔ یہ دنیا عمل کی دنیا ہے، قیامت پرسش اعمال کا دن، آخرت جزائے اعمال کی دنیا ہے، وہاں اپنے کئے کو بھگتنا ہے۔ خدا کسی پر

ظلم نہیں کرتا۔ وہ رحیم ہے عادل ہے ظالم نہیں۔

جہنم میں بھی تو آخر جہنمی فرشتے ہیں وہ کسی جرم کی پاداش میں نہیں، وہ جہنم ہی کے لئے بنائے گئے ہیں۔ وما جعلنا اصحٰب النار الا ملئکۃ (ہم نے جو دوزخ کے موکل مقرر کئے ہیں وہ فرشتے ہی ہیں۔ دوسری جگہ فرماتا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملئکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون (ایمان والو اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اُس پر تند خو زبردست فرشتے تعینات ہیں جو فرماں بردار ہیں اور تعمیل حکم بلا فروگذاشت کیا کرتے ہیں) تو اے لوگو! سزائے اعمال سے ڈرو، اور یاد رکھو کہ جب یہاں کی مصیبت نہیں سہ سکتے تو وہاں کی مصیبت تو الاماں والحفیظ ہے۔

جنتی اور جہنمی جنت اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اس کے یہ معنی نہیں کہ ابدالآباد غیر محدود زمانہ تک۔ محاورہ کے رو سے خلدین کے معنی ہیں عرصہ تک۔ ہر زبان میں یہ محاورہ جاری ہے مثلاً ان کی گفتگو تو ہمیشہ یوں ہی ہوتی ہے یعنی اکثر، ان کا انداز ہمیشہ سے ہے یعنی عرصہ سے۔ یہ ہمیشہ اسی حال میں گذار دیں گے یعنی عرصہ تک۔ بس اسی طرح خالدین ہے یعنی عرصہ تک جب تک بلحاظ اعمال سزا کا وہ مستوجب ہو۔ اسی طرح باقی کا لفظ بھی ہے مثلاً دولت و خزانہ تو نبٹ جائیگا مگر نام نیک باقی رہیگا۔ دنیا کے سارے تماشے ختم ہو جائیں گے مگر نیک نامی ہمیشہ باقی رہیگی کیونکہ خدا فرماتا ہے فاما الذین سعدوا ففی الجنۃ خلدین فیھا مادامت السمٰوٰت والارض الا ماشاء ربک۔ اور واما الذین شقوا ففی النار خلدین فیھا مادامت السمٰوٰت والارض الا ماشاء ربک ان ربک فعال لما یرید۔ (جو لوگ نیکوکار ہیں وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے جب تک وہ آسمان و زمین رہیگی۔ مگر

جو تیرے رب کی مشیت ہو۔ اور جو لوگ بدکار ہیں وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جب تک وہ آسمان وزمین رہیگی مگر جو تیرے رب کی مشیت ہو۔ بیشک تیرا رب جو ارادہ کرتا ہی دہی وہ کر گزرتا ہے) قیامت کے دن یہ آسمان وزمین تو رہیگی نہیں۔ یوم تبدل الارض غیر الارض والسموٰت (اُس دن یہ آسمان وزمین دوسرے آسمان وزمین سے بدل جائیگی) تو جب تک اُس آسمان وزمین کی عمر رہیگی جس کو خدا نے بتایا نہیں، جنتی اور جہنمی جنت وجہنم میں رہیں گے، یا جو مشیت ربانی ہو جنت وجہنم میں داخل کرنے کے بعد اُس نے یہ سارا کچھ اپنی مشیت کے حوالہ کیا اور اپنی مشیت کو بتایا نہیں بلکہ اس کے بعد کے عالم کو اُس نے فرما دیا کہ جو خدا چاہتا ہی وہ کرتا ہے۔ پھر کیا انقلاب ہوگا، اللہ اعلم۔ انقلاب تو ہوتا ہی رہیگا کیونکہ حادث قدیم نہیں ہوتا مگر آخرت کی دنیا کے بعد کا علم نہ خدا نے بتایا نہ اُس کے علم کا کوئی ذریعہ ہی۔ صرف اتنا بتایا کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیا کم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون (تم کس طرح خدا کے منکر ہوتے ہو۔ تم مردہ (برزخ میں) تھے تم کو اُس نے زندہ کیا (یعنی پیدا کیا) پھر عالم برزخ میں جاؤگے یعنی مروگے۔ پھر وہ تم کو جلائیگا یعنی قیامت کے دن۔ پھر اُس کے بعد ثم الیہ ترجعون۔ بس اس نتیجۂ کار کو سمجھ لو۔ خدا کی طرف سب کو جانا ہے چاہے جنت کا لطف اُٹھا کر چاہے جہنم کے مصائب جھیلکر۔ یہ تو قرآن شریف نے سکھایا، میں اس کو دلائل عقلیہ سے بھی بیان کرتا مگر اس کو غیر مفید بحث سمجھکر نظر انداز کرتا ہوں۔

غرض ہستی حقیقی میں یہ ہستی مجازی ویسی ہی ہے جیسے ہستی مجازی میں سارا عالم کہ ہستی مجازی اُس کے ہر ذرہ کے ساتھ ہے۔ ہر ذرہ کو محیط ہے، ہر جسم اور ہر جان کے ساتھ اُس کی جان کی طرح پیوست ہے پھر بھی ہر آلودگیوں سے پاک ہی۔ فرق یہ ہے کہ ہستی حقیقی قادر مطلق، فعال مطلق، اور خلاق مطلق ہے اور ہستی مجازی

بے بس بے قدرت اور مخلوق ہے اس سے سمجھو کہ خالق اور مخلوق میں کیا نسبت ہے۔ اپنے کو پہچانو، اپنی ہستی کو سمجھو کہ اُس کا سراغ پاؤ، اور تم پر منکشف ہو کہ جو رگِ گردن سے بھی قریب تر ہے اُس کا قرب کس کو کہتے ہیں۔ عقائد کی صحت کرو تا کہ تمہارے اعمال صحیح ہوں جو آخرت میں تمہارے کام آئیں۔

عقائد

توحید میں نے بیان کی اور مسلمانو! تم توحید کے قائل بھی ہو۔ ہاں امتدادِ زمانہ سے، قرآن کے چھوڑنے سے احبار و رہبان کی غلامی کا طوق گلے میں ڈالنے سے، جو خدا کی بتائی ہوئی توحید کیساتھ تم نے آمیزش خود رائی اور خود آرائی سے کی ہے اور طبع آزمائیوں کی رنگ آمیزیاں کی ہیں اُن سے پاکی حاصل کرو، اور برگزیدہ رسول کی امت بنو اور خالص مسلمان ہو کر خالص خدا کے بندے بنو کہ دونوں جہان میں تمکو فلاح اور نجات حاصل ہو۔

سنو سنو۔ خدا نہ حیز و مکان کا محتاج، نہ کہیں بیٹھا ہوا ہے کہ وہ محیط سے محاط ہو جائے۔ نہ وہ انسانی صورت کا کوئی بت ہے۔ اُس کا تشکل اور اُس کی نسبت ایسے عقائد باطل ہیں۔ اسی طرح خدا میں نہ کوئی فنا ہو سکتا نہ فانی ہو کر خدا ہو سکتا، نہ خدا ہو کر باقی ہو سکتا ہے۔ یہ سارے عقائد باطل ہیں۔ اسی طرح جب خدا کا کوئی شریک نہیں، تو اُس کے افعال اُس کے احکام، اُس کے نظم و انتظام خداوندی میں نہ کوئی رسول شریک نہ کوئی غوث و قطب شریک۔ نہ کوئی عالم یا علامہ شریک و سہیم ہو سکتا ہے۔ ایسے عقائد پھیلے ہوئے ہیں اور ایسے سارے عقائد باطل ہیں۔ خدا ہر جگہ ہے، عالم کے ذرہ ذرہ کو محیط ہے، وہ ایسی ذات نہیں جس میں کوئی فنا ہو، تمہاری بیہوشی خدا ہی کی

طلب ہیں سہی خدا میں فنا ہونا نہیں ہے۔ اُس میں کوئی فنا نہیں ہو سکتا۔ مجھے یہاں پر متوجہ کرنا یہ ہے کہ تمہارے عقائد میں جو کچھ فتور پڑ گئے ہیں اُن کو میں نے کسی قدر بیان کر دیا تو قرآن سے اُن کی صحت کرو۔

افسوس کا مقام ہے کہ قرآن مجید کی صریح آیات کے خلاف عقائد پھیل گئے ہیں بلکہ کوئی اسلامی عقیدہ بھی تو ایسا نہ رہا جس میں طبع آزمائیوں سے کتر بیونت نہ کی گئی ہو۔

علام الغیوب تو خدا ہی ہے خدا ہی۔ وہ فرماتا ہے۔ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ (اے رسول کہدو کہ غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا) تمہارا عقیدہ یہ کہ رسول بلکہ ہر شائخ، ہر کٹی کا فقیر، جوتشی اور رمال سب غیب داں ہیں۔ اور مختل الحواس تو مجذوب ٹھہرا وہ خدا میں مل کے خدا ہو گیا۔ سب سے بڑا غیب داں تو وہی، جس کی گالی دعا، اور جس کی نظر ساتوں طبق روشن کرنے والی۔ حالانکہ فرمان یہ کہ لا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول (خدا غیب سے کسی کو بھی مطلع نہیں کرتا مگر بعض رسولوں کو جس کو وہ چاہے مطلع کر دیتا ہے) جیسے ہمارے رسول سے اُس نے فرمایا ذٰلک من انباء الغیب نوحیھا الیک (یہ غیب کی باتیں ہیں جن سے ہم آپ کو مطلع کرتے ہیں) رسولوں کو بھی غیب کی اطلاع خدا کے مطلع کرنے ہی سے ہوتی تھی۔ جیسا کہ فرمان ہے لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء (اگر ہم غیب داں ہوتے تو بہت سی بھلائیاں ہی کر جاتے اور ہم کو کوئی نقصان اور تکلیف نہ پہونچتی) قوم نے نہ خدائی جلال و کبریائی کو جانا اور پہچانا نہ رسول کی شان رسالت اور منزلت کو سمجھا۔ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحیٰ الی (اے رسول اعلان کر دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں

اور نہ میں غیب داں ہوں، نہ فرشتہ، میں تو قرآن مجید کا جو خدا نے میری طرف وحی کی ہے اتباع کرتا ہوں) رسول تو فرمائیں کہ میں غیب داں نہیں، مگر محبت نبی کے جھوٹے اور منافق مدعی فرمائیں کہ نہیں آپ غلط فرماتے ہیں، آپ تو غیب داں ہیں، کیونکہ احد بے میم ہیں یعنی ہوا للہ احد ہی صحیح نہیں ہوالرسول احد بھی صحیح ہے جو غلطی سے رہ گیا۔ کیونکہ جب مجذوب اور غوث و قطب غیب داں ہوتے ہیں جس میں کلام نہیں، تو آپ کیوں غیب داں نہیں ہو سکتے۔ جیسے وہ خدا میں مل کے خدا ہو گئے اور اپنے معتقدوں کے پاس ہر وقت حاضر و ناظر رہتے اور اُن کی پکار سنتے ہیں، آپ اپنے اُمتیوں کے پاس کیوں نہیں ہوتے اور کیوں اُن کی دعا نہیں قبول کر سکتے ہیں۔ کیا رسول کی رسالت کے خلاف یہ عقیدہ رسول کے ساتھ محبت ہے یا رسول سے بغاوت۔

غیب تو اُسی کو کہتے ہیں جس کا ذریعۂ علم نہ ہو۔ رسول کو ذریعہ علم اطلاع خداوندی ہی تو یہ خدائی اصول برقرار اور اٹل ہے کہ غیب کا علم خدا کے سوا کسیکو نہیں جو پیشینگوئیاں یا اہل سائنس کی پیشین گوئیاں جو علم التجربہ یا علم سائنس کی بنا پر ہوتی ہیں مثلاً گرہن ستاروں کی گردشیں، انقلاب موسم یا زلزلہ وغیرہ کے متعلق جو پیشین گوئیاں ہوتی ہیں وہ تو سائنس اور علوم تجربہ کی بنا پر ہوتی ہیں، وہ خارج از بحث ہیں کیونکہ وہ بلا ذریعہ علم غیب کی باتیں نہیں ہیں۔ ایسی باتوں کے سوا غیب کی باتیں جو وہ کہتے ہیں وہ مبنی بر قیاس اور جھوٹ ہے۔ جیسے قیاس کوئی صحیح بھی ہو جاتا ہے اُسی طرح اُن کا یہ جھوٹ بھی جو ہوشیاری اور محفوظ طریقہ پر بولا جاتا ہے کبھی کبھی صحیح بھی ہو جاتا ہے غیب کا علم ہوتا تو اُن کا حال درست ہوتا۔ ہوش کرو اور دیکھو کہ لوگوں کا ایمان کس طرح ڈانواں ڈول ہے۔ خدا کی صریح آیتیں پا کر بھی معرکہ آرائیاں اور رسالہ بازی کا بازار گرم ہے۔ فبای حدیث بعد اللہ و

اَلِیْمٌ یومنون۔

اسی طرح ماسوائے سے مراد خواہ ہونا ہے۔ جو خدا تمہاری جان سے بھی زیادہ تمہاری ہستی سے قریب تر ہے، تم سے زیادہ تمہارے حال کا دانا و بینا ہے، جو سب سے زیادہ رحیم بلکہ ارحم الراحمین ہے، قادر وہ، قدیر وہ، اُس سے مُنہ پھیر کر تم پیروں سے، فقیروں سے، اُن کے مزاروں سے مراد خواہ ہوتے ہو، یہ تمہارے ایمان کا کھوٹ ہے۔ ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم ولو سمعوا ما استجابوا لکم ویوم القیمۃ یکفرون بشرککم۔ (اگر اُن کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے، سنیں بھی تو وہ قبول نہیں کر سکتے، اور قیامت کے دن وہ تمہارے اس شرک سے انکار کریں گے) کہ یہ ہمارے کہے سے نہیں کرتے تھے۔ خدا نے اس کو شرک فرمایا، اور مشرک کی بخشائش ہی نہیں تو اس فرمان کو سوچو سمجھو اور خدا سے ڈرو۔

قرآن میں بہتیری آیتیں ہیں کہ جو مر گئے وہ کسی کی سنتے نہیں، نہ وہ کچھ قدرت ہی رکھتے ہیں۔ تم بداہتاً جسم بیجان کو دفن کرتے ہو۔ جن میں کوئی قدرت و اختیار تم نہیں دیکھتے مرنے پر وہ تمہارے اختیار میں ہیں، اُن کے مدفن پر جا کر پھر تم کس کو پکارتے ہو۔ رُوح اپنے ٹھکانے گئی اُس کو تم پکار نہیں سکتے اگر عقل رکھتے ہو تو اپنے اس عقیدے پر آپ غور کرو۔

ایاک نستعین (ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں) ہر نماز میں پڑھتے ہو مگر دروغ گو کم بر روئے تو۔ ماسوا سے مدد چاہنے میں بے باک ہو۔ "یا علی مدد" "یا غوث مدد" تمہاری زبان پر جاری ہے "اے خواجہ دے" تمہارے سالانہ عرس کی عبادت ہے۔ اے خدا کے بندو اور ماسوا کے آگے سر جھکانے والو! تمہاری اس روش سے نہ خدا خوش نہ رسول خوش، تمہارے اس عقیدے کا نہ خدا حامی نہ رسول حامی۔

افسوس کا مقام ہے اگر ان کو قرآن کی آیتوں سے بھی سمجھاؤ تو کہتے کیا ہیں

جو ماسولکے پوجاری کہتے تھے فاذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیہا اٰباءنا واللّٰہ امرنا بہا (جب وہ کوئی برا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اسی روش پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور اللہ نے اسی کا ہمکو حکم بھی دیا ہے) قل ان اللّٰہ لا یامر بالفحشاء اتقولون علی اللّٰہ ما لا تعلمون (کہدو اے رسول کہ خدا بیحیائی کا حکم نہیں دیتا کیا تم خدا پر اُس کا الزام دھرتے ہو جس کو تم جانتے بھی نہیں) یہی ماسوا پرستی، یہی قبر پرستی، یہی عرس، یہی چادریں چڑھانی، یہی چراغاں کرنا، پھول چڑھانا، صندل چڑھانا جو بتوں پر بجائے سیندور اور پھول اور پانی چڑھانے کے ہے، یہی اسراف ولغویات کی مشغولی جو مسلمانوں کے شان اسلامی سے بعید اور ممنوع ہے، یہی حال وقال میں تضیع اوقات جو صرف آنی فرہ لوٹنے اور خدا رسی کا زینہ سمجھانے کے لئے ہے۔ قرآنی سند سے تو نہیں، افعال نبی اور افعال صحابہ کی سند سے بھی نہیں، مگر یہی باپ دادا سے چلا آیا ہے، یہی بزرگان دین کی تعلیم ہے، اسی کے ہم مامور من اللہ ہیں، اور یہی ذریعہ تقرب الی اللہ کا ہمارے یہاں سینہ بہ سینہ چلا آیا ہے۔ چلہ کشی بھی تو اسی لئے ہے لیقربونا الی اللّٰہ زلفٰی (یہ بزرگان دین ہم کو خدا سے قریب کر دیں گے۔ کیونکہ ھٰؤلاء شفعاؤنا عند اللّٰہ (یہی تو خدا کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں) یہی تو خدائے علیم وخبیر، حاضر وناظر، واقف حال جلی وخفی، کو واقف حال کرکے اُس رحمٰن ورحیم کے رحم دلا کر سفارش کریں گے۔ جیسے بتوں کی پرستش ہوتی ہے، اُن کی سفارش سے مرادیں پوری ہوتی رہتی اور روز چڑھاوے چڑھتے رہتے ہیں۔ یہ وہی عقیدے ہیں جو قرآن میں منکروں کے بیان ہوئے ہیں۔ خدا کو کفار بھی مانتے تھے جیسے ہندو بھی کہتے ہیں کہ بھگوان ایک ہی مگر وہ پجاری ماسوا کے ہیں۔ قرآن میں سیقولون اللّٰہ بہت جگہ ہی دیکھ لو مسلمان سمجھیں بھی تو آبائی روش چھوٹے کیونکر؟

مسلمانو! خدا کے حضور میں اور اُس کے دئے ہوئے قرآن کی روشنی میں اپنے ایمان وعقائد کی اصلاح کرو ہم تمہارے بھلے کو کہتے ہیں، ورنہ ہم کون۔ خود درماندہ وشفاعت دیگراں، ہاں قرآن کی تبلیغ تھی وہ میں نے کردی اور اپنے فرض سے سبکدوش ہوا

عبادات

میں تو خدا کے فرمان پر چلنے کو عبادت سمجھتا ہوں۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (ہم نے جن اور انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میرے فرمان پر چلیں) ہم اسی لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ خدا کے فرمان پر چلیں، اُس کے مقابلہ میں اور کسی کے فرمان پر نہیں۔ اس لئے میں معاملات کو عبادت ہی سمجھتا ہوں مگر قوم نے اصلاح میں فرق کیا ہے اس لئے میں بھی الگ الگ بیان کرونگا تاکہ سمجھنے میں سہولت ہو۔ اس لئے جن احکام کی تعمیل میں تمکو انسان سے تعلق اور واسطہ ہو اُن کو میں نے معاملات میں داخل کیا ہے، اور جن احکام کی تعمیل میں تمکو صرف خدا سے واسطہ ہو اُن کو عبادات میں داخل کرکے چند مہتم بالشان عبادت کی طرف میں نے متوجہ کیا ہی جن کی حقیقی تعمیل میں رخنے پڑ گئے ہیں، اور وہ ادا بھی کئے جاتے ہیں تو ماسوائی نیت کے ساتھ، ماسوائے حکم کی تعمیل سمجھ کر، مستزاد بران اُن کی روحانیت بھی کھوئی گئی ہے۔

صلوٰۃ میں نے صلوٰۃ کو اور اُس کے ساتھ غسل، وضو، تیمم کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ شرعۃ الحق میں بیان کیا ہے اور صرف قرآن مجید سے مفصل بیان کیا ہے، اُس میں دیکھو مگر دیکھو گے نہیں۔ اس لئے عبادات کی زیر سرخی مجھے صلوٰۃ کو جو اک مہتم بالشان عبادت ہے اختصار کے ساتھ کچھ نہ کچھ بیان کردینا

ضروری ہے۔ اور اس لئے بھی کہ معترضوں کے اعتراضوں کا تشفی بخش جواب ہو جائے۔
اور یہ بھی منکشف ہو جائے کہ مسلمان اور مسلمانوں کے سارے فرقے جو نماز میں پڑھتے
ہیں یہی صلوٰۃ باہمہ اختلافات کے مفروضۂ خداوندی ہے ہاں روحانیت صلوٰۃ
غائب ہو گئی ہے چونکہ صلوٰۃ کا مخرج قرآن نہیں رہا بلکہ انسانی تصنیفیں ہو گئیں یہ
پہلے اعتراضوں کو کسی قدر نمبر دار بیان کر دینا چاہتا ہوں جو صلوٰۃ کے فرض
ہونے پر کئے جاتے ہیں۔

نمبر ا۔ صلوٰۃ ایسا مہتم بالشان فرض ہے کہ خدا فرماتا ہے اقم الصلوٰۃ ولا
تکونوا من المشرکین (نماز قایم کرو اور مشرکوں میں نہ ہو جاؤ) یعنی نماز نہ پڑھنے
والا ایک طرح کا مشرک سمجھا گیا۔ مگر حیرت کا مقام ہے کہ ایسا مہتم بالشان حکم ایسے
لفظ میں دیا جاتا ہے جس کو نہ مخاطب سمجھے نہ اہل زبان عرب اور ضرورت پڑے
فرشتے کو امامت کر کے تعلیم دینے کی۔ درآں حالیکہ زکواۃ، روزہ، حج، سرقہ، زنا، نکاح
طلاق، ربوا، علی ہذا اخلاق و معاملات اور پاک باطنی کے سارے ہی احکام
وہدایات کسی کو بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نہ سکھایا، نہ پڑھایا، نہ اس کی عملاً
تعلیم دی، نہ کسی آیت کے رو سے وہ اس کے مجازہی تھے۔ تو کیا صرف صلوٰۃ ہی کا لفظ فرشتوں کی
اصطلاح میں نازل ہوا تھا اور باقی عربی اصطلاح میں جسکو عرب سمجھیں، اور انا انزلنه قرانا عربیا
لعلکم تعقلون (ہم نے قرآن عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھو) کی تعمیل کر سکیں
نمبر ۲۔ صلوٰۃ کو فرض کہتے ہو تو لفظ صلوٰۃ فرض ہوتا ہے، اور طرز صلوٰۃ تو
قرآن مجید میں ہی نہیں پھر کونسی صلوٰۃ فرض ہوئی۔ ان الذی فرض علیك
القرآن (خدا نے تم پر قرآن فرض کیا ہے) فرض کرنے والے خدا نے تو قرآن
فرض کیا ہے، اور بس، تو فرضیت صلوٰۃ تمکو قرآن ہی سے ثابت کرنی ہو گی کہ فلاں
صلوٰۃ فرض ہے، ورنہ فرضیت ثابت نہو گی۔ حدیث سے جو ظنیات میں ہی ثابت

کرنے میں راویانِ احادیث پر ایمان لانا ضرور ہوگا، اور راویوں پر ایمان لانے کا نہ خدا نے حکم دیا، نہ رسول اللہ نے صلی اللہ علیہ وسلم، وہ ایمان میں داخل نہیں، اگر کوئی راویوں پر ایمان نہ لائے تو وہ مجرم نہیں، پھر فرضیت صلوٰۃ کا ثبوت کیا ہے۔ طرز صلوٰۃ ظنیات سے ثابت کرتے ہو تو حکم بہ ایں طرز ظنی ہوجائیگا، اور ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً (ظن اور گمان حق سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا)

نمبر ۳ - جب خدا نے صلوٰۃ فرض کی اور طرز صلوٰۃ بیان نہ کیا، تو ایسی صورت میں جب صلوٰۃ کے معنی دعا کے بھی ہیں تو کیوں صلوٰۃ سے دعا کی فرضیت نہ سمجھی جائیگی۔

نمبر ۴ - کہا جاتا ہے کہ صلوٰۃ فرض ہوئی معراج میں۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعد اشاعت اسلام ہی گویا نماز شروع کردی تھی، خلیفہ دویم کے مسلمان ہونے کے پیشتر ہی سے، تو وہ کونسی نماز تھی۔ پھر معراج میں ہر آسمان پر آپ نماز پڑھتے ہوئے اور پیغمبروں کی امامت فرماتے ہوئے معراج کو تشریف لے گئے تو وہ یہودیوں اور عیسائیوں کی ناقص نماز تھی یا کونسی نماز تھی، کیا آپ کی یہ ساری نمازیں مخترعہ تھیں، ناقص تھیں، باطل تھیں، پھر معراج میں خدا نے صلوٰۃ فرض کی، اور رسول اس حکم کو نہ سمجھ سکے کہ حضرت جبرئیل کو آکر سکھانے کی ضرورت پڑی، کیا ایسا اہتمم بالشان حکم معراج میں اپنی حضوری میں دنیا جس کو مخاطب سمجھ نہ سکے شان خداوندی سے بعید نہیں ہے، اور کیا حکم خداوندی کو بہ ایں حضوری نہ پوچھنا کہ یہ حکم سمجھا نہیں محکوم کے لئے زیبا اور شان رسالت سے بعید نہیں ہے۔ اس کے سوا بعد فرضیت صلوٰۃ تا تعلیم صلوٰۃ آپ کس طرح نمازیں پڑھتے رہے، اور بعد تعلیم طرز صلوٰۃ مسلمانوں میں اس کی منادی اور خصوصیت کے ساتھ اعلان کیا گیا یا نہیں کہ لوگ طرز صلوٰۃ کی صحت کرلیں۔

اس کے علاوہ خدا کا پچاس وقتوں کی صلوٰۃ کا فرض کرنا بھی سمجھ سے پرے ہے

اور خدا کی شان کے سراسر خلاف، وہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا احسان ہوا کہ گھٹتے گھٹتے پانچ وقتوں پر قصہ ختم ہوا، ورنہ پچاس وقتوں کو اگر دیکھو تو اس کی تعمیل انسانی قدرت سے باہر ہے۔

رات اور دن کے ۲۴ گھنٹے ہوتے ہیں اس کو آدھ آدھ گھنٹے کے دو ٹکڑے کر دو تو نصف نصف گھنٹے کے ۴۸ ٹکڑے ہوئے، ہر آدھ گھنٹہ پر صلوٰۃ کا وقت فرض کر وجب بھی دو وقتوں کی نماز اور رہجاتی ہے۔ اگر یہ دو وقت کی عدول حکمی بھی گوارا کرلو جب بھی دن اور رات نماز ہی میں گزر جائیگی، اور کھانے پینے، فطرتی احتیاج اور دیگر فرائض ضروریہ اور بقائے زندگی کے لئے سونے تک کی فرصت نہیں ملسکتی زندگی محال، اور توالد و تناسل بند، کیا خدا کا ایسا حکم دینا قرین انصاف اور عقل ہے۔

نمبر ۵۔ خدا کا فرمان ہے الا لہ الحکم (حکم خدا ہی کا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے بینھم بما انزل اللہ (اُن کو قرآن سے حکم دیا کرو) قرآن میں نہ ملے تو فاصبر لحکم ربك (خدا کے حکم کے منتظر رہا کرو) یہ ایک اصول خدا کا حکم صادر ہوا۔ اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء (قرآن مجید کا اتباع کرتے رہو اور کسی دوسرے رفیق کا اتباع نہ کرنا) اس لئے طرز صلوٰۃ قرآن سے دکھاؤ کہ مسلمان اسی کے اتباع کے مامور ہیں اور کسی دوسرے کے اتباع سے منع کئے گئے ہیں۔ رہا رسول کا اتباع، چونکہ آپ خود قرآن مجید کے اتباع کے مامور تھے اس لئے آپ کا اور قرآن کا اتباع ایک ہی، وہ کچھ قرآن سے فاضل اتباع نہیں ہے

نمبر ۶۔ خدا کے احکام اور فرضیت صلوٰۃ بہ ہیئت مخصوصہ کے متعلق چونکہ یہ خدا کا حکم ہے اس میں کسی کو شریک نہ کرنا ہو گا لا یشرك فی حکمه احدا (خدا اپنے حکم میں کسی کو بھی شریک نہیں کرتا) پھر تم اس شرک و شرکت کے کس طرح مجاز ہو سکتے ہو۔ اس لئے بغیر کسی کو خدا کے حکم میں شریک کئے ہوئے فرضیت صلوٰۃ

ثابت کر سکتے ہو تو کرو ورنہ صلوٰۃ بہ معنی دعا ہی سمجھی جائیگی۔

نمبر ۷۔ سارے علما کہہ گئے کہ قرآن مجمل ہے اور خدا کا دعویٰ کہ نہیں مفصل ہے، تو ان دونوں میں برسرِ حق کون ہے۔ وہ فرماتا ہے فصلنٰہ تفصیلا ۹ اور فصلنٰہ علیٰ علم (ہم نے قرآن کو مفصل بیان کیا ہے جو تفصیل کا حق ہے اور برِ بنائے علم مفصل بیان کیا ہے۔ علیٰ ہذا بہتیری آیتیں تفصیل کے متعلق ہیں۔ مگر علما کے نزدیک واقعہ کے روسے یہ دعوے صحیح نہیں ہے اس لئے اُن کو ضرورت پڑی خدا کے کلام کو اپنے من گھڑت علمی شاخسانوں سے پابند کرنیکی، اور روایتوں کو قرآن کی تفسیر قرار دینے کی، جس کی کوئی سند خدائی نہیں ہے۔ تو اگر خدا کا دعویٰ تفصیل کا صحیح ہے تو طرز صلوٰۃ کو قرآن سے مفصل بیان کرو، اور نہ بیان کر سکو تو صلوٰۃ کے معنی دعا کے لینے میں تمہیں کیا عذر ہو سکتا ہے۔

نمبر ۸۔ مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ طرز صلوٰۃ حدیث سے ہے اور حدیث مفسر قرآن ہے کیا یہ دعویٰ قرآن کے فرمان کے مطابق ہے، کیونکہ قرآن میں قرآن تو یہ ہے ثم ان علینا بیانہ (تفسیر کر دینا ہمارے ذمہ ہے) اس لئے خود قرآن مفسر قرآن ہو سکتا ہے تو صلوٰۃ کی تفسیر قرآن سے کرو۔ خصوصاً کسی ایسی کتاب سے نہ کرو جس کا وجود ہی رسول کے زمانہ میں نہوا اور جو نہ مامور خدا ہو، نہ مامور رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

نمبر ۹۔ اگر یہ کہو کہ حدیث بھی منزل اور ما یوحیٰ ہے، اور یہ بھی قرآن ہی ہے۔ تو منزل تو کوئی نہیں مانتا ہاں ما یوحیٰ لوگوں نے تسلیم کیا ہے، تو یہ اوحیٰ الیٰ ہذا القرآن کے اور بہتیری آیتوں کے جو اس کتاب میں بھی بیان ہوئی ہیں کہ قرآن ہی وحی کیا گیا ہے۔ خلاف ہوتا ہے اگر قرآن سے اعراض کر کے مان لو کہ حدیث بھی ما یوحیٰ ہے تو ایسے حال میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قرآن کی طرح حدیث کا بھی جمع کر کے دے جانا فرض و لازم ہو جاتا ہے کہ لعلک تارک بعض ما یوحیٰ

الیک (ایسا نہیں کہ تم کوئی وحی چھوڑ دو) حدیث جمع کر کے تبلیغ میں شامل کرنا لازم تھا جو نہ نبی نے کیا نہ صحابہ نے، نہ اپنے ما یوحیٰ کی حفاظت خدا ہی نے کی۔ اس پر بھی اگر حدیث کو وحی تسلیم ہی کر و تو اہل تشیعہ کے دس پارے جو مفقود ہیں وہ بھی قرآن ہو سکتے ہیں اور وہ بھی حدیث کی طرح خدا کی حفاظت کے نیاز مند نہیں۔ ایسی صورت میں اُن کی تلاش شیعہ و سنی دونوں کو لازم ہے کہ شاید اُس میں اس سارے قرآن کا نسخہ نکل آئے تو دین سے فرصت ہی ہو جائے۔

علیٰ ہذا ایسے ایسے بہتیرے اعتراضات کئے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ صلوٰۃ مفروضۂ خداوندی کو قرآن سے مفصل بیان کر دوں کہ وہ ان سارے اعتراضوں کا جواب ہو جائے۔

مسلمانوں کے لئے تین ہی صورتیں ہیں نمبر ۱ یا تو وہ میرے لکھے ہوئے کو صمیم قلب سے تسلیم کر لیں اور اُس کی تائید کریں۔ نمبر ۲ یا اس میں جو فروگذاشت مجھ سے ہوئی ہو اُس کو پوری کریں اور خالصاً لوجہ اللہ قرآنی نماز کو قرآن سے مکمل کر دکھائیں تا کہ قوم کا صلوٰۃ کو فرض کہنا صحیح ہو نمبر ۳ یا اگر اس میں عار اور تعصب ہو تو تیسری صورت یہ ہے کہ وہ ان اعتراضوں کا جواب قرآن کی صریح آیتوں سے دیں جو مسکت ہو اور معترض کے لئے تشفی بخش۔ اب مجھے صلوٰۃ و ما یتعلق بہا کو مختصراً قرآن مجید سے بیان کرنا ہے۔

طہارت طہارت یعنی غسل، وضو، تیمم کا واضح اور مفصل بیان قرآن مجید میں بلا احتیاج تفسیر کے موجود ہے وہ شرعۃ الحق میں دیکھ لو دوہرانے سے فائدہ نہیں۔

ابراہیمی نماز جس ملت کے ہم مامور ہوئے اُس کی نسبت خدا نے فرمایا طہر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود (میرے گھر کو طواف کرنے والوں

اور نماز پڑھنے والوں کے لئے پاک رکھو، یعنی نماز پاک جگہ میں ادا کرنی چاہیئے انسانی یا حیوانی بول و براز کی جگہ میں نہیں، اس لئے چراگاہ میں بھی نہیں مصلی مزید طہارت اور پاکی کے خیال سے بچھانا اولیٰ اور محتاط صورت ہے۔ اسی طرح کپڑے بھی پاک رہنے چاہئیں ثیابك فطھر (اپنے کپڑے پاک رکھو) والرجز فاھجر (اور ناپاکی کو دور کرو)

اذان

اک ضروری چیز اذان ہے۔ یہ مصلیوں کو مسجد میں حاضر ہونے کے لئے اعلان عام ہے، اس خدائی نسبت کے ساتھ اعلان ہے جس سے بہتر طریقہ اعلان کا ناممکن ہے۔ اذا نودی للصلواۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللّٰہ وذروا البیع (جمعہ کے دن جب نماز جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو نماز کی طرف دوڑو اور کاروبار تجارت بند کردو) اس آیت سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک تو نماز جمعہ کی فرضیت، دوسرے اذان کی فرضیت، تیسرے نماز کے وقت کاروبار بند کرنا۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جمعہ کے دن کاروبار منع نہیں۔ منع ہوتا تو چھوڑنے کو کیا کہا جاتا۔ ہاں نماز جمعہ کے وقت کاروبار بند کردو۔ اور قبل نماز اور بعد نماز شوق سے کاروبار میں مشغول ہو جاؤ۔ کاروبار ہی تو گویا فرض ہے وابتغوا من فضل اللّٰہ (خدا کا فضل تلاش کرو۔ کاروبار کو اس نے اپنا فضل فرمایا اذان اعلان عام ہے مسجد میں حاضر ہونے کے لئے، اور تکبیر حاضرین مسجد کے لئے اعلان ہے شرکت نماز کے لئے، یہ من تطوع خیراً فھو خیرلہ میں داخل ہے۔

جماعت

شرط صلواۃ پوری کرنے کے بعد نماز تنہا بھی پڑھ سکتے ہو اور بجماعت بھی، اقم الصلوٰۃ بھی فرمان ہے اور اقیموا الصلوٰۃ بھی، اور جماعت ملجانے پر اکیلے صحیح نہیں، کیونکہ حکم ہے وارکعوا مع الراکعین (نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہر کام بجماعت کرنے کے مزید فوائد محسوس ہوتے ہیں

اور کتنے فوائد تو ایسے ہیں کہ وہ جماعت ہی کے ساتھ مخصوص۔

توجہ الی القبلہ

جب نماز کے لئے کھڑے ہوا کرو تو مواجہ کعبۃ اللہ کی طرف کر لیا کرو، کہ خدا نے کعبۃ اللہ کو اسی لئے ہم لوگوں کا قبلہ بنایا ہی فول وجھك شطر المسجد الحرام (اپنا منہ کعبۃ اللہ کی طرف کر لیا کرو) تاکہ مسلمانوں کی عبادت میں بھی یک جہتی رہے۔ ہاں اگر نہ معلوم کر سکو کہ کعبۃ اللہ کدھر ہے تو اینما تولوا فثم وجہ اللہ (جدھر چاہو نماز پڑھ لو خدا ہر جگہ ہے) خدا کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے بندے نماز کے فوجی یک جہتی، یکسوئی اور جوش جماعت کے ساتھ خدا کے آگے جھکیں اور پانچ وقت جھکیں تاکہ یہ اُن کا مسلک ہو جائے کہ یہ چیز دین و دنیا میں فائز المرام کرنے والی ہی۔

نیت صلوٰۃ

اضطراری حرکات کی تو کوئی قیمت نہیں، یہ تو بدحواسوں کی حرکت ہی۔ اس لئے نماز کو کھڑے ہوا کرو تو نیت کی صحت کر لو کہ عمل بہ اخلاص ہو کیونکہ عمل کا نتیجہ نیت ہی پر مترتب ہوتا ہے۔ دل کی نیت کافی ہے، مگر اقرار باللسان عمل کو مستقیم کرنے والا ہوتا ہے؛ اس لئے زبان سے اقرار کرنا چاہیئے کہ اے خدا ہم تیری نماز ادا کرنے کے لئے تیرے حضور میں کھڑے ہوئے ہیں۔ نویت ان پڑھ لینا جسکو مصلی سمجھتا ہی نہو لغو ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں۔

ہر عمل کا نتیجہ ارادہ اور نیت پر موقوف ہے۔ خدا فرماتا ہے من کان یرید حرث الاخرۃ نزد لہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نوتہ منہا ومالہ فی الاخرۃ من نصیب (جس کی نیت آخرۃ کی کھیتی کی ہوگی تو اس کو اُس کی کھیتی میں ہم زیادتی دینگے (یعنی دنیا میں بھی اُس کو فوائد حاصل ہوں گے) اور جس کی نیت دنیا کی کھیتی کی ہوگی تو اُس کو ہم دنیا تو دینگے مگر آخرت میں اُس کا کوئی حصہ نہیں) جیسی نیت ویسا نتیجہ، جیسا تخم ویسا پھل۔

اگر نماز عادتاً ادا کی گئی، بلا حضوری قلب اور بغیر خشوع و خضوع تو وہ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر (بے شک نماز برائیوں سے روکتی ہے) کا ہیکو ہوگی، جو برائیوں سے روکے، وہ تو حقہ، پان، تمباکو کی عادت ہوئی۔ جیسا کہ آج کل کے مسلمانوں کی نماز ہے کہ وہ فحشا منکر سے روکنے والی نہیں، کیونکہ اقم الصلوٰۃ لذکری کی تعمیل نہیں ہوئی۔ چاہیئے تھا خدا کی یاد کے لئے نماز قایم کرنا۔

اسی طرح ریاکاروں اور منافقوں کی دکھلاوے کی نمازیں ہیں، نیت ہی کہ لوگ اُن کو نمازی کہیں تو لوگ نمازی کہیں گے مگر ریائی نمازیوں کے لئے جہنم ہے۔ فویل للمصلین الذین ھم عن صلوٰتھم ساھون الذین ھم یراؤن (ریاکار اور غافل نمازیوں کے لئے جہنم ہے) اور منافقین کو تو پوچھو نہیں ان المنٰفقین فی الدرک الاسفل من النار (منافقین جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں گے) کیونکہ النفاق اشد من الکفر (نفاق تو کفر سے بدتر ہے) پھر اُن کی نماز کیا۔ اس لئے ہر نماز میں اپنی نیت خالص کرو اور خدا کے حضور میں خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کرتے رہو جب نماز اور عبادت ہوگی۔ تمہاری کوشش لگاتار رہی تو کوشش ہی کی تو دیکھ بھال ہوگی وان سعیہ سوف یری۔

ادب و خشوع

خدا کا فرمان ہے قوموا للہ قانتین (خدا کے حضور میں قیام مؤدب کیا کرو) ظاہر بھی مؤدب ہو، اور باطن بھی۔ حکم عام ہے، وہ ظاہر و باطن دونوں کا نگران ہے۔ لکن یواخذ کم بما کسبت قلوبکم (لیکن وہ تمہارے اعمال باطنی کا مواخذہ کریگا) مجازی بادشاہ کے سامنے تم بے ادبی سے کھڑے ہو تو دربار سے نکال نہ دئے جاؤ گے تو شہنشاہ عالم کے سامنے بے ادبی سے غافل کھڑا ہونا کیا شوخی بے ادبی اور بے تمیزی نہ ہوگی۔ ہاں اتنی بات ہے کہ بغاوت نہیں کی، حاضری کے حکم کی تعمیل کی، ظاہر میں سبکدوش ہوئے، وہ ارحم الراحمین ہے، باطن کا نگران

وہی، معاف کردے تو کردے، کیونکہ وہ غفور و غفار بھی ہے۔ مومن کی تعریف خدا نے فرمائی الذین ہم فی صلواتہم دائمون ۔ الذین ہم فی صلوٰتہم خاشعون (مومن وہ ہیں جو نماز کی مداومت کرتے ہیں اور اپنی نمازیں خشوع سے پڑھتے ہیں) اگر یہ مومن کی تعریف تم میں نہیں ہے تو اس کا فیصلہ کرلو کہ تم مومن ہو یا نہیں۔ خدا کے حاضر و ناظر ہونے پر تمہارا ایمان ہے یا نہیں، اور مواخذۂ آخرت پر بھی تمہارا ایمان ہے یا نہیں

رکوع و سجود ہماری نماز بھی وہی ابراہیمی نماز ہے جسکو خدا نے فرمایا قائمین والرکع السجود۔ یعنی قیام، اُس کے بعد رکوع، اُس کے بعد سجود اسی نماز کے ہم مامور ہوئے، واتبع ملۃ ابراھیم حنیفا (ملۃ ابراہیم کا اتباع کرو جو خدا کے ساتھ یکسو ہو رہے تھے)

نماز کے ۳ رکن ہیں قیام رکوع و سجود۔ تینوں میں تکبیر و تسبیح و تحمید کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس کو بھی سمجھ کر ادا کرنی چاہئے۔ کیونکہ اصل شئے نماز میں خدا کی یاد ہے ولذکر اللہ اکبر (خدا کی یاد سب سے بڑی چیز ہے) اقم الصلوٰۃ لذکری (نماز میری یاد کے لئے قایم کرو) پاؤں سٹاؤ نہ سٹاؤ، آمین بالجہر کہو یا بالخفا، رفع یدین کرو نہ کرو، تم مجاز ہو مگر خدا کی یاد سے غفلت نہ کرو کہ خدا کی یاد سب سے ضروری اور مقدم ہے

خدا فرماتا ہے لا تجہر بصلواتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذلک سبیلا وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا (نماز نہ بہت زور سے پڑھو نہ بہت ہی آہستہ بلکہ معتدل آواز سے پڑھو اور الحمد للہ پڑھا کرو۔ اللہ ایسا ہے کہ نہ اولاد رکھتا ہے، نہ خدائی سلطنت میں اُس کا کوئی شریک ہے، نہ کمزوری کی وجہ سے اُس کا کوئی مددگار ہے، اور تکبیر کہا کرو جو تکبیر کا حق ہے یعنی بہت زیادہ۔ بنی اسرائیل نمبر۱۲) نمبر۱ خدا نماز کی نسبت فرما رہا ہے کہ نماز معتدل آواز سے ادا کرو۔ نمبر۲ نماز کو فرما رہا ہے یعنی نماز میں الحمد للہ پڑھا کرو

نمبر۳ اس سے ہوشیار رہو کہ خدا کے اولاد نہیں، اُس کا کوئی شریک نہیں، اُسکا کوئی مددگار نہیں۔ نمبر۴۔ وہ سب سے بڑا ہے ہر معروضات اور سارے اوہام و افہام سے اس لئے نماز کی ہر حرکت میں تکبیر کہا کرو جب کبیرہ تکبیرا کا حق ادا ہوگا۔ قیام و رکوع و سجود کی ہر حرکت میں، ابتدا میں بھی انتہا میں بھی۔

نیت کی صحت کے بعد تکبیر کہہ کر نماز کی ابتدا کرو تو اول قیام ہے۔

قیام میں تکبیر کے بعد کوئی تسبیح پڑھو اس لئے کہ نماز کا نام ہی تسبیح رکھا گیا ہے کیونکہ یہ سراسر تسبیح ہی ہی، اور اسی لفظ سے خدا صلوٰۃ کا حکم بھی دیتا ہے فسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها الخ (حمد کے ساتھ خدا کی تسبیح کرو یعنی نماز پڑھو، صبح و مغرب وغیرہ کی الخ) اس لئے یہی تسبیح قیام و رکوع و سجود سب میں ہے۔ تو پہلی چیز تسبیح ہی۔ سبحانك اللهم وبحمدك الخ پڑھو یا کوئی تسبیح ہو۔

اُس کے بعد جیسا کہ اوپر کی آیت میں بیان ہوا قل الحمد لله۔ تو الحمد لله یعنی سورہ فاتحہ تو سبع مثانی ہی۔ سات آیتوں والی سورۃ ہے جو ہر رکعت میں دوہرائی جاتی ہی۔ ولقد آتیناك سبعاً من المثانی والقرآن العظیم (ہم نے تم کو سات آیتوں والی سورے دی جو ہر نماز میں دوہرائی جاتی ہے اور بڑے پایہ کا قرآن دیا) یعنی الحمد پڑھ کر کچھ قرآن مجید تلاوت کیا کرو۔ کیونکہ فرمان ہی اتل ما اوحی الیك من الکتاب واقم الصلوٰۃ (تلاوت کیا کرو قرآن مجید کی اور تم نماز قائم کرو) یعنی نماز میں قرآن مجید تلاوت کیا کرو۔ قرآن پڑھ کر ترجمہ اُس کا اپنے سمجھنے کے لئے کرو تو کرو ورنہ قرآن پڑھنا ضرور رہے۔ ترجمہ حسب رائے مترجم مختلف ہوا کرتا ہے اور اُس میں مفسروں کی رائے کی آمیزش ہوتی ہی۔ خالص قرآن کا ترجمہ نہیں ہوتا۔ قرآن کا ترجمہ جو قرآن تک محدود ہے اور آمیزش سے پاک ہو سمجھ میں آنا اُس کو یاد کرنا اُس کو یاد رکھنا اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے کہ قرآن سمجھنے تک کی عربی استعداد پیدا کیجائے

قرآن مجید بہت آسان خدا نے نازل فرمایا ہی تھوڑی عربی لیاقت پیدا کر لینی کہ اُس کو
آدمی سمجھ سکے آسان تر ہی دوسرے قرآن کلام ربانی ہی اُس کو قایم رکھنا ضرور ہی۔
سورۂ مزمل میں خدا فرماتا ہی۔ ان ربك يعلم انك تقوم ادنىٰ من ثلثي الليل
ونصفهٗ وثلثه وطائفة من الذين معك والله يقدر الليل والنهار
علم ان لن تحصوهُ فتاب عليكم فاقرءوا ما تيسر من القرآن (تمہارے خدا
کو معلوم ہی کہ تم اور تمہارے کچھ ساتھی تقریباً دو ثلث شب کبھی نصف شب کبھی ثلث شب
نماز میں کھڑے رہتے ہیں اور دن اور رات کا اندازہ خدا ہی کرتا ہے' وہ جانتا ہے
کہ تم وقت کا اندازہ نہیں کر سکتے تو اُس نے تمہارے حال پر رحم کیا اب جتنا قرآن
آسانی سے پڑھ سکو پڑھو) غرض سورہ فاتحہ کے بعد جس قدر قرآن آسانی سے پڑھ سکو
پڑھو) اور جب بجماعت پڑھو اور امام قرأت کرے تو چپ چاپ سنا کرو۔ واذا قرئ
القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون (جب قرآن پڑھا جایا کرے تو چپ
چاپ سنا کرو تاکہ خدا تم پر رحم کرے)
جب قرآن پڑھنا شروع کیا کرو تو اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لیا
کرو۔ کیونکہ فرمان ہی واذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشيطن الرجيم۔
اس لئے نماز میں سورۂ فاتحہ شروع کرنے کے پہلے اعوذ باللہ پڑھ لینا ضرور ہی۔
جب تسبیح اُس کے بعد اعوذ باللہ اُس کے بعد سورہ فاتحہ اُس کے بعد کچھ قرآن
کی آیتیں پڑھ چکو تو اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرو یہ بیان ہو چکا کہ قیام کے بعد رکوع ہی
اُس کے بعد سجدہ۔ يا ايها الذين امنوا اركعوا واسجدوا واعبدوا ربكم وافعلوا
الخير لعلكم تفلحون (مومنو! رکوع کرو اُس کے بعد سجدہ کرو یعنی خدا کی عبادت
کرو اور عمل خیر کرتے رہو تاکہ مراد کو پہونچو یعنی رکوع و سجدہ خدا کی عبادت کے لئے
ہو۔ ایسا نہو کہ رکوع و سجدہ خدا کے لئے نہیں بلکہ ماسوا کے لئے ہو۔

جب نماز کی عبادت سے فرصت کر چکو تو یہ نہ سمجھو کہ سر کا بوجھ اُتار دیا اور اب شتر بے مہار ہو گئے، نہیں، بلکہ وافعلوا الخیر عمل صالح کرتے رہو جب مراد کو پہونچو گے اور نجات حاصل کرو گے۔ نجات عمل صالح پر منحصر ہے۔ رکوع و سجود میں کرو کیا؟ خدا نے فرمایا فسبح باسم ربك العظیم تو سبحان ربی العظیم پڑھا کرو، اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا کرو کیونکہ خدا نے فرمایا فسبح بحمد ربك وکن من السجدین (خدا کی تسبیح کیا کرو جب تم سجدہ میں ہو) سجدہ مزید قربت کا باعث ہے واسجدوا واقترب (سجدہ کرو اور خدا کی قربت حاصل کرو) چونکہ یہ مزید قربت کی چیز ہے اس لئے اس کی تاکید فرمائی اور اس لئے سجدہ دو دفعہ ہے۔

یہ پہلی رکعت ہوئی اسی طرح دوسری رکعت۔

رکعات صلوٰۃ

رکعات کی تعلیم ہم کو صلوٰۃ خوف میں ہوئی ہے۔ خدا فرماتا ہے واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا ان الکفرین کانوا لکم عدواً مبینا واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طایفۃ منھم معك ولیاخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طایفۃ اخریٰ لم یصلوا فلیصلوا معك ولیاخذوا حذرھم واسلحتھم (جب تم سفر میں ہو اور تم کو کفار کے فتنہ کا خوف ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم نمازیں قصر کرو یعنی آدھی پڑھو۔ اور اے رسول جب تم اُن میں موجود ہو تو تم اس طرح نماز پڑھاؤ کہ ایک جماعت تمہارے ساتھ کی اپنے اسلحہ کے ساتھ نماز میں شریک ہو، جب وہ سجدہ کر چکے تو وہ چلی جائے اور دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آکر شریک ہو جائے اور اپنی حفاظت اور اسلحہ سے آراستہ رہے) اس آیت سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ قصر سفر میں نہیں بلکہ بحالت سفر خوف دشمن کے وقت صلوٰۃ قصر ہے۔ دوسرے

جس طرح پر رسول کو نماز پڑھانے کو کہا گیا اُس سے امام کی دو رکعتیں ہوئیں اور مقتدیوں کی ایک ایک۔ یہ صلوٰۃ قصر ہوئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ اصل نماز بلا قصر بلحاظ امام ۴ رکعتیں اور بلحاظ مقتدی ۲ رکعتیں ہیں۔ بقاعدہ تغلیب ۳ چار میں داخل ہی۔ یعنی نماز کی یہی دو تین چار رکعتیں ہیں۔

نماز کا اختتام قعدہ پر اور پانچوں وقت کی رکعات عمل متواتر سے ثابت ہی ہر فرقہ کے مسلمان اُسی طرح تعمیل کرتے چلے آرہے ہیں۔

مسلمانوں کی نمازوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے یہ اختلاف نماز میں نہیں عمل مجاز میں ہی جو قابل توجہ نہیں۔ مثلاً قیام فرض ہے۔ کیونکر کرو نہیں بتایا گیا، یعنی اس میں مصلی مجاز ہے۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجاز کو مجاز کی طرح پر کرکے دکھا دیا۔ ہاتھ باندھا بھی، نہ بھی باندھا، سینہ پر بھی باندھا یعنی سب جائز۔ اسی طرح رفع یدین کیا بھی، نہ بھی کیا، آمین بالجہر کبھی بالخفا بھی۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس میں انسان مجاز ہے۔ اس پر فرقہ بندی قائم کرکے جوتی بیزار کرنی جہالت اور نفسانیت ہے خدا کا دین ایک ہی اس کو شرعۃ الحق میں دیکھو اس میں آیتیں دی ہوئی ہیں اس لئے یہی صلوٰۃ بلا تفرقہ اور بلا استثنا کسی ایک رکن کے صلوٰۃ ابراہیمی ہے۔

خدا نے قرآن میں ہر پیغمبر پر صلوٰۃ کا فرض ہونا بتایا اور کوئی تفرقہ نہ کیا اس لئے کوئی تفرقہ کرنے کا مجاز نہیں ہی۔ کیونکہ سب کا دین ایک اور سب کی شریعت ایک ہی جیسا کہ میں نے شرع لکم الخ آیت اوپر دی ہے اور واضح کیا ہے۔ اس لئے صلوٰۃ کی اصطلاح سے بھی قوم واقف تھی اور مصطلحہ الفاظ کی اصطلاح کو بیان کرنا قرآن کا کام نہیں ہے۔ بس وہی ازلی صلوٰۃ خاتم المرسلین پر فرض ہو کر ابدی ہوگئی اور یہی صلوٰۃ سارے پیغمبروں کی صلوٰۃ اور مصطلح قوم تھی اسی لئے صابئین کے یہاں جو اپنے کو ابراہیم المشرب کہتے تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی امت یہی صلوٰۃ

بقید رکعات اور بقید اوقات موجود تھی تاریخ شاہد ہے۔ اس کے سوا اہل کتاب نے صلوٰۃ کو ضائع تو کیا تھا مگر بعض اہلِ کتاب ٹھیک نماز پڑھتے تھے لیسوا سواء من اھل الکتاب امۃ قائمۃ یتلون ایت اللہ وھم یسجدون (سب اہل کتاب برابر نہیں ایک جماعت اُن میں ٹھیک ہی، رات کو تلاوت کتاب اللہ کرتی ہے اور نماز پڑھتی ہی) یسجدون کے معنی نماز پڑھنے کے ہیں، سجدہ میں کتاب اللہ تلاوت نہیں کی جاتی۔

اسی لئے صلوٰۃ، زکوٰۃ، سرقہ، زنا، نکاح، ربوا وغیرہ وغیرہ سارے اصطلاحات سے قوم واقف تھی کیونکہ قوم کی اصطلاح میں قرآن نازل ہوا ہے۔ حکم سنا تعمیل کو کھڑی ہوگئی، یہ سوال ہی پیدا نہوا کہ یہ اصطلاحات کس زبان کی بولی ہیں۔

اوقاتِ صلوٰۃ

خدا فرماتا ہے ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا (نماز مسلمانوں پر فرض موقت ہے) النساء نمبر ۱۵

وقت کی تفصیل سنو۔ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقران الفجر (نماز پڑھا کرو آفتاب کے ڈھلنے سے تاریکی شب تک اور صبح کی نماز۔ بنی اسرائیل نمبر ۹) یعنی ظہر کے وقت سے نماز کا سلسلہ چلتا ہے تاریکی شب یعنی عشا تک اور پھر صبح کی نماز ہی۔ ظہر، عشا، اور صبح کا وقت اس آیت سے ظاہر ہوا۔

خدا نے اس کی تفسیر بھی فرما دی ثم ان علینا بیانہ تفسیر کر دینا بھی اسی کے ذمہ ہی تو خدا فرماتا ہے سبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا ومن اناء اللیل فسبح واطراف النہار (نماز پڑھو قبل طلوع صبح کی۔ قبل غروب عصر کی۔ اناء اللیل عشا کی۔ اطراف النہار ظہر و مغرب کی۔ طہٰ نمبر ۵) اصطلاحًا اطراف النہار کے یہی معنی ہیں۔ پانچوں وقتوں کو خدا نے فرما دیا۔

خدا نے مختلف وقتوں کی صلواۃ کو تاکیداً الگ الگ بھی فرما دیا ہی مثلاً

من قبل صلوٰۃ الفجر وحین تدعون ثیابکم من الظهیرة ومن بعد صلوٰۃ العشاء (نور) صبح وعشا کی نماز ہوئی۔ اقم الصلوٰۃ طرفی النہار ظہر و مغرب کی حافظو علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ۔ عصر کی نماز ہوئی طرفی النہار یا اطراف النہار کے معنی اصطلاحاً یہی ہیں آفتاب ڈھلنے کے بعد اور دوسرا طرف شام یعنی ظہر و مغرب۔ جب یہ اصطلاح موجود اور عمل متواتر اس اصطلاح کو واضح کر رہا ہے کہ نبی اور صحابہ نے بھی یہی معنی سمجھا تھا اور اُس پر عمل ہوئے تو اس میں جھگڑا لایعنی ہے۔ یہ ویسی ہی ہے کہ کوئی صلوٰۃ کے معنی ناقوس بجانے کے لے کہ لغت میں صلوٰۃ کے یہ معنی موجود ہیں۔

صلوٰۃ کا حکم تسبیح کے لفظ سے کیوں دیا گیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح خدا کے بہتیرے اسماء حسنےٰ ہیں، جس طرح رسول کے بہتیرے صفاتی نام ہیں، جس طرح قرآن کے بہتیرے نام ہیں قرآن بھی کتاب بھی، حکمت بھی، ذکر بھی، نور بھی اور علیٰ ہذا اُسی طرح صلوٰۃ کا نام بھی تسبیح ہے، اور تسبیح موقت صلوٰۃ ہی ہے۔ اور صلوٰۃ سراسر تسبیح ہی بھی، قیام، رکوع، سجود سب ارکان میں سوائے تسبیح و تحمید کے اور ہی کیا۔ اسی لئے خدا نے صلوٰۃ کو تسبیح موقت فرمایا۔

قضائے صلوٰۃ

انسان خطاو نسیاں سے مرکب ہے، اس لئے خطاء ونسیاں کا انسان سے ہونا لازم ہے۔ وہ مجبوریوں سے بھی گھرا ہوا ہے، نماز بمجبوری قضا ہو سکتی ہے اس لئے خدا نے فرمایا۔ ھو الذی جعل اللیل والنہار خلفۃ لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا (فرمان نمبر ۶) خلفۃ بالکسر کے معنی منتہی الارب میں ہے من فانه بااللیل ادرکه بالنہار و بالعکس۔ تو آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اُس شخص کے لئے جو خدا کی یاد اور اُس کے شکر کا یعنی نماز کا ارادہ کرے تو خدا نے دن اور رات بنا دیا ہے کہ جو دن کو فوت ہو وہ رات کو ادا

کرلے اور جو رات کو فوت ہو وہ دن کو یعنی دوسرے وقت ادا کرلے۔
صلوٰۃ جمعہ و عیدین وغیرہ کو میں نے شرعۃ الحق میں بیان کر دیا ہے دیکھنا ہو تو اُسمیں دیکھو
یہاں پر مجھے دکھانا تھا کہ نماز پنجگانہ جو فرض ہے اُس کی فرضیت قرآن سے ہے
جب تو فرض ہے۔ وہ میں نے دکھا دیا۔ معترض کی تشفی تو خدا کے حوالہ ہے۔ دلی اطمینان
خدا کے سوا کوئی پیدا کر نہیں سکتا۔

زکوٰۃ

فرمان خداوندی ہے اٰتوالزکوٰۃ (زکوٰۃ دیا کرو) صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ
زکوٰۃ کے حکم سے بھی قرآن مجید بھرا ہوا ہے یہ بھی ازلی فرض ہے۔ اِس
اصطلاح سے بھی قوم واقف تھی۔ زکوٰۃ کی اصطلاح بتانے کے لئے حضرت جبرئیل
علیہ السلام کو تکلیف کرنی نہ پڑی، میں نے اس اصطلاح کی تشریح شرعۃ الحق
میں کی ہے، اُس میں دیکھو۔ زکوٰۃ تو سالانہ خدائی خراج ہے۔ یہی خدا کا حکم، یہی رسول
کی تعمیل۔ یہی فرض، یہی سنت، مگر زکوٰۃ نکالنے والے کتنے ہیں۔ کاش خدا و رسول
کے اس حکم کی قدر اور اس تبلیغ کی تعمیل ہوتی تو آج قومی فنڈ سے قومی خزانہ بھرا
ہوتا۔ بھیک مانگنے والوں کی رسم اُٹھ جاتی۔ رات دن کے چندہ کی بھرمار
سے نجات ملتی۔ قوم کو قومی تجارت کے لئے قرض بے سودی ملتے۔ بنیک کی محتاجی
سے سبکدوشی ہوتی۔ قومی کتنے کارخانے کھلتے کہ زکوٰۃ کا فنڈ بڑھ کر اور پھیل کر
دنیا میں چھا جاتا اور یہ خالص قومی تجارت ہوتی۔ قومی افلاس دور ہوتا۔ اور سرمایہ
داروں کے خلاف بغاوت کی بحث ہی اُٹھ جاتی۔ قومی فنڈ رہتے ہوئے فی سبیل اللہ
کا کونسا کام اور قومی کونسی ضرورت تھی کہ تم انجام نہ دے سکتے تھے۔ وہ قوم
کس مرض کی دوا ہے اور وہ کیا کرسکتی اور کس کام کی ہے جس کے پاس نہ قومی
فنڈ ہے نہ قومی تجارت۔ وہ پیٹ کی دکھیاری اس دکھ سے ایمان فروش ہو
تو کیا کرے۔ خدا کی اس ایک نافرمانی سے تم اس طرح کھوئے گئے ہو کہ نہ گھر کے

رہی نہ گھاٹ کے۔ آج اپنے کئے کو بھگتو! اور اپنی نافرمانیوں اور غفلتوں کا ماتم کرو۔ بغیر صدقہ و زکوٰۃ کے فنڈ کے نہ قوم خوشحال ہوسکتی ہے نہ اُس کا حال خوشگوار ہوسکتا ہے۔

صوم

خدا نے رمضان کا روزہ فرض کیا ہے یہ سب کو معلوم ہے، اور سب ادا بھی کرتے ہیں مگر کس طرح، رمضان کیا آیا کہ پہاڑ گرا۔ دن بھر کا فاقہ کہ کھانے پینے سے رُکے، حقہ پان سے رُکے۔ مگر دن کی کسر رات کو نکال لی۔ دن بھر افیونیوں کی طرح سوئے پڑے رہے، رات بھر جاگے، خصوصیت کے ساتھ تکلف کیا، اور مزے لوٹتے رہے۔ دن کو رات کیا، اور رات کو دن۔ جوں توں مہینہ کاٹا، عید کے دن اس ٹھاٹھ سے نکلے گویا شیطان کی فوج کو شکست دے کر نکلے ہیں، اور حال دیکھو تو جو تھا وہی۔ جیسے تھے ویسے ہی۔ نہ تبدل آیا نہ تغیر!

خدا نے روزہ فرض کیا تھا تو وہ اک بے بہا خزانہ کی کنجی تھی، اُس کی بے تھاہ رحمت کا اک چشمہ تھا جو روح اور جسم دونوں کو سیراب کرے۔ ہر سال ایک مہینہ کا روزہ اصول اخلاق کی تربیت ہے۔ خدا نے اخلاق کی تعلیم فرمائی اور اس قدر وسیع اور بغایت زجر و توبیخ کے ساتھ تو ضرورت تھی کہ وہ اس کی تربیت کا بھی خیال کرے جو اس نے کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ روزہ ساری نیکیوں کی جڑ ہے۔

تم نے اخلاق کی کتابوں کو دیکھا ہوگا اگرچہ اُس کی فہرست یاد نہ ہو مگر اُس کی ضرورت کو سمجھا ہوگا۔ فلسفہ نے بھی اپنے اُدھیڑ بُن سے اخلاق کی تائید ہی کی۔ ہر مذہب کی کتابوں کو اُٹھا کر دیکھو تو اخلاق پر اتنا زور دیا گیا ہے گویا مقصود بالذات اخلاق ہی ہے۔ مگر اخلاق کی فہرست ہی یاد رکھنا دشوار ہے اور تعمیل تو کجا۔ اُس ارحم الراحمین خدا نے جس نے اخلاق کے اتنے بڑے اور اتنے وسیع احکام دیکر ہم کو مامور کیا در آں حالیکہ نفس و شیطان کی فوج اپنا پرا جمائے ہوئے اور ہر قدم پر حملہ آور رہے اُس نے اصول اخلاق کی بھی تعلیم فرمائی کہ صرف اصول اخلاق پر عمل ہونے سے سارے

اخلاق پرنا گزیر عمل ہو جائیگا۔ (اس کو منہاج الحق میں دیکھو) مگر یہ تعلیم بے تربیت کارآمد اور نتیجہ خیز نہیں، اس لئے اُس نے اصول اخلاق اور اخلاق کی تربیت کی، اور روزہ فرض کیا کہ بارہ مہینوں میں ایک مہینہ صوم کے قلعہ میں بیٹھ کر اصول اخلاق کا مجاہدہ کیا کرو تو تمہارے کل اخلاق آپ سے آپ درست ہو جائیں گے۔ اس لئے اُس کے فرمان پر توجہ کرو کہ اُس کا فرمان کیا ہی، اور تم کرتے کیا ہو۔

خدا نے فرمایا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ایاما معدودات (تم پر بھی روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ تمہارے اگلوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم چند دن اتقا سے گذار دو یعنی ایک مہینہ رمضان کا۔ سارے احکام وہی ہیں جو اگلوں کو دئے گئے اسی طرح روزہ بھی۔ کیونکہ خدا تو سب کا خدا ہے اور سب پر مہربان۔

اتقا کا لفظ توجہ طلب ہے، اس کو بوضاحت تمام منہاج الحق میں بیان کیا گیا ہی جو قابل ملاحظہ ہی، اُس کو دوہرائیں تو فرید طوالت ہوگی، اور مقصود ہے اختصار اس لئے مختصراً ہی سہی کچھ بیان کر دینا تو ضرور ہے۔

نعمائے الٰہیہ کا استعمال صحیح رضائے مولا کے مطابق اصول اخلاق ہی قرآنی اصطلاح میں سمجھنا چاہو تو تجاوز عن الحد سے بچنا ہی اصول اخلاق اور اتقا ہی اتقا کے معنی چوری اور زنا سے ہی بچنے کے نہیں ہیں، بلکہ ہر قوے اور ہر قوت یعنی نعمائے الٰہیہ کو نہ استعمال کر کے ضائع کرنے، یا کم وبیش کر کے بیجا استعمال کرنے کا نام ہے۔ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم (اُن ساری نعمتوں سے جو خدا نے تمکو دی ہیں باز پرس ہوگی) کہ اُن کو تم نے ضائع کیا، یا بیجا استعمال کیا، یا صحیح استعمال کر کے آئے، اُن کا صحیح استعمال ہی اتقا ہی۔ اس کی تشریح یہ ہی۔

چار قوتیں خدا نے دی ہیں جو سارے افعال کا منبع ہیں۔ نمبرا قوتِ خیال

وادراک نمبر۲ قوت شہوت و خواہش نمبر۳ قوت غضب و جلال نمبر۴ قوت اتقا و انضباط انہیں قوتوں کے کم و بیش ہونے اور اعتدال سے منحرف ہونے سے صفات مذمومہ پیدا ہوتے ہیں۔ ہر قوت کو بے جگہ ہونے سے روکنے اور جادۂ اعتدال پر قایم رکھنے اور صراط مستقیم سے ادہر اُدہر نہ جانے دینے کے لئے قوت اتقا و انضباط کی ضرورت ہے اسی لئے اتقا کا درجہ بلند ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (تم میں جو متقی تر ہے وہ بزرگ تر ہے) متقی کے مقابلہ میں نہ دولتمند بزرگ تر نہ عالم نہ علاّمہ۔

روزہ خدا نے فرض کیا کہ سال میں ایک مہینہ ہم قوت اتقا کو کام میں لاکر تزکیہ نفس کے عادی بنیں اور خواہش نفسانی کے روک تھام کے خوگر ہوں، بھوک ہے کھاتے نہیں کہ خدا کی مرضی نہیں۔ پیاس ہے پانی نہیں پیتے کہ خدا کی مرضی نہیں اسی طرح ہم کو لازم ہے کہ اتقا کی تعمیل اور ساری قوتوں کی تربیت کریں، مثلاً زبان ہے مگر لغو گوئی اور بدکلامی سے بچیں آنکھیں ہیں مگر رضائے مولا کے خلاف نظر نہ اٹھائیں، خواہشات کے ولولے اُٹھتے ہیں مگر ناجائز نہ اُٹھیں، کیونکہ ساری قوتیں ناجائز استعمال کے لئے نہیں ملی ہیں جس طرح غیبت، بہتان، افترا اور سخت کلامی سے بچیں، اُسی طرح بُرے خواہشات، ناجائز رغبت، بغض، حسد، کینہ، عیب چینی، اور ناروا دشمنی سے دل کی حفاظت کریں، اور یوں دل و دماغ کی تربیت کریں کہ ذروا ظاہر الاثم و باطنہ (ظاہری اور باطنی دونوں گناہوں سے بچو) تاکہ اخلاق پر پورے اُتر کر انسان کامل بنیں۔ یہ ہیں رمضان اور صوم رمضان کے فیوض و برکات۔ اب اپنا محاسبہ آپ کرو کہ تمہارا روزہ فاقہ ہے یا اتقا کا ریاض، لعلکم تتقون کی تعمیل۔

حج | حج خدا نے فرض کیا۔ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا (جو استطاعت راہ کی رکھتا ہو اُس پر حج فرض کیا گیا) عمر بھر میں

ایک دفعہ حج فرض کیا گیا، جو میلہ دیکھنے، حاجی کہلانے، یا سیاحت کے شوق میں ادا کیا جاتا ہے۔ یا خدا کا ڈالا ہوا ایک بوجھ ہے جو کاندھوں پر سے اُتار پھینکا جاتا ہے۔ حالانکہ حج تو ہزاروں فیوض و برکات کا معدن، ساری دنیا کا دارالشوریٰ، فلاح کی راہوں کا سرچشمہ، قومی بیماریوں کا دارالشفا، اخوت اسلامی کا مظاہرہ، مساوات اسلامی کی تعلیم و تربیت ہے، ہستی عشق کی بھڑاس نکالنے کا اک طرز ہے، مال قربان کرکے محبت و اخلاص کا اک ثبوت ہے۔ اور بہتیرے فوائد ہیں۔ مگر قوم کی نسبت خدا سے تو رہی نہیں، مذہب بھی اک رسم ہو گیا ہے، اس لئے قوم اس کی نعمتوں سے محروم ہے۔ حقیقت میں نہ یہ خدا کے حکم کی تعمیل ہے، نہ سنت رسول اللہ کی، نکاح و شادی کے رسومات کی طرح اک رسم ادا کر دی جاتی ہے، پھر جیسی نیت ویسا پھل، حاجیوں کو دیکھ لو جیسے گئے ویسے آئے، اور آکر انہیں حالات و ابتلا میں مبتلا۔ نہ کچھ تبدل آیا نہ کچھ تغیر نہ روشن آئی نہ گردش ہی۔ کیونکہ اُن سارے فوائد کو جو وہ حاصل کر سکتے تھے سب کو نظرانداز کیا۔ ترکی مسلمان، روسی مسلمان۔ جاوی، افغانی، ایرانی، چینی، ترکستانی تمام کے مسلمان حج کو آتے ہیں، کیا کسی سے کوئی ملتا، کسی کا کوئی پرساں حال ہوتا، کسی کے دکھ درد سے کوئی آگاہ ہوتا۔ اپنا دکھ درد کسی کو سناتا ہے جو اخوت اسلامی کا اقتضا ہے یا کسی ایک مقصد پر متحد ہوتا ہے کہ ہم مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے۔ کہ ہمت کریں اور قرونِ اولیٰ کے سے مسلمان ہو جائیں اپنے کو اس طرح بدلیں کہ زمانہ کو بدل دیں۔ جتنے جاتے ہیں وہ مراد خواہ جاتے ہیں قوم سے کیا غرض۔ اور قومی خدمت ہی اسلام کا جزو اعظم ہے۔

معاملات

ذلک مما اوحی الیک ربک من الحکمۃ (یہ وہ باتیں ہیں جو خدا نے تمہاری طرف وحی کی ہیں حکمت سے) یعنی یہ باتیں مبنی بر حکمت ہیں۔ اس لئے قرآن کا نام حکمت بھی ہے وانزلنا علیک الکتاب والحکمۃ (ہم نے تم پر کتاب یعنی حکمت اتاری) حکمت منزلہ قرآن کے سوا کوئی دوسری انسانی تصنیف نہیں ہے۔

یوں تو عبادات و معاملات بلکہ سارے احکام و ہدایات مبنی بر حکمت ہیں مگر مجھے اس وقت صرف معاملات کو بیان کرنا ہے۔ کافروں کے معاملات سے کیا کام مسلمانوں کے معاملات بگڑے، بدہوئے بد سے بدتر ہوئے۔ انہیں کے معاملات ایک دن اسلام کی جیتی جاگتی تصویریں تھیں، جن کو دیکھ دیکھ کر خاندان کا خاندان جماعت کی جماعت آغوش اسلام میں داخل ہوتی گئی تھی، جن کے کارناموں نے تبلیغ اسلام کی اصلی روح پھونکی تھی، اور یہ ساری ضوفشانیاں اُن کے معاملات ہی کی تھی۔ آج نہ وہ مسلمان ہیں، نہ اُن کے اعمال کے نمونے۔ ایمان میں گرہن لگا، اعمال و بندگی میں پڑ گئے۔ قوم کو خبر بھی نہیں کہ معاملات بھی دین میں داخل ہے، اور اس کے متعلق احکام خداوندی صادر ہوئے ہیں۔

خیانت

یاایھا الذین اٰمنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا اٰمنتکم وانتم تعلمون (مومنو! خدا و رسول اور آپس کی امانت میں خیانت نہ کرو، تم تو سمجھ دار ہو) خدا کی امانت تو قوتیں اور سارے نعمائے الٰہیہ ہیں، اور رسول کی امانت قرآن مجید ہے جو آپ ہماری حفاظت میں دے گئے ہیں، اور آپ کی امانت کو ہر کوئی جانتا ہے۔ تو ان امانتوں میں خیانت نہ کرو۔ خدا کی امانت کی خیانت یہ ہے کہ نعمائے الٰہیہ کو بے جگہ استعمال کرو یا ضائع کرو۔ اور رسول کی امانت کی خیانت یہ ہے کہ تم قرآن مجید

کی خلاف ورزی کرو، اور اُس میں نفسانیت سے اختلافات ڈالو، اور اُس کی آیتوں کو چھپاؤ، اور اُس کی جگہ پر دوسری کتابوں کو پیش کرو، یا کسی دوسری کتاب سے تم اُس کی کسی آیت کو منسوخ کرکے بیکار کردو۔ اور اُس کی شریعت کو چھوڑ کر دوسری شریعت قایم کرو۔ اور آپس کی خیانت یہ ہے کہ تم کسی کے امانتی مال کو ہضم کرو کسی کے راز کو افشا کرو۔ بیوی کو خدا کے پاک الفاظ نے تمہاری امانت میں دیا ہے، یا یتیم بچے جو تمہاری نگہداشت میں ہیں یہ بھی خدائی امانت ہیں، اُن کے حقوق نہ ادا کرو۔ یہ سب خیانت ہے، ان ساری خیانتوں سے بچو، اور اتقا کی نگہداشت کرو۔ یہی حکم اللہ کا، یہی سنت رسول اللہ کی اور یہی آپکا اسوۂ حسنہ بھی ہی۔ اس آیت کی نافرمانی یا اس سے چشم پوشی رنگ لائے بغیر نہ رہیگی۔

ایفائے عہد

فرمان خداوندی ہی۔ اوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا (وعدہ پورا کرتے رہو کیونکہ وعدہ کی نسبت بازپرس ہوگی) خدا نے ایفائے عہد کی قرآن میں تاکید پر تاکید فرمائی ہے جس سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے مگر ہم اس سے اسی درجہ بے پرواہ ہیں۔ ایک آیت سُن لو۔ فبما نقضھم میثاقھم لعنٰھم وجعلنا قلوبھم قسیہ (اُن کی عہدشکنی کی وجہ سے ہم نے اُن پر لعنت کی اور اُن کے دلوں کو سخت کردیا) یہی حکم خدا کا اور یہی آپکا حکم بھی۔ مگر مسلمانوں کا حال دیکھو کہ اُن کے نزدیک حکم خدا و رسول کی کیا منزلت ہے، اور ایفائے وعدہ کا کہاں تک خیال ہے۔ شقاوت قلبی یہاں تک آگئی ہے کہ وہ خدا کی لعنت سے بھی نہیں ڈرتے۔ دوسرے وعدہ خلافی کریں تو چراغ پا ہوں، اور خود وعدہ خلافی کرنے میں ذرا باک نہیں۔ وہ خلافی کا رنگ چھایا ہوا ہے۔ تجارتوں میں دیکھو، کاروباری لوگوں میں دیکھو۔ جہلا میں دیکھو، علما میں دیکھو، بلکہ کسی ہندوستانی کو دیکھو کیا قوم میں ایفائے عہد بھی کوئی ضروری چیز سمجھی جاتی ہے؟ خیر آج گذر جانے دو

اس کی نسبت باز پرس تو ہوگی اُس نے خود فرما دیا ہی تو باز پرس کا دن آنے والا ہی۔

جھُوٹ

جھُوٹ نہ بولا کرو۔ جھوٹ بولنا مسلمانوں کی شان نہیں۔ خدا تمہارے سامنے ہے، وہ تمہارے دل کو، نیت کو، اور تمہارے جھوٹ کو دیکھ رہا ہی سُن رہا ہے، کیا تم کو اس پر ایمان نہیں۔ جھوٹ بولنا تو ایمان کا کھوٹ ہے۔ خدا نے فرمایا لعنۃ اللہ علی الکٰذبین (جھوٹوں پر خدا کی لعنت) اے لوگو! کیا خدا کی لعنت کو تم نے کھیل اور جھوٹ سمجھا ہے۔ لھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون (اُنکے لئے عذاب دردناک ہی کیونکہ وہ جھوٹ بولتے تھے) یہی تہدید خدا کی، یہی تہدید رسول کی، مگر خدا کی مخلوق اور تعجب تر یہ کہ رسول کی امت بھی خدا کے عذاب سے اور اُس کی لعنت سے نہیں ڈرتی۔ جھوٹ کی گرم بازاری ساری دنیا میں چھائی ہوئی ہی، جس سے کہیں پناہ نہیں۔ بازاروں میں دیکھو تو جھوٹ کی گرم بازاری، خانقاہوں میں دیکھو تو جھوٹ کی رونق، گھروں کا جائزہ لو تو اولاد و والدین میں، زن و شوہر میں، اقران و احباب میں اسی جھوٹ کی جھوٹی چمک دمک۔ انجمنوں میں، وعظوں میں، لکچرار اور واعظوں میں اسی کا ولولہ اور اسی کا غلغلہ۔ جبہ و دستار پر اسی کی جلوہ گری شان عروج کی تو لے دے کے یہی کائنات ٹھہری۔ جب سے جھوٹ نے فیشن بدلا اور یوروپین پولٹیکس کا لقب اختیار کیا، اُس وقت سے اس کی سلطنت ساری دنیا میں پھیل گئی۔ اور اُس کا سکہ رائج الوقت ہوگیا۔ آج کی سیاست بھی اسی جھوٹ کی معرکہ آرائیاں ہیں۔ اس کی ادائیں اور اس کے کرشمے دیدنی ہیں۔ آٹا، چانول، دال، گھی تیل دودھ بلکہ ساری چیزیں آمیزش کی۔ گویا جھوٹ کی بکری۔ سونا ہے تو وہ کھوٹا چاندی ہی تو وہ کھوٹی۔ اسکول و کالجوں میں دیکھو تعلیم ندارد تربیت ندارد اور جھوٹا دعویٰ کہ تعلیم گاہ ہے، امتحان کو دیکھو تو جھوٹی ڈگری، غرض کس کس کا رونا کوئی روئے صدق و اخلاص کا تو جنازہ نکل گیا، ساری دنیا میں خدائی سلطنت تو ہے مگر فی زمانا

وزارت جھوٹ کی ہی' گویا جھوٹ کی سلطنت ہے' اور اسی کے سایہ میں اور بادشاہوں کی۔ کہاں اس کی کرسی نہیں بچھی کہاں اس کا پرچم نہیں لہراتا۔ جب سے صدق و اخلاص جلا وطن سکئے گئے' اور نفسانیت' خود غرضی' غرور' عیش و عشرت اور خود پرستی کی جمہوریت قایم ہوئی تو جھوٹ اپنا اجلاس' اپنی پولیس' اپنے محکمے اور محکموں کی کارندے بڑے بڑے اساتذون کو مقرر کرکے دنیا میں حکومت کرنے لگا۔ دیکھوں جھوٹ کی یہ نمائشی سلطنت کب تک رہتی ہی اور لعنت کا عذاب کب تک آتا ہی۔

غیبت وعیب چینی

پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرنا غیبت اور ممنوع خداوندی ہی۔ لا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتًا مکرھتموہ واتقوا اللہ (ایک دوسرے کی غیبت نکرو' غیبت تو مرے بھائی کا گوشت کھانا ہے' کیا تم میں کوئی اسکو پسند کرتا ہے کہ مرے بھائی کا گوشت کھائے تو اس سے بچو اور خدا سے ڈرو) کیا یہ کبھی ممکن تھا کہ بارگاہ رسالت میں کسی کی برائی کرنیکی کسیکو جرأت ہوسکے۔ مگر آج دنیا دوسری ہوگئی قوم کے دن رات کا مشغلہ یہی غیبت اسی میں طبع آزمائیاں' اسی میں صحبت کا لطف' نامۂ اعمال میں سب سے زیادہ کارنامہ اسی کے مرے بھائی کا گوشت کوئی نہیں کھاسکتا مگر غیبت کرنیوالی شوق سے کھاتے ہیں ویل لکل ھمزۃ اللمزۃ (ہر عیب کرنے والے اور غیبت کرنے والے کی خرابی ہی) غیبت بھی ممنوع اور عیب چینی بھی ممنوع' اور دونوں کے لئے خرابی ہے۔ تم اپنی خرابی آپ کرتے ہو' اور نافرمانی میں دلیر ہو' پھر اُس پر طلبگار رحمت ہو' اپنے حال پر آب نہیں روتے اُلٹے اُسی کا شکوہ' اُسی کی شکایت۔ کیا خدا کو کوئی بھولا۔ بھالا۔ رئیس سمجھا ہے۔ اُس نے کہدیا ہے اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا ناگزیر ہے۔

افترا

بات جھوٹ دل سے گڑھ کے کسی کے سر تھوپنا افترا ہے مثلاً کوئی حکم خدا کا نہو اور تم یہ کہو کہ یہ خدا کا حکم ہے۔ یا کوئی چیز خدا کی حرام کی ہوئی نہو اور تم بلا دلیل کسی آیت کے خدا کی طرف منسوب کردو تو یہ خدا پر افترا ہوگا۔ فمن

افتریٰ علی الکذب من بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الظٰلمون (جس نے جھوٹ خدا پر افترا کیا تو وہی ظالم ہے۔ لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی الکذب (جو زبان پر آجائے جھوٹ نہ کہدیا کرو کہ یہ حلال ہی یہ حرام کہ یہ خدا پر افترا ہوگا) اور افترا کرنے والے نامراد۔ جو خدا کی طرف منسوب کرو تو قرآن کی دلیل پیش کرو۔

اسی طرح ایک دوسرے پر افترا کرنا ہی قد خاب من افتریٰ (نامراد ہوا جس نے افترا کیا) تمہاری نامرادی بیّن اور اب تو ضرب المثل ہی کیونکہ افترا تمہارا پیشہ ہوگیا ہی کسی پر افترا باندھنا دلیل ہوشیاری اور اپنا تزکیہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ سب برے، ہم اچھے۔ بلا تحقیق دل سے گڑھ کے یہ کہنے کو تیار کہ فلاں ایسا ہے فلاں ایسا ہے، فلاں گمراہ ہوگیا، فلاں کافر ہوگیا۔ سچا اور مقدس، عالم اور باعمل، صوفی اور خدا رسیدہ، عیبوں سے پاک اور منزّہ میرے سوا کوئی نہیں۔ حالانکہ ھو اعلم بکم اذ انشاء کم من الارض و اذ انتم اجنۃ فی بطون امھاتکم فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقٰی (خدا تم سے خوب واقف ہی جبکہ اُس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، اور جبکہ تم ماؤں کے پیٹوں میں جنین تھے تو اپنے کو نزکے نہ جتاؤ، وہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے) یہ دوسروں پر افترا باندھ کر اپنے کو نزکے جتاتے ہیں مگر تزکیہ کہاں۔ افترا کی گرم بازاری دیکھنا چاہتے ہو تو کسی اخبار کو دیکھو، کسی اسپیچ کو پڑھو، کسی جلسہ میں جاکر بیٹھ جاؤ۔ اگر اشارات وکنایات سے واقف ہو تو طرح طرح کی افترا پردازیاں دیکھ لو۔

بہتان قصور اپنا کسی کے سر تھوپنا یا کسی پر غلط اتہام لگانا بہتان ہے اور ممنوع خداوندی، اور سخت ترین گناہ ہے من یکسب خطیئۃ او اثماً ثم یرم بہ بریئاً فقد احتمل بھتاناً و اثماً مبیناً (جس نے کوئی خطا یا گناہ کیا پھر اُسکو کسی دوسرے کے سر تھوپا تو اُس نے بہتان کا گھڑلا دلیا)، کتنے مقدمات اسی بنا پر ہوتے

ہیں کہ جرم تو خود کیا اور سر تھوپا کسی دوسرے کے۔
ام المومنین کی معصومیت عصمت کے متعلق جو خدا نے آیت نازل فرمائی تو فرمایا کہ مسلمان اس کو خیال میں کیوں لائے سنتے ہی یہ کیوں نہ کہدیا سبحانک ھذا بہتان عظیم اے خدا تو پاک ہے یہ تو بہتان عظیم ہے۔ اس امتناع پر بھی بیوہ عورت ہنسے کسی سے بولے اچھے کپڑے پہنے تو قوم بلا تامل بہتان باندھنے کو تیار اور اس صاف زبانی سے کہ دل میں ذرا بھی خوف پرسش اعمال کا اور خدا کا دل میں نہیں اے قوم ہوش کر اور اس انسانی گناہ سے احتراز کر جس کو خدا بھی نہ بخشے گا، اسی کے بخشے بخشا جائیگا جس کا جرم تم نے کیا ہے، جس کو عیب تم نے لگایا ہے جس کو بدنام تم نے کیا ہے۔
غیبت، افترا، بہتان کو کیا کوئی جرم اور گناہ سمجھتا ہے، اور کتنے ہیں جو ان گناہوں سے بچنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

ریا

اس کا گھٹا ٹوپ بادل ایسا چھایا کہ دن کو اندھیرا۔ کوئی جلسہ اور کوئی صحبت بھی ایسی نہیں جو ریاکارانہ رنگ سے پاک ہو۔ لباس ریائی، گفتگو ریائی، ممبر پر نظر اٹھاؤ، اسٹیج پر نگاہ کرو، اور ریائی پریوں کا ایکٹ دیکھ لو۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون (کیا تم لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے کو بھولے ہوئے ہو، حالانکہ تم تو کتاب اللہ پڑھتے ہو کیا نہیں سمجھتے) جہاں ممبر سے پکارا کہ اے قوم تو خدا و رسول کے حکم کے خلاف متبع شہوات و ریاکار ہو گئی ہے، اس سے غرض اصلاح نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ ہم مقدس جماعت کا گروہ مستثنٰی ہے۔ جبہ و دستار والے منزہ ٹھہرے۔ اور اس کی خبر نہیں کہ بازوؤں کے فرشتے لکھ کیا رہے ہیں، بولنے میں ایسے منہمک کہ خدائی آواز بھی ان کو سنائی نہیں دیتی ہے۔ یا ایہا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتاً عند اللہ

ان تقولوا ما لا تفعلون (مومنو! وہ کیوں کہو جو خود نہ کرو خدا کے نزدیک تو بہت برا ہے کہ کہو وہ جو کرو نہیں) پھر ایسے مواعظ اور ریائی تقریروں کا اثر کیا ہو وعظ کی مجلسیں گرم ہیں۔ اثر اک ذرہ بھی نہیں، نہ مدرسوں میں، نہ اسکولوں میں، نہ کالجوں میں، نہ مردوں میں، نہ عورتوں میں، نہ مدعیانِ مذہب میں نہ مدعیان سیاست میں، وجہ یہی کہ باتیں ریائی ہیں جس میں اخلاص کی باس تک نہیں، زبان چھلاوے مار رہی ہے اور دل سویا ہوا ہے، غرض صرف یہ کہ لوگوں نے تقریر کو کیسا پسند کیا اور کیا نمبر دیا۔ مذہب میں ریاکاری، سیاست میں ریاکاری، خانگی باتوں میں ریاکاری، احباب کی ملاقاتوں میں ریاکاری، عیادت میں ریاکاری، شرکت جنازہ میں ریاکاری، یہ انتہا ہو گئی، وجہ یہی کہ یوم آخرت پر ایمان نہیں۔ ہے تو خاندانی اور رسمی ایمان ہے۔

نماز کی کتنی تاکیدیں ہیں اور وعظ کے لئے یہی اک جزیرہ بھی گئی ہے، مگر کیا کوئی یہ سمجھاتا ہے کہ ریائی نماز بھی جہنم کی اک راہ ہے۔ فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون الذین ھم یراؤن (اُن نمازیوں کے لئے جہنم ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں، یہ وہی ہیں جو ریائی نماز پڑھتے ہیں) جب جھوٹ کی سلطنت ہو گئی تو ریا تو اس کی شاہزادی ہی ٹھہری۔

ریا تو نفاق ہے کہ دل میں کچھ اور ظاہر میں کچھ۔ اور نفاق کفر سے بدتر ہے کہ النفاق اشد من الکفر۔ یہ ریاکار منافق یخدعون اللہ وھو خادعھم (خدا کو دھوکا دیتے ہیں اور اس کی خبر نہیں کہ وہ اپنے کو دھوکا دے رہے ہیں) واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالیٰ یراؤن الناس (نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو الکسی سے ریائی اور دکھلاوے کی نماز پڑھتے ہیں) تو یہ کافروں سے بدتر جہنمی ہیں۔

بدگمانی یہ بری بلا ہے جو قوم پر مسلط کی گئی ہے۔ یہ شیطانی وسوسہ ہے، سورہ ناس میں

ہیں جس سے پناہ مانگنے کو کہا گیا ہے۔

باپ بیٹے سے۔ بیٹا باپ سے بدگمان۔ بھائی بھائی سے، دوست دوست سے بدگمان۔ زمیندار عملہ سے آقا نوکر سے بدگمان۔ غرض بدگمانی کی ہولی کھیلتے کھیلتے رفتہ رفتہ سب ایک دوسرے سے بدگمان اور الگ ہو جاتے ہیں، اور بدنفسی، اختلاف اور پھوٹ کا سوانگ نکالتے رہتے ہیں۔ وما لھم بہ من علم ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئا (وہ حقیقت حال کو جانتے بھی نہیں محض وہم و گمان پر چلتے ہیں اور وہم و گمان حق سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا)

تمام گھرانوں کی تباہی کا راز محض بدگمانی ہے۔ ساس بہو، بیٹا بیٹی، چچا بھتیجا، ماموں بھانجا سب کے پھوٹ اور اختلاف اور خانہ جنگیوں کا راز بدگمانی کی خصلت میں مضمر ہے۔

اسی لئے خدا نے فرمایا۔ یا ایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا (مومنو! بہت سی بدگمانیوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان تو گناہ ہیں۔ اور اس کے ٹوہ میں نہ رہا کرو) اس گناہ کے تیروں کا بیخطا نشانہ ہر کوئی ایک دوسرے کا ہو رہا ہے خصوصاً بیوائیں جو اس خاموش زہر سے نیم جان ہیں۔

اس کا اصلی سبب یہی کہ لوگ خدا سے اور خدا کے حکم سے بے نیاز ہو گئے ہیں اور خدا کا خوف جاتا رہا ایمان متزلزل ہے۔

خدا نے بدگمانی کو اجتنبوا کے لفظ سے منع فرمایا۔ اسی لفظ سے شراب کو منع فرمایا اس لفظ کا وزن حرمت کے لفظ سے قوی تر ہے مگر لوگ بدگمانی کو شراب کے برابر بھی ممنوع نہیں سمجھتے نہ اس صفت کو اسی درجہ ناپاک سمجھتے ہیں۔

ہوس شہرت — شہرت کی ہوس اس عروج پر پہونچی ہوئی ہے جس کی حد نہیں

عالم بنتے ہیں شہرت کے لئے، ہادی و واعظ بنتے ہیں شہرت کے لئے۔ لیڈر بنتے ہیں شہرت کے لئے۔ اسراف میں خانہ برباد ہو جاتے ہیں شہرت کے لئے، انجمنیں قائم کرتے ہیں شہرت کے لئے، جائز و ناجائز کسی طرح پر ہو مگر شہرت ہو، نیک نامی کے ساتھ نہیں تو بدنامی کے ساتھ سہی، شہرت ہی عزت سمجھی گئی ہے۔ حالانکہ تعز من تشاء و تذل من تشاء۔ (خدا جس کو چاہے عزت دے جس کو چاہے ذلت دی) شہرت طلبی نے اتنا سر کھینچا کہ کیا دھرا کسی کا اور دعوے یہ کہ یہ ہم نے کیا۔ قوم کو ہم نے چونکا دیا اور قومی خدمات کی عمارتوں کی بنیاد میری قایم کی ہوئی ہے۔ دیوانے اس کے کہ جو ہم نے نہ کیا وہ میرے ساتھ منسوب ہو، اور میرا غلغلہ بلند ہو، اور یہ کوئی جرم ہی نہیں سمجھا جاتا۔ تو خدا فرماتا ہے لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا و یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم (جو اپنے کئے پر فرحاں اور شاداں ہیں، اور جو نہ کیا اس پر اپنی تعریف کے خواہشمند ہیں تو یہ نہ سمجھو کہ وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے اُن کے لئے دردناک عذاب ہی) چاہو خدا کے عذاب سے ڈرو، نہ ڈرو، ڈرو گے تو اپنے لئے نہ ڈرو گے تو اپنے لئے۔

بخل و اسراف

بخل و اسراف دونوں ممنوع۔ اور قوم اعتدال کی راہ اور سخاوت سے ناواقف، اور انہیں زہروں کی مسموم، فرمان خداوندی یہ کہ میرے بندے وہ ہیں جو عبودیت کی شان یوں دکھاتے ہیں۔ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما (جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں نہ بخل کرتے ہیں بلکہ اُن کی روش معتدل و میانہ روی کی ہوتی ہے) رسومات شادی، رسومات غمی، رسومات دعوت، اور آرائش و زینت، لباس و طعام، سب میں اسراف کا گہرا رنگ چھایا ہوا ہے۔ قوم اسی میں

تباہ بھی ہو چکی مگر اب تک ہوش نہ آیا۔ نافرمانی کی سزا یہاں بھگت چکے اور جو وہاں بھگتیں گے وہ اس سے بھی سخت تر ہے۔ خدا نے کس کس طرح سمجھایا۔ لا تجعل یدك مغلولة الی عنقك ولا تبسطها کل البسط فتقعد ملوما محسورا (نہ اپنا ہاتھ اتنا سکیڑو کہ گویا گردن میں بندھا ہے، اور نہ اُس کو بالکل پھیلا دو ایسا کروگے تو تم ایسے بیٹھے رہجاؤگے کہ لوگ تم کو ملامت کریں گے، اور تم دستِ حسرت ملوگے) یعنی نہ بخل کرو، نہ اسراف، بخل کروگے تو ملامت اُٹھاؤگے اور اسراف کروگے تو ایک دن دستِ حسرت ملوگے۔ بخل میں ادائے حقوق کہاں، اس لئے سب نالاں اور ملامت کرنے والے، نہ بخیل کسی کا، نہ کوئی بخیل کا! اور اسراف میں ایک دن حسرت ہی کرنا پڑیگا کہ ہائے ہم نے کیا کیا۔ کیا دھرا سب اکارت آج اوروں کے محتاج۔ پھر خدا میانہ روی کے اخراجات بتاتا ہے وآت ذا القربیٰ حقه والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطن لربه کفورا (قرابتمند، مسکین و مسافر ہر ایک کو اُس کا حق دو اور اسراف نہ کرو کیونکہ مسرف شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے خدا کا بڑا ہی ناشکرا ہے) اسراف خدا کی ناشکری ہے اور اُس کے فضل و کرم کی بیقدری افسوس ہے کہ قوم سمجھتی نہیں۔

ان حقوق کے سوا خدا نے زکوٰۃ، صدقہ، نفقہ فرض کیا ہے اور قومی اور ملکی حقوق سب کو بیان کیا ہے۔ اس مختصر میں اُس کی گنجائش نہیں اس کو منہاج الحق میں دیکھو سب کی آیتیں دی ہوئی ہیں۔

مقدمہ بازی

بس اسی کی تو سلطنت ہے۔ کاشتکار، زمیندار، کاروباری، دائن اور مدیون، سب کے سب کچہریوں کے آباد کرنے والے سب کا وجود ہی کچہریوں کے لئے ہے، یونیورسٹیاں، کالج، اسکول سب کی غرض و

غایت کچہریوں ہی کو آباد کرنا۔ لاکھوں عملے، ہزاروں مختار، ہزاروں وکیل، سیکڑوں بیرسٹر ہیں سب کا مصرف کچہریوں کے لئے، کہ آپس میں لڑو تو سب کا پیٹ بھرے، اور مقدمات ہیں کہ نبٹتے ہی نہیں۔ سال دو سال میں ایک مرافعہ سے فرصت ہوئی تو پھر دوسرا تیسرا چوتھا ہے، اکثر ساری عمر کی مشغولیت کافی ہو جاتی ہے اور کبھی نسلاً بعد نسلٍ مشغولیت رہتی ہے۔ اتنی بھاری مشغولیت کے لئے خزانہ کہاں سے آئے، متروکہ دولت اسی میں گئی، معاش اسی میں کھپی، سودی قرضوں کی نوبت پہونچی تو لنگوٹی بھی نہ بچی۔ اسی میں بیوی کے زیورات بھی گئے۔ رہنے کا مکان بھی گیا تباہی پر تباہی، تباہی پر تباہی۔

اگر قوم کے اخلاق درست ہو جائیں تو نہ پولس کی ضرورت نہ ڈپٹی کی نہ منصف کی، نہ صدر اعلیٰ اور جج کی نہ کچہریوں کے لاکھوں عملوں کی، نہ یونیورسٹیوں میں بچوں کے وقت ضائع کرنے اور امتحان کے مصائب میں جاں فروشی کی۔ مگر بیکاروں کی تعداد اتنی ہی نکلے جتنا مردم شماری میں۔ یعنی کُل کی کُل آبادی بیکار، سارے ہندوستانی بیکار ہو جائیں گے، کیونکہ ہندوستان کا اصل کاروبار مقدمہ بازی کا ہی اور سارا بیوہار کچہریوں کی آبادی کا۔ برائے نام تجارتی کاروبار ہے وہ بھی غیر ملکی چیزوں کے بیچنے کا۔ نہ یہاں ہُنر ہے نہ دستکاری۔ نہ انڈسٹری ہی نہ کام کی تعلیم اخلاق درست ہو جائیں اور کچہریوں کا میلہ اُٹھے تو قوم بمجبوری ادہر توجہ کرے۔

کام تو ٹہرا مقدمہ بازی، اور مقدمہ بازی کے سارے قلعے جھوٹی گواہی پر اُٹھے ہوئے ہیں۔ کچہریوں میں دیکھ لو جھوٹ کی قوت اتنی زبردست ہے کہ سچ کو ہمیشہ شکست ہی کھاتے ہوئے دیکھا۔ اسی میں ہندوستان تباہ ہوا اور ہو رہا ہے ایک دن ویران ہی ہو جائیگا۔ اس کے فسانے کے لئے تو دفتر چاہیے۔

ہندوستان کی کائنات مقدمہ، اور مقدمہ کی کائنات جھوٹی گواہی، اور جھوٹی

گواہی شدت کے ساتھ ممنوع خداوندی۔ فرمان سن لو۔ یاایھا الذین کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیاً او فقیراً فاللہ اولی بھما فلا تتبعوا الھوی ان تعدلوا وان تلووا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا (مومنو! اللہ کے گواہ بن کر انصاف پر کھڑے رہو، یعنی سچ ہی گواہی دیا کرو، چاہے وہ گواہی خود اپنے یا اپنے والدین یا اقربا کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اگر وہ مالدار یا فقیر ہیں تو اللہ اُن کے مقابلہ میں زیادہ حقدار ہے کہ تم خواہش نفسانی پر نہ چلو، اگر دبی زبان سے گواہی دو گے یا منہ موڑو گے تو خدا اُس سے باخبر ہے) اس حکم کی خلاف ورزی تو اظہر من الشمس ہے، جس سے کوئی مستثنےٰ نہیں، بداہت میں داخل۔ نہ محتاج دلیل، نہ محتاج بیان۔ ہر کوئی اسی کا زخم خوردہ اور ہر کوئی اسی کا یا سدار، کیونکہ بغیر جھوٹی گواہی کے مقدمہ میں کامیابی ناممکن۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جہنم میں مصائب اور عذاب جھیلتے ہوئے بھی لوگ جلتے کُڑھتے اپنے حال میں مست رہیں گے۔ مسلمان جب مسلمان تھے تو اُن کا یہ مایہ امتیاز تھا کہ مسلمان نہ جھوٹ بولتا نہ جھوٹی گواہی دیتا ہے۔

اس کی اصلاح کیونکر ہو، تو نہیں ہو سکتی، کیونکہ مذہبی پیشوا کو اپنے جیب سنبھالنے سے فرصت نہیں اور لیڈر وہ بھی وکلا کچہری سے فیضیاب۔ ڈبل ڈبل فیس پانیوالے۔ خدا ہی اصلاح کرے تو کرے، یا بدحالی بڑھ کر اصلاح ہو جائے تو ہو جائے۔

عدل واحسان

خدا فرماتا ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (خدا حکم دیتا ہے کہ عدل واحسان کرو، اور قرابتمندوں کو دو، اور فحش ومنکرات اور بغاوت سے منع کرتا ہے خدا تمکو نصیحت کرتا ہے تاکہ نصیحت حاصل کرو) خدا نے اس آیت میں دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ اس کے ہر لفظ پر غور و تدبّر کرو

اور اس فرمان کا مطالعہ قوم کے اعمال میں کرو۔ قوم عدل و احسان کرنا سمجھتی اور سیکھتی تو پڑوس سے، بھائی بہن سے، قرابتمندوں سے، ضرور تمندوں سے مٹھی بھر زمین کے لئے یا اپنی مونچھیں کڑی رکھنے کے لئے، یا ناجائز حاصل کرنے کے لئے مقدمہ بازی کی تباہی اور خون خرابہ سے محفوظ رہجاتی۔ اور قرابتمند جو اپنی قوت میں مغلوب وکمزور نہ ہوجاتے۔ احسان کا حال تو یہ ہو گیا کہ سو روپیہ بھی اقران سے احباب سے یا کسی سے بھی سہی بے سودی ملنا حرام ہو گیا ہے۔ مردہ پڑا رہے تو رہے فاقہ مستی پر فاقہ مستی ہو تو ہوا غیار قومی دردمند شہروں میں احسان کرجائیں تو کرجائیں، اور اقران تو ایسے وقت میں پہچان بھی نہیں پڑتے۔ ان کو اپنے سے فرصت کہاں کہ صلۂ رحم کا فریضہ جس کی نافرمانی سے قوم یہود مغضوب ہوئی دھیان کے کسی گوشہ میں لاسکیں۔ فحش و منکرات سے بچنے کی تعمیل سنیما اور تھیٹروں میں دیکھو جہاں سائنس اور آرٹ کا سبق دیا جاتا ہے۔ یا حسینوں اور میلوں میں دیکھو جہاں قدرت خداوندی کا ملاحظہ اور ایمان تازہ کیا جاتا ہے۔ اے اللہ کیا دنیا ہی اُلٹ گئی۔

عفو و درگذر

خدا نے فرمایا اور حکم دیا فاعفوا واصفحوا۔ دوسری جگہ فرمایا فاعف عنهم واصفح۔ تیسری جگہ فرمایا خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلين (معاف اور درگذر کیا کرو اے رسول تم بھی معاف اور درگذر کیا کرو۔ معاف کرنے کی عادت کرو، بھلائی کا حکم دیتے رہو اور جاہلوں سے اعراض کرو) اللہ اللہ اس کا نور جو خود بدولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے چمکا اور چمکتا رہا اس کا کچھ انعکاس ہی دنیا نے دیکھا جہاں کہیں کچھ دیکھا۔ یہ مسئلہ ہے کہ دنیا کو بھی بہشت بنانا چاہو تو معاف کرنیکی عادت اختیار کرو۔ اس عادت سے دل کلفت جاتی رہتی ہے۔ بغض و کینہ جو ممنوع خداوندی اور تباہ کن

خصلت ہے اور سوہان روح بھی اُس سے پناہ ملتی ہے۔ اور اس عادت سے اپنا تو اپنا پرایا بھی اپنا ہو جاتا ہے۔ مگر قوم کا حال اس کے برعکس ہے اس لئے اُس کی دنیا جہنم ہو رہی ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر گرفت ہوتی ہے۔ بھائی بھائی سے برسر پرخاش۔ اور دیکھو تو بات کچھ بھی نہیں۔ اب تو یہ بھی سنا جاتا ہے کہ بیٹے والدین سے برسر پرخاش اُن کی تربیت اُن کے نصائح سے برسر پرخاش۔ زن و شو آپس میں برسر پرخاش۔ غرض ایک دوسرے کو ایک دوسرے سے خلش۔ یہ ہے جہنم کی خطرناک وادی۔ دیکھو اس کا حشر کیا ہوتا ہے۔

تکبّر تکبر تو خاص خدا کے لئے ہے، کیونکہ کبریائی خاص اُسی کی شان ہے بلکہ اُس کی شان تو اتنی بلند ہے کہ تکبر کی وہاں تک رسائی بھی نہیں اُس کی شان میں جو کچھ کہا جائے وہ محدود اور تھوڑا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہمہ عظمت رسالت، باوجود رحمت عالم ہونے کے، اور باوجود اس کے کہ خدا نے آپ کی تعریف و توصیف فرمائی، کبھی بھولے سے بھی، اشارہ سے، کنایہ سے، تکبر کو پاس بھٹکنے بھی نہ دیا، نشست و برخاست تک میں اپنے کو مرکے اور ممتاز بنانے سے بھی محترز رہے اور مساوات کا درس قولاً اور عملاً فرماتے رہے۔ مگر آج تکبر کا یہ عالم ہے کہ اپنی بساط سے باہر اس کا سودا ہر سر میں۔ علم کو پوچھو تو چند درسیات کی کتابیں پڑھنے پڑھانے کے سوا اور تو آیا کچھ بھی نہیں مگر عالم ہم۔ کردار تو شرمناک مگر مرکے ہم۔ لیڈری کو پوچھو تو رفتار زمانہ سے ناواقف، دل قومی ہمدردی سے بالکل خالی، نفسانیت اور شہرت طلبی سے معمور مگر لیڈر ہم۔ کالجوں میں ڈگری حاصل کر لی تو ہمچو من دیگرے نیست، دولت تو یوں ہی وَوں ہی مگر دولتمند ہم۔ علیٰ ہذا۔ متکبر اپنے کو سب سے اونچا تصور کرتا ہے اس لئے دلوں میں اُس سے سب متنفر اور بے سبب بھی اُس کے سب مخالف۔ وہ دوسروں سے بفروتنی ملتا بھی ہے تو

اپنی شان رکھتے ہوئے محض منافقانہ کہ میری انکساری کا غلغلہ بلند ہو غرور کبھی خاکساری کا جھول بھی ڈال لیتا ہے مگر اکثر اس کی اکڑ تکڑ تقریریں، تحریریں، گفتاریں رفتاریں بلکہ ہر انداز ہی دیکھنے ہی کے لائق ہوتی ہے۔ اور خدا کا فرمان یہ۔ لا تصعر خدك للناس ولا تمش فی الارض مرحا (لوگوں سے اپنے گال نہ پھولاؤ، نہ زمین پر اکڑ کر چلو) بہتیری آیتوں میں دو آیتیں کافی ہیں۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ لا تمش فی الارض مرحا انك لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا (زمین پر اکڑ کر نہ چلو، تم ہرگز نہ زمین کو پھاڑ سکتے نہ پہاڑ کے طول کو پہونچ سکتے ہو) یعنی قدرت تو خاک نہیں پھر غرور کس برتے پر۔

مگر لوگوں کا یہ حال ہے کہ چھوٹوں کو سلام کرنا تو درکنار جواب سلام میں عار ہے۔ اپنا کوئی بزرگ اگر غریب ہے تو تعظیماً یا اخلاقاً بھی اُس کی تعظیم کو اُٹھنا اپنی شان کے خلاف ہے جب تک وہ کسی اعلیٰ پوزیشن کا نہو۔ ہر کوئی اپنی حیثیت کے مطابق اسی مالیخولیا کا باؤلا، اور ہوش و حواس کے ساتھ اسی شراب کا متوالا ہے حالانکہ شیطان اسی تکبر کے سبب ملعون و مردود ہوا۔ ابیٰ واستکبر (اُس نے فرمان کو نہ مانا اور تکبر کیا) کہ خلقتنی من نار وخلقته من طین (مجھکو تونے آگ سے بنایا اور انسان کو مٹی سے) ہم انسان سے افضل ہیں اُس کے آگے کیوں جھکیں۔ اس پر بھی تکبر سے کوئی سر خالی نہیں، یہاں تک کہ اس کا ماتم کرنے والا بھی کوئی نہیں

حلال و حرام

مسلمانو! تم کو ہم حرام چیزوں کی فہرست سنائیں جو خدا نے حرام کی ہیں حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به والمنخنقة والموقوذة

والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب و ان تستقسموا بالازلام (تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، سور کا گوشت، اور جس پر اللہ کے سوا اور کسی کا نام پکارا گیا ہو، یا جو گلا گھٹنے سے مرجائے، جو لاٹھی یا پتھر کے مارنے سے مرجائے، جو اوپر سے گر کر مرجائے، جو سینگ مارنے سے مرجائے، اور وہ جانور جن کو درندوں نے پھاڑ کھایا ہو مگر جن کو تم نے ذبح کرلیا، نیز وہ جانور جو بتوں پر ذبح کیا گیا ہو، اور حرام ہے فال کے تیروں سے تقسیم کرنا) خدا نے حرام کی فہرست سنادی۔

جب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لوگوں نے کسی چیز کی حرمت دریافت کی تو فرمان خداوندی صادر ہوا۔ قل لا اجد فیما اوحی الی محرماً علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ الخ (اے رسول کہدو کہ ہم پر خدا نے وحی کی ہے اس میں تو ہم فلاں فلاں چیزوں کے سوا (جو اوپر بیان ہوئیں) کسی کھانے والے پر جو کچھ کھاتا ہو حرام نہیں پاتے۔ آپ حرمت قرآن مجید میں تلاش فرماتے تھے اور اپنے جی سے حکم نہ دیتے تھے۔ پھر کوئی دوسرا حرام کرنے کا کیونکر مجاز ہوسکتا ہے۔ لا اجد سے صاف ظاہر ہے کہ وحی خداوندی قرآن مجید ہی ہے جس میں آپ حکم تلاش فرماتے تھے۔ اپنے اقوال و افعال ماسوائے قرآن یعنی وحی خفی میں تلاش نہ فرماتے تھے۔ علی طاعم یطعمہ بھی قابل توجہ ہے۔ یعنی حرمت رزق میں ہے جو لوگ کھاتے ہیں۔ جو بالعموم انسان نہیں کھاتے وہ رزق نہیں فرمان ہے کلوا من طیبات ما رزقنکم۔ خدا کے دئے ہوئے رزق میں طیب اور ستھری چیزیں کھاؤ۔ اور جو رزق نہیں اور طیب نہیں وہ نہ کھاؤ۔ مثلاً درندے کتے بلی حشرات الارض کہ یہ رزق نہیں اور طیب بھی نہیں۔ ان چیزوں کے سوا اور جو خدا نے حرام کیا ہے آؤ اور وہ سنو۔ قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم (انہیں کہدو کہ آؤ میں وہ چیزیں تمہیں سناؤں جو تمہارے

رب نے تم پر حرام کی ہیں) سورہ انعام کا انیسواں رکوع پڑھ جاؤ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا نے کیا کیا حرام فرمایا۔

نمبر ۱۔ ان لا تشرکوا بہ شیئاً (خدا کا کسی کو شریک نہ کرنا) یہ شرک حرام کیا گیا ہے اور یہ بالکل عام ہے نہ ذات میں، نہ صفات میں شریک ٹھہراؤ، نہ اُس کے احکام میں، نہ اُس کی شریعت میں، اور نہ اُس کے علم میں، نہ اُس کی عبادت میں۔ فرداً فرداً بھی ان سب کی آیتیں اوپر دی گئی ہیں، سب ہی طرح کا شرک حرام ہوا۔ مگر قوم نے صرف مورت پوجا کو شرک سمجھا ہے۔

نمبر ۲۔ بالوالدین احساناً (والدین کے ساتھ بہ احسان پیش آؤ) والدین کے ساتھ بہ احسان پیش نہ آنا حرام قرار دیا گیا، مگر کیا یہ حرام سمجھا جاتا ہے، کیا یہ سور کا گوشت کھانے کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ دوسری جگہ سورہ بنی اسرائیل کے تیسرے رکوع میں خدا نے واضح بھی کر دیا ہے کہ "والدین کے آگے اُف تک نہ کرو، اُن کو جھڑکو تک نہیں اُن سے باتیں ادب کے ساتھ کیا کرو، اور اُن کے آگے مہربانی سے جھکے رہو، اور خدا سے دعا کرتے رہو کہ اے خدا ہمارے والدین پر رحم کر جیسا کہ اُنہوں نے ہمارے بچپنے میں ہماری پرورش کی اور مصیبتیں جھیلیں"۔ اس کی عدول حکمی کو خدا نے حرام کیا۔ سمجھو یا نہ سمجھو۔

نمبر ۳۔ لا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق (تنگدستی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو) کہ یہ حرام کیا گیا۔

نمبر ۴۔ لا تقربوا الفواحش ما ظہر منہا و ما بطن (فحش و بے حیائی کے پاس بھی نہ جاؤ خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ) عرس میں، درگاہوں میں، محرم میں، امام باڑوں میں جا کے دیکھو اور سینما میں، تھیٹروں میں، اور پارک میں جا کر قوم کی فرماں پذیری کا جائزہ لو۔ اور رکوٹھیوں کی سیر تو اس پر مستزاد ہے، دیکھ آؤ اور یہ بتاؤ کہ فحش و بے حیائی

حرام سمجھی جاتی ہے یا حلال۔

نمبر ۵۔ لا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن (یتیم کے مال کے نزدیک بھی نہ جاؤ ہاں نیک نیتی سے مضائقہ نہیں) مال یتیم کھانا حرام کیا گیا۔ دوسری جگہ فرمان ہے ان الذین یاکلون اموال الیتٰمٰی ظلماً انما یاکلون فی بطونھم ناراً وسیصلون سعیراً (جو لوگ مال یتیم ناجائز کھاتے ہیں وہ انگارے نگلتے ہیں اور وہ عنقریب جہنم میں جھونکے جائیں گے) یوں تو کسی کا بھی ناجائز مال کھانا ممنوع خداوندی ہے مگر یتیم کے مال کھانے کو خدا نے حرام کی فہرست میں داخل کیا ہے، کیونکہ یہ دوہرا ظلم ہے۔ مگر قوم جو یتیموں کی ولایت حاصل کرنے کو کچہریوں کی رونق بڑھاتی ہے، اُن میں اکثروں کی نیت کھُلی کھُلی ہوتی ہے۔ یتیم کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ محتاج بیان نہیں علما نے یتیموں کی اُن کو بلا دلیل ربانی محجوب کر کے خبر لی، تو عوام یتیموں کا مال کھانا دلیل عقل وہوشیاری کیوں نہ سمجھیں۔ دنیا کہاں سے کہاں پہونچی مگر خدا ایک دن جائزہ ضرور لیگا۔ یہ حرام خوری ایک دن رنگ لائے بغیر نہ رہیگی۔

نمبر ۶۔ اوفوا الکیل والمیزان بالقسط (ناپ اور تول میں انصاف برتو) یعنی انصاف سے ناپا تولا کرو۔ کیونکہ ناپ اور تول میں بے انصافی کو خدا نے حرام کر دیا۔ اس کی نافرمانی سے مسلمان بہت کچھ بچے ہوئے ہیں۔ کیونکہ تجارت ہی نہیں ناپ اور تول میں بے ایمانی کیا کریں گے۔ ہاتھ میں ہی نہیں تلوار کس ہاتھ سے اُٹھائیں گے۔ ہاں موقعہ ملجانے پر چوکتے بھی نہیں، کیونکہ یہ سبق ہی نہیں دیا جاتا کہ ناپ اور تول میں بے انصافی حرام ہے۔

نمبر ۷۔ واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ (بولو تو انصاف سے بولو گو تمہارا قرابتمند ہی کیوں نہو) ناحق بولنا حرام، تو بھائیو اس سے بچو، اس زمانہ میں یہ حرام تو حلال کر دیا گیا ہے اور حلال بھی طیب۔

نمبر۸۔ وبعھد اللہ اوفوا (اللہ کے عہد کو پورا کرتے رہو) جب تم مسلمان ہوئے تو تعمیل احکام ربانی کا عہد خدا سے ہوگیا تو اُس کو پورا کرنا اُس کے قرآن کی تعمیل ہی۔ یہ ہے خدا کا عہد جسکو توڑنا حرام کیا گیا۔ قرآن کی نافرمانی حرام کی گئی، مگر اس کو حرام سمجھنے والے کتنے ہیں، سمجھیں کیونکر قرآن رہا کہاں۔ درس سے نکالا گیا اور اب تو اس کا مصرف جلسہ کی ابتدا کرنے کے لئے ہوگیا ہے۔

نمبر۹۔ وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ (اور یہ بھی کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلنا کہ یہ راستے تمکو بھٹکا کر بیراہ کردیں گے)، ھذا اور صراطی کی یا پر توجہ کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ قرآن کے سوا راہیں گمراہ کن ہیں، اسی لئے قرآن کے سوا دوسرے راستہ پر چلنا حرام کیا گیا۔ قرون اولیٰ کی راہ صراط مستقیم قرآن کی تھی، فرقہ بندی نے مختلف راہیں نکالیں اور قرآن متروک العمل ہوا۔ قوم فرقہ بندی اور گمراہی کے جھولوں میں جھول رہی ہے، اور زور زور سے پینگیں دے رہی ہے کہ اصل اسلام اور اسلامی خدمت اسی نافرمانی میں مضمر ہے۔

نمبر۱۰۔ سورہ اعراف میں خدا نے فرمایا قل انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق وان تشرکوا باللہ ما لم ینزل بہ سلطانا وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون (اے رسول! کہدو کہ میرے رب نے تو نمبر۱ بیحیائی کے کام خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ نمبر۲ اور گناہ کو نمبر۳ اور ناجائز بغاوت کو نمبر۴ اور یہ بھی کہ تم اللہ کا شریک ٹھہراؤ جس کی کوئی سند خدا نے نہیں اتاری نمبر۵ اور اس بات کو بھی کہ تم اللہ کے ساتھ وہ منسوب کرو جن کو تم جانتے بھی نہیں۔ ان سب کو خدا نے حرام کیا)

ان آیتوں پر غور وفکر کرو، اور خدا کے حرام کئے ہوئے پر نہ زیادہ کرو نہ کم، کہ یہ

تجاوز عن الحد ہوگا اور ان کی نافرمانی یا ان کی کتر بیونت سے بچو کہ لا تعتدوا کے فرمان کے خلاف یہ حدود اللہ کا توڑنا ہوگا۔

اے بھائیو! اس کے سوا جو خدا نے حلال کیا ہے اُس کے حرام کرنے کے بھی تم مجاز نہیں۔ لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم (جو ستھری چیزیں خدا نے حلال کردی ہیں اُن کو حرام نہ کرو) فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ (تو جو خدا کے نام پر ذبح کیا جائے اُس کو کھاؤ) وما لکم الا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ (اور تمکو کیا ہوا کہ جو خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اُس کو نہ کھاؤ) وقد فصل لکم ما حرم علیکم (جو کچھ خدا نے تم پر حرام کیا ہے اُس کو تو اوپر کی آیت میں اُس نے مفصل بیان کرہی دیا ہے) کلوا من طیبات ما رزقنکم (ہم نے ستھری چیزیں جو رزق کی تم کو دی ہیں اُن کو کھاؤ) یہاں طبع آزمائیوں نے حرام کی اک ڈبل فہرست تیار کردی ہے اور ظلم تو یہ کیا کہ اہل کتاب کی روایتوں کو بھی رسول کی طرف منسوب کرکے اضافہ علی القرآن کیا جن کو حکم تھا لم تحرم ما احل اللہ لک (تم کیوں حرام کرو جس کو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے) تو رسول کا قرآن سے فاضل حرام کرنا تو ناممکن۔ پھر حرمت کی یہ فہرست قرآن پر اصلاح دینے والی کہاں سے تیار ہوتی۔ ھلم شہداءکم الذین یشھدون ان اللہ حرم ھذا (اپنے گواہوں کو لاؤ جو گواہی دیں کہ خدا نے یہ حرام کیا ہے) خدائی شہادت نہ پیش کروگے تو یہ افترا علی اللہ ہوگا۔ لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون (جو زبان پر آجائے جھوٹ نہ بول دیا کرو کہ یہ حلال ہے یہ حرام کہ لگو خدا پر جھوٹ افترا باندھنے۔ جو خدا پر جھوٹ افترا کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے) بغیر کسی آیت ربانی کے پیش کئے ہوئے کوئی حرام کرنیکا مجاز نہیں قل ارایتم ما انزل اللہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراما وحلالا قل اللہ

اذن لکم ام علی اللہ تفترون (اے رسول! کہدو دیکھو تو سہی کہ خدا نے تمہارے لئے جو رزق اُتاری تو تم نے اُس کو حرام و حلال بنایا کہدو کیا خدا نے حرام کیا ہے یا تم خدا پر افترا کرتے ہو) تو حرام کی فہرست جو تیار ہوئی وہ بھی اختلافات کی برقی روشنی سے مزین ہی۔ پھر اس روشنی میں بہت سے جُرم نظر آئے، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ مشتبہ، اور یوں اضافہ علی الدین کا اک ذخیرہ ہے جو ذخیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پہونچا ہوا نہ تھا۔ یہ اضافہ علی القران کس آیت کی سند سے کیا گیا اُن کی نسبت قرآن کی آیتیں پیش کرو کہ افترا علی اللہ سے بچو۔ بس لو۔ جس طرح حرام کو حلال کرنا جرم ہے اُسی طرح حلال کو حرام کرنا بھی۔ اس جرم میں منجملہ اور جرموں کے خدا نے یہود کو تباہ کیا کہ حرموا مما رزقهم الله افتراوا علی الله قد ضلوا (جو رزق ہم نے انھیں دی تھی اُن میں سے اُنہوں نے حرام کیا اور خدا پر افترا باندہ کر فی الحقیقت وہ گمراہ ہوگئے) کیا یہ صریح ہدایت کے لئے کافی نہیں جو میں اور آیتیں دوں۔ اے عزیزو! میں بھی مسلمانوں میں اک مسلمان ہوں میں ہوش دلانے کھڑا ہوا ہوں کہ تم خدا اور اُس کے بھیجے ہوئے قرآن کی طرف جُھٹ جاؤ جو جتنے کا حق ہے اور خدا کے ہو رہو خدا کے۔

ہر مخلوق اپنی رزق کو پہچانتی ہے۔ ہزاروں طرح کے حیوان ہیں ہر قسم کے حیوان کی رزق جدا۔ سب اپنی اپنی رزق کو پہچانتے ہیں۔ یہ تو وحی فطری ہے جیسے مدہ مکھی کا گھر بنانا۔ پھر انسان کیوں اپنی رزق کو نہ پہچانے۔ وہ ضرور پہچانتا ہی اسی لئے خدا نے تمام ما رزقنکم فرمایا۔ دوسرے لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم لطعمه (ہم کھانے والے پر جو کھاتا ہے قرآن میں مفصلہ ذیل چیزوں کے سوا حرام نہیں پاتے) طاعم لطعمه توجہ طلب ہے اس سے ظاہر ہوا کہ انسان جو کھاتا ہی جو اُس کی رزق ہے بشرطیکہ طیب بھی ہو وہ حلال ہے اسی لئے حشرات الارض

تجاوز عن الحد ہوگا اور ان کی نافرمانی یا ان کی کتر بیونت سے بچو کہ لا تعتدوا کے فرمان کے خلاف یہ حدود اللہ کا توڑنا ہوگا۔

اے بھائیو! اس کے سوا جو خدا نے حلال کیا ہے اُس کے حرام کرنے کے بھی تم مجاز نہیں۔ لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم (جو ستھری چیزیں خدا نے حلال کر دی ہیں اُن کو حرام نہ کرو) فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ (تو جو خدا کے نام پر ذبح کیا جائے اُس کو کھاؤ) وما لکم الا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ (اور تمکو کیا ہوا کہ جو خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اُس کو نہ کھاؤ) وقد فصل لکم ما حرم علیکم (جو کچھ خدا نے تم پر حرام کیا ہے اُس کو تو اوپر کی آیت میں اُس نے مفصل بیان کر ہی دیا ہے) کلوا من طیبات ما رزقنٰکم (ہم نے ستھری چیزیں جو رزق کی تم کو دی ہیں اُن کو کھاؤ) یہاں طبع آزمائیوں نے حرام کی اک ڈبل فہرست تیار کر دی ہے اور ظلم تو یہ کیا کہ اہل کتاب کی روایتوں کو بھی رسول کی طرف منسوب کر کے اضافہ علی القرآن کیا جن کو حکم تھا لم تحرم ما احل اللہ لک (تم کیوں حرام کرو جس کو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے) تو رسول کا قرآن سے فاضل حرام کرنا تو ناممکن۔ پھر حرمت کی یہ فہرست قرآن پر اصلاح دینے والی کہاں سے تیار ہوتی۔ ھلم شھداء کم الذین یشھدون ان اللہ حرم ھذا (اپنے گواہوں کو لاؤ جو گواہی دیں کہ خدا نے یہ حرام کیا ہے) خدائی شہادت نہ پیش کرو گے تو یہ افترا علی اللہ ہوگا۔ لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون (جو زبان پر آجائے جھوٹ نہ بول دیا کرو کہ یہ حلال ہے یہ حرام کہ لگو خدا پر جھوٹ افترا باندھنے، جو خدا پر جھوٹ افترا کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے) بغیر کسی آیت ربانی کے پیش کئے ہوئے کوئی حرام کرنیکا مجاز نہیں قل ارایتم ما انزل اللہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراما وحلالا قل اللہ

اذن لکم ام علی اللہ تفترون (اے رسول! کہدو دیکھو تو سہی کہ خدا نے تمہارے لئے جو رزق اتاری تو تم نے اُس کو حرام و حلال بنا یا کہدو کیا خدا نے حرام کیا ہے یا تم خدا پر افترا کرتے ہو) تو حرام کی فہرست جو تیار ہوئی وہ بھی اختلافات کی برقی روشنی سے مزین ہی۔ پھر اس روشنی میں بہت سے جُرم نظر آئے، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ مشتبہ، اور یوں اضافہ علی الدین کا اک ذخیرہ ہے جو ذخیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پہونچا ہوا نہ تھا۔ یہ اضافہ علی القران کس آیت کی سند سے کیا گیا اُن کی نسبت قرآن کی آیتیں پیش کر دو کہ افترا علی اللہ سے بچو۔ بس لو۔ جس طرح حرام کو حلال کرنا جرم ہے اُسی طرح حلال کو حرام کرنا بھی۔ اس جرم میں منجملہ اور جرموں کے خدا نے یہود کو تباہ کیا کہ حرموا مما رزقھم اللہ افترا وا علی اللہ قد ضلوا (جو رزق ہم نے اُنھیں دی تھی اُن میں سے اُنہوں نے حرام کیا اور خدا پر افترا باندہ کر فی الحقیقت وہ گمراہ ہو گئے) کیا یہ صریح ہدایت کے لئے کافی نہیں جو میں اور آیتیں دوں۔ اے عزیزو! میں بھی مسلمانوں میں اک مسلمان ہوں میں ہوش دلانے کھڑا ہوا ہوں کہ تم خدا اور اُس کے بھیجے ہوئے قرآن کی طرف جُھٹ جاؤ جو جتنے کا حق ہے اور خدا کے ہو رہو خدا کے۔

ہر مخلوق اپنی رزق کو پہچانتی ہے۔ ہزاروں طرح کے حیوان ہیں ہر قسم کے حیوان کی رزق جدا۔ سب اپنی اپنی رزق کو پہچانتے ہیں۔ یہ تو وحی فطری ہے جیسے مدھ مکھی کا گھر بنانا۔ پھر انسان کیوں اپنی رزق کو نہ پہچانے۔ وہ ضرور پہچانتا ہی اسی لئے خدا نے تمام ما رزقکم فرمایا۔ دوسرے لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم لطعمہ (ہم کھانے والے پر جو کھاتا ہے قرآن میں مفصلہ ذیل چیزوں کے سوا حرام نہیں پاتے) طاعم لطعمہ توجہ طلب ہے اس سے ظاہر ہوا کہ انسان جو کھاتا ہی جو اُس کی رزق ہے بشرطیکہ طیب بھی ہو وہ حلال ہے اسی لئے حشرات الارض

درندے، زہریلے جانور، نہ انسان کی رزق ہے نہ وہ اس کو کھاتا ہے۔ نہ وہ گھاس چرتا نہ مکھیاں کھاتا ہے، نہ ناپاک کھاتا ہے، کیونکہ یہ اُس کی رزق نہیں، جو اُس کی رزق ہے اُس سے وہ اور حیوانوں کی طرح وحی فطری کے رو سے وہ واقف ہے۔ اُن میں بعض کو خدا نے حرام کیا ہے جن میں روحانی یا مضر صحت و اخلاق نقص ہیں۔ رزق طیّب حلال ہیں، مضر اور سڑی گلی غذائیں حلال نہیں۔ نہ اُن کا کھانا جائز نہ کھلانا جائز۔ اُن کے خیرات کرنے سے بھی ثواب کے بدلے گناہ ہوتا ہے، جو گناہ رات دن خریدا جاتا ہے۔

پھر جب بغیر خدا کے حرام کئے ہوئے کوئی چیز حرام نہیں ہو سکتی تو زینت کو حرام کس نے کیا، اُسی نے تو حرام نہ کیا جس نے سونے چاندی اور ریشم کو مردوں کے لئے حرام کیا ہے۔ کیونکہ ان چیزوں کی حرمت تو قرآن مجید میں نہیں آئی۔ پھر جب خدا نے حرام نہ کیا تو ہرگز ہرگز رسول اللہ صلعم نے بھی حرام نہ کیا، کیونکہ حرام کرنے کا خدا کے سوا کوئی بھی مجاز نہیں۔ پھر کیا ان کی حرمت افترا علی اللہ ہے۔

ایک صوفی عالم صاحب نے اپنی ایک کتاب میں عورتوں کو دین اسلام تبلیغ کیا ہے۔ اُس میں بہتیری چیزیں بربنائے اسراف ممنوع نہیں بلکہ بربنائے زینت حرام کی گئی ہیں، اور زینت خدا نے حرام کی نہیں، من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیٰمۃ (خدا نے زینت اور رزق کی ستھری چیزیں جو اپنے بندوں کے لئے بنائیں اُن کو حرام کس نے کیا کہہ دے اے رسول کہ یہ زینت تو مومنوں کے لئے ہے اس دنیا میں اور اُس دنیا میں بلا شرکت الغیرے مومنوں ہی کے لئے ہے) زینت تو خدا ہمارے لئے بنائے اور علما کس دیدہ دلیری سے حرام کریں کہ مسلمانوں کو مفلوک الحال صورت سے رہنا چاہئے، نہ نمایش ہو، نہ اسلامی شوکت نمایاں ہو۔

مسلمان اب اس حال کو پہونچے کہ اذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا (جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ قرآن کا اتباع کرو تو کہتے کیا ہیں کہ نہیں ہم تو باپ دادا کی روش پر چلیں گے) قرآن کو نصب العین بناؤ تو خانقاہوں سے شور اُٹھتا ہے کہ قرآن تو ظاہری قانون ہے اور خدارسی علم سفینہ سے نہیں علم سینہ سے حاصل ہوتی ہے' اس گروہ کو کون سمجھائے کہ قرآن ہی کو خدا نے صراط اللہ کہا ہے' اور قرآن خدارسی ہی کے لئے تو نازل ہوا ہے (منہاج الحق دیکھو) خدارسی کی راہ خدا ہی نے بتائی ہے جو بے خطر ہے' اور ایسی راہ اُس کے سوا کون بتا سکتا ہے۔ ماسوا پرستی سے جو خدا ملتا ہے وہ خدا نہیں بُت ہے۔ مدرسوں سے غلغلہ بلند ہوتا ہے کہ اس مجمل' ناقص' نامکمل قرآن سے کیا شدنی۔ اگلے جنہوں نے مفصل حدیثیں لکھیں اور مفصل در مفصل فقہ تیار کردی اور ان کے سوا اور بہتیرے علما اور علامے کیا کچھ چھوڑ گئے ہیں کہ ہم اُن کی روش چھوڑیں' اور قرآن کا نام لیکر اہل قرآن کا لقب حاصل کریں جن کے کفر میں کیا کلام ہے۔ اور کیا متقدمین کے کافر بنیں جن کی قابلیت اور تقدس کے سکے پڑے ہوئے ہیں۔ جو کلام اللہ کہے وہ ہم کیا سمجھیں' جو یہ کہیں وہی کلام اللہ ہے۔ ہاں اتنا ہے کہ قرآن پر اعتراض یا اُس کی حقارت ذرا دبی زبان سے کرتے ہیں۔

قوم تو مانیگی نہیں' زیادہ لکھنا فضول ہے' وہ مجھ پر معترض ہوگی کیونکہ اُس کے نزدیک اعتراض ہی کر دینا حقیقی اور تشفی بخش جواب ہے۔ لیکن میں کون' میری ہستی کیا' قرآن کی آیتیں اگر میں نے صحیح لکھی ہیں اور وہ میری تصنیف نہیں تو وہ خدا و رسول پر معترض ہولے۔ یا معانی کو توڑ مروڑ کر مراد لے کر یا منسوخ کر کے کترانے کی راہ نکال لے۔ اُس کو اختیار ہے۔ ہاں خدا و رسول کی عدول حکمی و قرآن کی نافرمانی رنگ لائے بغیر نہ رہیگی۔ اس دنیا میں تم دیکھ چکے اور دیکھ رہے ہو۔ اور

اُس دنیا میں بھی دیکھ لینا جب رسول خاتم المرسلین کا بحضور خداوند جل و علا عرضی دعویٰ پیش ہوگا۔ وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا (رسول عرض کریں گے کہ اے خدا میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا) رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی شفاعت پر تکیہ لگا کر بیٹھنے والے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس فریاد پر بھی غور فرمائیں کہ اُن کا نام کس فہرست میں ہے۔

قومی پھوٹ

خدا کا فرمان ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا (قرآن مجید کو مضبوط پکڑ لو اور پھوٹ نہ ڈالو) تم نے اُلٹا قرآن کو چھوڑا، پھوٹ ڈالا، اور فرقہ بندی قائم کی۔ ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعاً لست منھم فی شیئ انما امرھم الی اللہ ثم ینبئھم بما کانوا فیہ یختلفون (جنہوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالا، اور گروہ میں منقسم ہوگئے، اے رسول تم کو اُن سے کوئی واسطہ نہیں، اُن کا حکم خدا کے حوالہ ہے، جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں اس کی تنبیہ خدا کریگا) اے لوگو! کیا یہ آیتیں ثواب رسانی کے لئے ہیں یا عمل کے لئے، یہ خدائی نور ہے یا ان کو بکواس سمجھے ہوئے ہو۔

جب لا الہ الا اللہ کا مرکز نظر انداز کیا گیا، اور محمد رسول اللہ یا ما ارسل کا دائرہ محیط ٹوٹ پھوٹ گیا تو لا تفرقوا نے سر نکالا، اور مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے دائرے خواہشات نفسانی کے مرکزوں پر کھینچے گئے، تو وہ زنجیرہ بند ہوکر ایک دوسرے سے متضاد ہوتے ہوتے پاؤں میں زنجیر اور گلے میں طوق بنے، ناگزیر ما سوا کی غلامی ٹیکہ لگانا پڑا۔

صحابہ نے اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اسلامی مرکز کو نہ چھوڑا، اور

قرآن مجید کے دائرہ محیط سے عدول نہ کیا، کتاب اللہ کو مضبوط دھر لیا، اور مضبوط دھرے رہے، اس لئے مذہبی پھوٹ تو کجا قبیلوں کی صدیوں کی پھوٹ بھی جو اُنکی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی کہ عمریں خون خرابہ میں گذر جاتی تھیں اخوت سے بدل گئی اسلام آیا، سب ایک ہوگئے، شیر و شکر ہوگئے، بھائی بھائی ہوگئے۔ دو سو برسوں تک جب تک قرآن کا عمل دخل رہا، جب تک قرآن کے ساتھ کسی انسانی تصنیف کی آمیزش سے بدعت کھڑی نہ کی گئی، خدا کا رحم و کرم، قومی فیوض و برکات قوم پر نچھاور ہوتے رہے، اور قوم ہر طرح کی ترقیوں سے مالا مال ہوتی رہی اگرچہ نفسانیت کے کچھ جھگڑے اُٹھے مگر اسلام میں رخنے نہ پڑے۔

تیسری صدی میں حدیثیں جمع ہوئیں، قرآن کی طرح حدیثوں کے حفاظ ہونے لگے۔ قرآن سے مواجہ پھرا، اور فرقہ بندی کی بنا قایم ہوئی، صحابہ کو نمبر دیا جانے لگا، خلافت و امامت کو دین میں داخل کیا گیا تو خلیفوں کو نمبر دئے جانے لگے، اور قوم فضیلت کا فیصلہ کرنے بیٹھی۔ رفتہ رفتہ خدا پرستی کی جگہ انسان پرستی قایم ہوئی، اور یوں سنی، شیعہ، خارجی کے فرقے قایم ہوئے، بڑھتے بڑھتے ایک بہتّر کیا کئی بہتّر فرقے قایم ہوتے گئے۔ نصیری نے سب سے زیادہ ترقی کی اور فضیلت امامت کا حق ادا کیا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہنے لگ گئے، پھر بھی مسلمان رہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ باسعادت میں نہ سنی تھے، نہ شیعہ، نہ خارجی، نہ اہلِ قرآن، نہ اہل سنت، نہ اہل سنت والجماعت، خالص دین اسلام جاری تھا، اور سب کے سب اپنے نبی کے مذہب پر خالص مسلمان تھے۔ سب کا ایک مذہب تھا اسلام کا، سب کی ایک کتاب تھی کتاب اللہ اور بس، جو رسول کی تبلیغ اور اُن کے دین و دنیا کی کائنات تھی۔ جب قرآن کے ساتھ بدعت کا اضافہ ہوا، اور شخص پرستی نے دلوں کو سیاہ کیا، تو فرقوں کی گرم بازاری ہوئی، یہاں تک کہ حرم محترم میں

بھی اس بدعت نے قدم ڈالا، تو ایک مصلے کی جگہ جو نبی کا قایم کردہ تھا چار مصلے قایم ہوئے، اور فیصلہ یہ کیا گیا کہ حق دائر ہے درمیان چار کے، جیسے عیسائیوں میں خدا دائر ہے درمیان تین کے ثالث ثلثہ - اگر حق درمیان چار کے دائر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ کچھ کچھ حق سب میں ہے اور کچھ کچھ ناحق سب میں تو قوم کو اس کا مامور کرنا کہ ان چاروں میں سے کسی ایک ہی کی پابندی تم کو لازم ہوگی کہ فرقہ بندی نہ ٹوٹے، کیونکر صحیح ہوگا، اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ تم کو کسی کا قول بھی حق معلوم ہو تو تم کو تقلیداً خلاف حق اور خلاف ایمان ہی عمل کرنا ہوگا - اور اگر یہ معنی ہیں کہ چاروں حق ہیں تو چار مختلف فیہ مسائل میں اگر دینی ہیں ملکی قانون نہیں تو حق ایک ہی ہوگا جو قرآن کے مطابق ہوگا یعنی فاحکم بینھم بما انزل اللہ کے مطابق صراط مستقیم ایک ہی ہے اور ایک ہی ہو سکتی ہے - اے برادران اہل تشیع - خدا و رسول اور قرآن پر تمہارا بھی ایمان ہے - تمہارے یہاں بھی مفسرین گذرے ہیں تم بھی مسلمان ہی اور اسلامی بھائی ہو، ہم میں تم میں اختلاف مذہباً نہیں تعصباً اور پولیٹکل ہے، تو اے شیعو اور اے سنیو! مذہب کو آمیزشوں سے پاک کرو - اس میں پولیٹکس کو داخل کر کے پھوٹ نہ ڈالو - تعصبات کو تھوک دو، تفرقے اور پھوٹ پر لعنت بھیجو - اختلافات کو اختلاف آرا سمجھو، فرقہ نہ بناؤ - رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جنکا کلمہ پڑھتے ہو، اور حضرت علی کرم اللہ وجہٗ جن کی محبت کے تم منہ بولے مدعی ہو، نہ شیعہ تھے، نہ سنی، خالص مسلمان تھے مسلمان حنیف، تم بھی مسلمان حنیف ہو کر فرقہ بندی سے نکل جاؤ کہ اُن کی امت اور اُن کی جماعت میں تمہارا داخلہ ہو - علما مجتہدین کی سطوت سے نکلو اور خدا و رسول کی سطوت میں آؤ - پرستش اعمال کے دن کتاب اللہ ہی حجت ہوگی، اور خدا و رسول کی محبت و اطاعت ہی کام آئیگی جو مفروضہ خداوندی ہے - فرقہ بندی کی عینک اُتار کر صدق و اخلاق کی آنکھوں سے کتاب

اللہ میں اُس کے نور کو دیکھو، اور شخصی مرادات و مفاہیم سے خالی الذہن ہو کر قرآن میں تدبّر کرو، اور ذریعہ نجات حاصل کرو۔

ہم نے حق اخوت ادا کیا، کچھ فرقہ بندی سے نہیں کہا کیونکہ فرقہ بندی تو خدا و رسول کے خلاف اور میرے نصب العین کے خلاف ہی۔ میں فرقہ ساز نہیں، میں فرقہ شکن ہوں، کیونکہ میرے خدا و رسول کی رضا یہی ہی۔

جس طرح ٹکسال میں سکّے ڈھلتے ہیں مسلمانوں میں فرقے ڈھلنے لگے، خدا جانے کتنے فرقے ہوگئے، اور اب تک ٹکسال کی مشین چل رہی ہی، تو ایسے اُمڈے ہوئے دریا کو باندھنا تو رسول کا کام تھا کہ کتنے خونخوار قبیلوں کو ایک کر دیا، تو اُس رسول کو ہم کہاں سے لائیں۔ میری آرزو ہے کہ اسلام سے فرقہ بندی خارج کی جائے مگر مجھے اس آرزو کے پورے ہونے سے یاس ہی۔ خیر میں اپنا فرض پورا کرتا ہوں، خدا اپنی رضا پوری کریگا۔ امید کی جھلک صرف یہ ہے کہ رسول نہیں تو اُن کا دیا ہوا مارسل قرآن موجود ہے، اُس کو خدا نے رکھا ہی کیوں ہی اس کی حفاظت کیوں کی ہی، اسی دن کے لئے کہ ایک دن اس کا نور آفتاب بن کر چمکے اور عالم کو منور کرے۔

مصیبت میں انسان وجہ مصیبت کو نہیں سوچتا بلکہ امید کا سہارا ڈھونڈھتا ہی، ناجائز ہی کیوں نہو ہندؤں پر مصیبت پڑی تو وہ کرشن جی کے منتظر ہو بیٹھے، مسلمانوں پر مصیبت پڑی تو یہ بھی بجائے اپنی اصلاح کے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے منتظر ہو بیٹھے، اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کا نازل کرنے والا خدا جن کا نزول بھی بطور معجزہ کہا جاتا ہی سارے قرآن میں کہیں بھی نہیں، خدا اس عقیدہ کی حمایت نہیں کرتا۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے کی نسبت تو ہر مذہب میں کہا گیا اور حضرت امام علیہ السلام کی نسبت تو کہیں بھی نہیں۔ حدیثیں بھی اس کی نسبت

صحیح نہیں مخدوش ہیں، مگر یہ عقیدہ قایم ہو گیا، کیونکہ امید کی جھلک دل خوش کن تو ہی کہ اُس زمانہ میں ساری دنیا مسلمان ہو جائیگی۔ مگر جب نبی آخرالزماں کے زمانہ میں ساری دنیا مسلمان نہ ہوئی تو اب کیا ہوگی۔ اور کیونکر ہو سکتی ہے کیونکہ یہ دنیا عالم اتضاد ہی۔ نور و ظلمت۔ دن اور رات، سیاہی و سفیدی، آب و آتش، رنج و راحت سب کا رہنا ضرور، اُسی طرح کفر و اسلام کا بھی۔ یہ عالم عالم نیرنگ ہے، اگر نگ کبھی نہو گا یہ عالم ہی مجموعہ صفات متضادہ ہے۔ ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ (خدا کی مرضی ہوتی تو تم کو ایک ہی امت بناتا)، مگر خدا کی یہ مرضی ہی نہیں۔ اس لیے حضرت امام مہدی موعود کا نہ خدا حامی نہ رسالت رسول حامی۔ مگر ان ٹکسالی حدیثوں سے کتنے امام مہدی ہوتے گئے، اور اپنے اپنے فرقے قایم کرکے فرقوں کا اضافہ کرتے گئے۔ خود لا تفرقوا کے نافرمانی کے مرتکب ہوئے، اور قوم کا اور اخوت اسلامی کا ناس کیا۔

ان میں زیادہ ہوشیار مرزا صاحب قادیانی ہوئے، کہ مہدی موعود یہ مسیح موعود یہ کرشن اوتار یہ، یہ زمانہ ترقی کا ہے اور مسئلہ ارتقا کا بھی دورہ ہے اس لئے نبوت کا بھی دعوے کیا، جیسے نباتات ترقی کرتے کرتے انسان بروزی ہو گیا، ویسے ہی یہ نبی بروزی کے مدعی ہوئے، چونکہ نبی آخرالزماں کے مقابلہ میں قرآن کا جواب نہ لا سکتے تھے، مگر اور نبیوں کے مقابلہ میں تو اپنے کو سب سے اونچا کیا، اور نبوت کی دلیل اور معجزہ غلط پیشین گوئیاں پیش کیں، جو ہر رمال، ہر جوتشی، ہر جفر جاننے والا پیش کر سکتا ہی اور ہر سال جنتریوں میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ یہ دلیل نبوت گویا دلیل قرآنی تھی۔ اس لئے نہ ماننے والے مسلمانوں پر کفر کا فتوے صادر کیا، اور ان کافروں سے اپنی نماز الگ کی۔ میں عاقبت کا جائزہ کیوں لوں، خدا تو ایک دن سب کے اعمال کا جائزہ لے ہی لیگا۔ ان کا بھی ایک فرقہ ہے اور ہر فرقہ اپنے حال میں مست ہی نجات کا ٹھیکیدار۔

سلے اسلام! انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگرچہ قوم نے دیکھا کہ قرون اولے کے مسلمان قرآن مجید کے کماحقہ عمل پیرا ہے، قوم میں قولاً قرآن پیش کیا، اور عملاً قرآن کے مطیع کامل ہو کر گفتار و کردار میں، عبادات و معاملات میں، برتاؤ اور اخلاق میں، اور حرکات و سکنات میں، اپنے ہی کو پیش کیا، اور اسلام کے نمونے بن کر ظاہر ہوئے۔ یہی تبلیغ تھی رسالت کی۔ اسلام یوں تبلیغ کیا گیا تو اسلام کا ستارہ چمک اٹھا کہ آخر کار خاندان کا خاندان، قوم کی قوم مسلمان ہو گئی اور اب تک ہی یہ دیکھ کر بھی قوم نے اس تبلیغ سے منہ موڑا، اور فرقہ فرقہ کی تبلیغ شروع ہوئی، سننے والا کس کی سنے، سب ایک دوسرے کو کافر کہنے والے۔

رخنے یوں پڑے کہ درس قرآن کی جگہ سلسلۂ نظامیہ جاری ہوا۔ ساری عمر منطق و فلسفہ میں، قطبی و میر قطبی میں، ملا حسن ملا جلال میں، اور قرآن کے سوا ساری اور کتابوں میں صرف کی، سند ملی، عالم ہو کر نکلے، رسول کی وراثت تو قرآن کی، اور یہ ملی نہیں، نہ پڑھا نہ پڑھایا، نہ قرآن پر عمل کر کے دکھایا، مگر ممبر پر وعظ سنایا گیا کہ العلماء ورثۃ الانبیاء علما انبیا کے وارث ہیں، معلوم نہیں کہ ان عالموں کو کس چیز کی وراثت ملی۔ دوسرے صاحب وعظ فرمانے لگے "ہم مقدس گروہ علما کے" معلوم نہیں اس تقدس کا دعوے کس بنیاد پر۔ اس غرور بے سامانی پر قانون یہ پاس ہوا کہ جو ناسخ و منسوخ کے رموز سے واقف نہیں وہ قرآن پڑھنے کا مجاز نہیں۔ یوں قرآن وید کی طرح پنڈتوں کے حوالہ ہوا، جو یصدون عن سبیل اللہ کا مظاہرہ ہے، حالانکہ خود رسول امی، اور امیوں ہی میں مبعوث ہوئے ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً۔ (خدا نے امیوں ہی میں رسول بھیجا، جن پر اپنی کتاب نازل فرمائی، اور ارشاد فرمایا انا انزلنٰہ قرءٰنا عربیا لعلکم تعقلون (ہم نے قرآن عربی زبان میں نازل کیا تاکہ تم سمجھو) قرآن ہمارے سمجھنے کے لئے نازل ہوا ہے، اور اس وقت کوئی بھی سلسلۂ نظامیہ کا عالم یا علامہ نہ تھا۔ خلفا یا صحابہ کوئی بھی مولوی یا عالم یا علامہ نہ تھے نہ علامہ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہلائے، نہ علّامہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کہلائے۔ قرآن سب کا دستور العمل رہا۔ خدا نے فرمادیا ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر (قرآن کو ہم نے نصیحت حاصل کرنے کے لئے بہت آسان بنایا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا) اُس وقت نصیحت حاصل کرنے والے تھے۔ اُن کا طغرہ امتیاز عبا و عمامہ نہ تھا بلکہ قرآن کی تعمیل تھی۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم (تم میں جو پرہیزگار تر وہ عند اللہ بزرگ تر ہے) یہ ہے خدا اور قرآن کا خلعت و خطاب جو مسلمانوں سے چھین لیا گیا۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن ہی کی تبلیغ فرمائی۔ حفاظ قایم کیے، کتابت کرائی، مگر اس کی فہرست نہ بتائی کہ فلاں آیت منسوخ اور بیکار ہے اس کو کاٹ دو، فلاں متروک التلاوۃ ہے اس کو لکھ دو، فلاں فلاں آیتیں مجمل ہیں ان کی تفصیل ہم سے سن کر لکھ لو تاکہ تعمیل حکم کرسکو، اور قرآن عمل کے لایق ہوجائے، یا فلاں فلاں آیتیں جو سمجھ سے باہر ہیں اُن کو ہم سے سمجھ کر کتابت میں لے آؤ کہ لوگ آئندہ گمراہ نہوں۔ یہ تو تبلیغ کے متعلق ضروری خدمت تھی، کیا ان باتوں کو علماء سلطنت یا علماء تصانیف کے لئے چھوڑا، کیا رسول سے ایسی فروگذاشت ممکن ہے، اگر ممکن سمجھو تو ایمان کا فتور ہے۔

جب علماء کا گروہ نکلا، اور ان کو شاہی تقرب حاصل ہوا، تو رخنۂ فی الدین کے جگنو تمام شاخوں پر چھاگئے، اور اس کے فسانے ہیں عبرت انگیز، پھر جس نے فرقہ قایم کیا، یا جس کے شاگرد زیادہ ہوئے، یا جس کے تقدس تابی نے ڈنکا پیٹا، اُن کا نام بلند ہوا، اور اُن کی سطوت تمام چھاگئی۔ یا فی زمانناجو سلسلۂ نظامیہ سے نکلا، جس نے جھگڑے کی کوئی کتاب لکھی، یا جس نے فرقہ بندی کے جوش میں کتاب اللہ میں تاویل سے یا مرادی معنے لے کر طبع آزمائی کی، یا جس کے مرید زیادہ ہوئے، یا جس کا کوئی دولتمند مرید ہوگیا جس سے خانقاہ کی رونق بڑھی، تو یہی اساتذہ اسلام

اور دین کے ستون گنے گئے، یعنی ان سے پہلے اسلام کی چھت بے ستون قایم تھی، یہ کافر کو مسلمان کیا بنائیں گے کہ ان کو مسلمانوں کو کافر بنانے سے فرصت نہیں۔ ان کو علماء دین کہو یا علماء سوء۔ مگر اسلام میں رخنہ انداز ہو کر فرقہ بندی کے بانی یہی، خلافت کو دین میں داخل کر کے سنی و شیعہ کے پھوٹ کے بانی یہی، مسلمانوں میں مذہب کا نام لیکر رگڑے جھگڑے اور جوتی بیزار کرنے والے یہی۔ فتقطعوا امرھم بینھم زبرا کل حزب بما لدیھم فرحون دوہ گروہ میں منقسم ہوگئے اور ہر گروہ اپنے حال میں مست ہے۔

ان علما کے تمام مواعظ ہوتے ہیں مگر کہیں بھی کوئی فائدہ نہ دیکھا گیا نہ سنا گیا۔ کہیں بھی اتحاد ملی یا قومی قایم ہوا؟ جو مفروضۂ الٰہی ہے، یا پھوٹ و نفاق بڑھا جو مغضوب خداوندی ہے۔ بدعتوں سے نجات دلائی؟ رسومات ناروا جو قوم کو کھائے جارہے ہیں دور کر سکے؟ معاملات کی اصلاح کی؟ اخلاق نبوی یعنی اخلاق قرآنی سے کسی کو بھی آراستہ کیا؟ عوام تو عوام کسی ایک شاگرد کو بھی یا کسی ایک مرید کو بھی، یا کم سے کم اپنے ہی کو سچی اسلام کا نمونہ بنا کر تبلیغ کا دروازہ کھٹکھٹایا؟ قوم کو مقدمہ بازی کی دہکتی آگ سے نکالا؟ یا فرقہ بندی کے مقدمات دائر کرائے۔ جھوٹی گواہی سے توبہ کرائی؟ بے ایمانی جھوٹ، ریاکاری، اور اسراف مٹا سکے؟ کسی ایک کو بھی عمل علی القرآن یعنی عمل صالح کے لئے کھڑا کیا؟ زکوٰۃ جو مفروضۂ خداوندی ہے اور قوم کی ساری بیماریوں کا خدائی علاج ہے جاری کرا سکے؟ مسلمانوں سے جمود، بیکاری، بدعہدی، مزار پرستی بلکہ ماسوا پرستی سے جو جواز کے رنگ میں جارہی ہے توبہ کرائی؟ اور کوئی بھی اصلاح کا قدم اُٹھایا؟ پھر یہ وعظ کیا جو بے نتیجہ ہو، اور اس کا غلغلہ کیا جو ریاکارانہ ہو، اپنی تعریف سننے کے لئے ہو، دوسروں پر حملہ کرنے کے لئے ہو، اپنے اغراض نفسانی حاصل کرنے کے لئے ہو، اخباروں کے پروپیگنڈا کے لئے ہو کہ فلاں صاحب نے اپنی ولولہ

انگیز تقریروں سے سامعین میں جوش پیدا کردیا۔ اس کے سوا مجالس وعظ کا اور کوئی فائدہ نہ دیکھا گیا۔ وجہ کیا؟ بات یہ ہے کہ جو خود تفرقوں اور پھوٹ اور فرقہ بندی کا گنجفہ کھیل رہا ہو اور وہ خود اصلاح طلب ہو وہ دوسروں کی اصلاح کیا کرے؟ خصوصاً جب اُس کا یہ مقصد بھی نہیں۔

یہ تو دینی اصلاح تھی، اب یہ سیاسی اصلاح کو کھڑے ہوئے ہیں، کیونکہ لیڈرشپ کے غلغلوں نے مولویوں کی سطوت کو دبا دیا ہے۔ بھائیو پہلے اپنی اصلاح کرو، پھر اوروں کی اصلاح کرنا، پہلے قرآن اپنے کو تبلیغ کرو، پھر اوروں کو راہ دکھانا، لاتتبع الھدیٰ فیضلک عن سبیل اللہ (خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرو یہ تم کو خدا کی راہ سے گمراہ کردیگی)

مسلمانو! خدا ورسول کی طرف آؤ، رسول تمہیں قرآن کس لئے دے گئے ہیں، قرآن کو ہادی بناؤ، قرآن میں نفسانیت نہیں یہی تمہاری اصلاح کریگا۔ آخر یہ خدا کا کلام، او سالیہ المرجع والماٰب (خدا ہی کی طرف بازگشت اور جائے پناہ ہے) اُس کے کلام میں پناہ لو وہی تم کو پناہ دیگا۔

خدا نے فرمایا۔ انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم (سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں میں صلح کرادیا کرو) یہ آیت تلاوت کے لئے بھیجی گئی ہے عمل کے لئے نہیں۔ اور خدا نے تاکید پر تاکید فرمائی، فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین (اگر تم مومن ہو تو خدا سے ڈرو اور آپس میں اصلاح کرتے رہو، اور خدا ورسول کی اطاعت میں لگے رہو) پھر تاکید پر تاکید فرمائی یا ایھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ (اے ایمان والو! صبر کرتے رہو، اور صبر کی تلقین کرتے رہو، اور آپس میں مرابطت رکھو اور خدا سے ڈرتے رہو) خدا سے ڈرنے کے معنی یہ ہیں کہ مرابطت اسلامی ہو اغراض وخواہشات

نفسانی سے نہیں۔ سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں، یہ خدائی رشتہ ہے جو سب رشتوں سے قوی اور مقدس ہے۔ کوئی رشتہ مند کافر ہو جائے تو رشتہ ٹوٹ جاتا ہے اور کوئی کافر مسلمان ہو تو بھائی ہو جاتا ہے، اور حق اخوت کا حقدار، اور اخوت کا حق ادا کرنا مسلمانوں پر فرض۔ مگر اے بھائیو! تم نے یہ حق آپس کے جھگڑوں، آپس کی توہین میں اور آپس کی مقدمہ بازی میں تباہ کر کے اور خود بھی تباہ ہو کر ادا کیا۔ کچہریوں میں اس کے تماشے دیدنی ہیں۔ تمہارے بھائی ہر طرح کی تباہیوں اور مصیبتوں میں مر رہے ہیں، اور تم مرے پر سو درّے، الکشن میں، آرائشوں میں، عالی شان عمارتوں اور موٹروں میں ہزاروں ہزار اُٹھاؤ، اور بھائی کے یتیم بچوں کی خبر نہ لو۔ بھائی بھوکوں مر رہا ہے اُس کے بچے محتاج پرورش محتاج تعلیم مارے مارے پھر رہے ہیں اور تم کنکھیوں سے بھی نہیں دیکھتے، کیا کشتی ڈوبی تو تم بچ سکو گے، یاد رکھو تمہاری ہستی قوم کی ہستی پر منحصر ہے۔

تم مسلمان ہو، تم ایک امت ہو، مگر فرقہ بندی میں تم نے اپنے کو کھویا اور خدا کی دی ہوئی ساری ودیعتوں کو کھویا۔ آج خدا کی مسجد کو کہ ان المساجد اللہ (مسجدیں خدا کی ہیں) جھگڑ کر شیعہ سنی حنفی اور اہل حدیث کی مسجد بنا لو اور دوسرے مسلمانوں کو عبادت الٰہی سے روکو، تو من اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ (اُس سے ظالم تر کون جو مسجدوں میں لوگوں کو خدا کی یاد سے روکے) اسی طرح آمین بالجہر اور رفع یدین کی تکرار پر جوتی پیزار کر لو، خلافت تیرہ سو برسوں کے بعد جو گئی گذری ہوئی ہے کسی کو دو اور اُس کے جھگڑے آج پھیلاؤ اور علم و تابوت کی نسبت خون خرابہ کر لو مگر کل خدا کے حضور میں خدا کی آیتیں جو دی گئی ہیں اپنا خون بہا لیکر رہیں گی اور نہ دینے پر حبس دوام کا جیل ضرور جھیلنا پڑے گا۔ اس میں سنی شیعہ اہل حدیث، اہل فقہ، علما یا مشائخیں خلاف قرآن عمل کرنے والے کوئی ہوں۔

جب مسلمانوں میں فرقہ بندی اور آپس کی مخالفت کا زلزلہ آیا تو نہ کوٹھیاں بچیں نہ جھونپڑے۔ اتفاق میں تکلیف پہونچے تو صبر کا حکم تھا، نہ کیا تو اب ادبار قومی پر صبر کرنا پڑا۔ بھائیو! اب بھی ہوش کرو، یہ وقت شیعہ وسنی کے پھوٹ کا نہیں اہل حدیث اور اہل فقہ کے تفرقہ کا نہیں ہے۔ کشتی بھنور میں ہے، طوفان کے تھپیڑے آرہے ہیں کشتی ڈوبی تو کسی کی خیر نہیں۔

خدا کا فرمان ہے۔ لا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصبرین (آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ بودے اور نامرد ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی، اس میں جو تکلیف پہونچے تو صبر و برداشت کرتے رہو بلاشبہ خدا صبر و برداشت کرنے والوں کے ساتھ ہے) تم نے اس کی تعمیل یوں کی کہ آپس میں پھوٹ بھی ڈالا، جھگڑے بھی، اس لئے بودے بھی ہوگئے اور نامرد بھی، اور ساری بہادری مقدمہ بازی کی جنگ میں منتقل ہوگئی۔ اس لئے تمہاری ہوا اکھڑ گئی، اور جو دھاک تمہاری بندھی تھی وہ ٹوٹ گئی۔ یہی ہوا کا بندھنا اقبال ہے، اور ہوا کا اکھڑنا بداقبالی دیکھ لو تم پر ہر طرف سے بداقبالی چھاگئی ہے کہ تم کو کہیں پناہ نہیں ملتی۔

حق اخوت جو بھائیوں کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے وہ تو کھلا کھلا ہے، بہنوں کا حق کیا خاک ادا کیا جائیگا۔ خدا کا فرمان ہے۔ ان الذین یرمون المحصنت المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولھم عذاب عظیم (جو لوگ پاک دامن مومنہ پر تہمت لگاتے ہیں اُن پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے) اللہ اکبر ایسے تہمت لگانے والے دونوں جہان میں ملعون ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے ان الذین یرمون المحصنت ثم لم یأتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا (جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لائیں اُن کو اسّی درّے مارو، اور

اُن کی گواہی کبھی قبول نہ کرو) زنا کی سزا سو درّے، اور کسی پاک دامن کو متہم کرنیکی سزا اسّی درّے مگر یہ ہمیشہ کے لئے مردود الشہادت قرار دیا گیا۔ یعنی تہمت لگانیوالا زنا کار سے بھی بدتر۔

باوجود اس سخت ترتہدید کے بھی عورتوں کے ہنسنے بولنے لباس وضعداری اور طرز و انداز پر بالخصوص بیواؤں کے ہر انداز پر برادران اسلام متہم کرنیکو تیار، اور دوسرے برادران چار گواہ تو کیا بغیر ایک گواہ کے بھی یقین کرنے مشہور کرنے اور چہ میگوئیاں کرنے کو موجود۔ مسلمان ہو کر بھی حسب فرمان خداوندی کوئی یہ نہیں کہہ اُٹھتا سبحانک ھذا بھتان عظیم (اے خدا تو پاک ہے یہ تو بہتان عظیم ہے)۔ بلکہ ایسے اتہام کو کوئی جرم ہی نہیں سمجھتا، نہ کسی وعظ میں سمجھایا جاتا نہ خدا کی لعنت سے ڈرایا جاتا ہے۔ یوں اخوت اسلامی اور بہنوں کا حق ادا کیا جاتا ہے۔

قوم میں پھوٹ فرقوں ہی کی نہیں بلکہ خاندانوں اور گھر والوں کی بھی ہے کوئی گھر پھوٹ سے خالی نہیں یہ صریح خدا کا عذاب ہے خدا فرماتا ہے والذین یؤذون المومنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا (جو ایماندار مرد اور عورتوں کو ناکردہ گناہوں پر ستاتے ہیں وہ بہتان اور بڑے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں) اس کے تماشے بھی دیدنی ہیں، مومن مومن کو اذیت دیتا، بھائی بھائی کو ستاتا ہے، جو اقرب ہو وہ عقرب سمجھا جاتا ہے، یہ ادبار کے تیر چلتے رہتے ہیں اور قوم زخم خوردہ ہونے پر بھی بےحس ہے غفلت کی نیند سو رہی ہے، نہ جاگتی ہے، نہ کوئی جگانے والا ہی ہے۔ قوم کی جاگ یا عرس کے میلوں میں ہوتی ہے، یا اسپیچ بازی کے بڑے جلسوں کی تقریری نمائشوں میں یا الکشن میں ہوتی ہے، یا محرم کے دل خوش کن تماشوں میں، تھیٹر، سرکس، سینما میں۔

ان الذین فتنوا المومنین والمومنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق (بیشک جنھوں نے ایماندار مردوں اور عورتوں کو ستایا،

اذیت دی، پھر اس سے باز نہ آئے تو اُن کے لئے جہنم اور جلانے والا عذاب ہے)
مسلمان مسلمان کو اس لئے بھی اذیت پہونچاتے ہیں کہ ہم آزاد خیال سمجھے جائیں اور
اس لئے بھی کہ مخالفین اسلام ہماری ثنا گوئی کریں اور ہم کو اپنا سمجھ کر ہم سے مخالفت
نہ کریں۔ انہوں نے اپنا کارساز خدا کے سوا اوروں کو بنا رکھا ہے۔

خدا فرماتا ہے واخفض جناحک للمومنین (ایمانداروں کے لئے اپنے
بازو جھکائے رہو) مگر مسلمان مسلمان ہی سے اکڑا ہوا اور اغیار کے لئے بازو کیا دل
و دین بھی فرش راہ ہے۔ اسی حال پر خدا سے شکوہ، اور خدا سے دعویدار رحمت ہے
لا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد
الایمان (ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ، نہ کسی کو برا لقب دو، ایمان کے بعد تو بدتہذیبی
کا نام ہی برا ہے) اور عیب چینی اور عیب گوئی تو یہاں دن رات کا مشغلہ ٹہرا۔ عدول
حکمی بھی اور ڈنکے کی چوٹ۔ اخباروں کو اٹھا کر دیکھو تو عیب چینی اور عیب گوئی
نہیں کالم کے کالم سیاہ، اور برے القاب بانٹنے میں سب سے زیادہ چوکس۔
جس کسی کی رائے اڈیٹر کی رائے کے خلاف ہوئی تو اُس کی تو مٹی برباد۔

اگر اپنی اصلاح نہ کروگے، اور نافرمانی اور عدول حکمی پر اڑے رہوگے، تو
مسلمان تباہ ہوں گے، اسلام اپنی جگہ پر رہیگا، اور خدا بھی تم سے بے نیاز ہے۔
وربك الغنی ذوالرحمۃ ان یشاء یذھبکم ویستخلف من بعدکم ما یشاء
کما انشاکم من ذریۃ قوم آخرین انما توعدون لآت وما انتم بمعجزین۔
(رحمت والا خدا تم سے بے نیاز ہے، اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کردے اور جس کو چاہے تمہارے
بعد لے آئے جیسے تم کو دوسری قوموں کے بعد لے آیا۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے
وہ وقت آنے والا ہے، اور تم خدا کو عاجز کرنے والے نہیں) اگر تمہارا یہی حال رہا،
اور اندازہ ہے کہ یہی حال رہیگا، اگر تم نے خدا کے فرمان سنے نہیں، اور اندازہ ہے

کہ سنو گے بھی نہیں آباؤ اجداد کی روش خدا کے مقابلہ میں بھی چھوٹیگی نہیں اگر تم نے اپنا حال درست نہ کیا اور اپنی اصلاح نہ کی، اور اندازہ ہے کہ فرقہ بندی کی کشمکش تمہیں اصلاح حال کرنے دیگی بھی نہیں، قرآن سے کترانا تمہاری روش، اور فرقہ بازی کا مشغلہ تمہارا پیشہ ہو گیا ہے۔ ایسے حال میں اپنا کیا اپنے ساتھ۔ خدا کا کچھ نہ جائیگا۔ وہ بے نیاز ہے فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین واعزۃ علی الکفرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذلك فضل اللہ یوتیہ من یشاء (عنقریب خدا ایسی قوم لائیگا جس کو خدا دوست رکھے گا اور جو خدا کو دوست رکھیگی، مسلمانوں سے بفروتنی پیش آئے گی اور کافروں سے بغلبہ، خدا کی راہ میں جہاد کریگی، اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈریگی یہ تو خدا کا فضل ہے جس کو چاہے وہ دے)

اب بھی ہوش کرو۔ پھوٹ پر لعنت بھیجو۔ اس میں دقتیں آئیں تو صبر و برداشت کرو، آپس میں بھائی بھائی بن کر شیر و شکر ہو جاؤ، فرقہ بندی کے الفاظ کو کاٹ دو، اور اختلافات کو اختلاف آراہی سمجھو، فرقہ نہ بناؤ۔ اپنے کو مسلمان ہی کہو جو خدا کا دیا ہوا نام ہے، اور خدا کے فرمان پر سر جھکا کر سارے مسلمان ایک جسم، ایک زبان اور ایک دل، اور ایک مقصد کے ساتھ اٹھو، اور خدا و رسول کا نام بلند کرو۔ اپنے اپنے طریقہ پر عبادت کرو کہ سب صحیح ہے مگر خدا ہی کی۔ ظاہری نہیں، صدق و اخلاص کے ساتھ۔ شان عبودیت اور محبت کے ساتھ، قومی حقوق بجا لاؤ اور اصلاح عمل میں لگ جاؤ، کہ ہر جگہ آمنوا کے ساتھ عملوا الصلحت بھی ہے، یعنی ایمان کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھی لازمی ہے۔

مگر یہ ہدایت، یہ فیض، یہ نور تم کو ملے گا قرآن ہی سے کہ یہی خدا کا نور ہے تو قرآن مانتے ہی ہو اسی کے آگے سر جھکا دو۔ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ

وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا (مومن تو وہ ہیں کہ جب اُن کے آگے خدا کا ذکر کیا جائے تو اُن کے دل دھل جاتے ہیں، اور جب اُن کے آگے قرآن کی آیتیں پیش کی جائیں تو اُن کا ایمان بڑھ جاتا ہے) اب اپنے ایمان کا فیصلہ آپ کرو کہ تمہارا یہ حال ہے یا نہیں۔

قرآن تو قیامت تک رہیگا کیونکہ یہ نبی آخرالزماں کی کتاب اللہ ہے اور بحفاظت خداوندی محفوظ۔ مگر کیا یہی فاتحہ چہارم یا ثواب رسانی کے لئے، عملیات اور وِرد و وظائف کے لئے، نہیں، ہرگز نہیں، حاشا نہیں، اس کا نور پھیلے گا اور دنیا اس کے نور سے جگمگا اُٹھے گی۔ (اشرقت الارض بنور ربھا) خدائی نور سے دنیا ایک دن منور ہو جائیگی) کیونکہ یہ خدائی آفتاب ساری دنیا کے لئے آیا ہے، کفر کے گھٹا ٹوپ بادل اور مسلمانوں کی فرقہ بندی کے سبب تمام اس کی تبلیغ ہوئی نہیں اور اس کی شعاعیں تمام پہونچی نہیں، خدا نے اس کے لئے فضا صاف کی اور کفر کی ٹولیوں اور اُن کے تعصبات کا بادل چھٹ گیا اور دہریت کی ہوا چلنے لگی، اس نے اسلام کے لئے موسم اور فضا کو درست کیا اور ہر جگہ لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ شاید خدا ان نو مسلموں کی جماعت سے کام لے۔ ہاں تو اس نور کو پھیلانے والی وہی قوم ہوگی جس کا خدا نے وعدہ کیا ہے کہ خدا اُس کو دوست رکھے گا وہ خدا کو دوست رکھے گی۔ مسلمانوں کے ساتھ منکسر، کافروں پر غالب، خدا کی راہ کی مجاہد، ملامت کنندوں سے بے پروا، فرقہ بندی سے پاک، خالص مسلمان، دین اُس کا خالص، نیت اُس کی خالص، عمل اُس کا خالص، صدق و اخلاص کا مظہر، قرآن اُس کا دستور العمل، خدا کے نام کی جاندادہ، رسول کے نام پر قربان، اور ظاہر و باطن سارے قوٰی و قوتوں کو کام میں لاکر خدا و رسول کے نام پر سلطنت کریگی، اور دونوں جہاں میں فائز المرام ہوگی۔ خدا کا بھیجا ہوا دین اُس کا دین، اور خدا کی بھیجی ہوئی شریعت اُس کی شریعت

ہو گی۔ اور شرک فی الذات، شرک فی الصفات، شرک فی الحکم، سب سے پاک و مصطفیٰ ہو گی۔ اُس کا نصب العین ہو گا اللہ اور اُس کا عمل ہو گا اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء (قرآن مجید کا اتباع کرتے رہو اور اُس کے سوا کسی اور رفیق کا اتباع نہ کرنا) دین میں حکم دیگی قرآن سے کہ فاحکم بینھم بما انزل اللہ (قرآن سے حکم دیا کرو) قرآن کے ساتھ آمیزش سے محترز رہیگی کہ لا تلبسوا الحق بالباطل (حق کے ساتھ باطل کو نہ ملاؤ) وہ خدا کی قوت پر کھڑی ہو گی، اور سارے عالم میں منادی کریگی کہ لوگو! رسول آخر الزمان کی امت میں داخل ہوتے جاؤ، اور کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے بھیجے گئے ہو) کے خلعت خداوندی کے مستحق بنو، اور ابراہیم المشرب ہو کر نعرے لگاؤ انی لا احب الآفلین (میں فانیوں کو پسند نہیں کرتا، یعنی فانیوں کے آگے نہیں جھکتا) تاکہ تم محمدی ہو جاؤ، اور تمہارا حال ہو جائے۔ ان صلوتی و نسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ (میری نماز، میری عبادت اور میری حیات وموت تک خدائے لاشریک کے لئے ہے۔ مختصر یہ کہ وہ قرون اولیٰ کا نمونہ بن کر، سابقون الاولون میں داخلہ پا کر، خدا و رسول، ایمان و اسلام کا غلغلہ بلند کریگی اور خدا اُس کو کامیاب کریگا۔

اگرچہ قوم سے مجھے یاس ہے کہ وہ سمجھے گی تو بہت بعد، مگر تبلیغاً کہہ رہا ہوں چونکہ خدا کا فرمان ہے فذکر بالقرآن من یخاف وعید (جو خدا کی وعید سے ڈرتا ہے اُس کو قرآن سے نصیحت کرتے رہو) اس لئے میں نے جو کچھ لکھا وہ قرآن سے، میری باتوں کو مانو نہ مانو، مگر خدا کے نافرمان نہ بنو۔ اب قوم کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر (جو چاہے مانے نہ مانے) میں بیچ میں کوئی نہیں۔

سیاسی پھوٹ

مسلمانو! قرآن کو چھوڑ کر فرقہ بندی قایم کرکے تم نے اسلام کے گوشت و پوست کو ہڈیوں سے جدا کیا۔ گوشت تو ٹکے سیر بک گیا، اور ہڈیاں ادھر اُدھر پھینک دی گئیں تم سمجھے کہ اس بیوپار میں تم نے نفع اُٹھایا۔ نفع یہی کہ آپس کی طعنہ بازیوں میں کچھ دیر دل لگی ہوگئی، مگر اس نفس کے کرتب دکھانے میں تم نے اسلام ہی کا خاتمہ کردیا نہ خدا سے ڈرے، نہ رسول کی رسالت کا پاس کیا، نہ مسلمانوں کا پرچم سنبھالا، نہ اسلام ہی کی آبرو رکھی، خود بھی کھوئے گئے، اور قوم کی عزت و حرمت بھی ڈبوئی جب اس دائرے سے نکلے تو سیاسیات کے میدان میں چوگان بازی کے ہنر دکھانے کھڑے ہوئے۔ مگر پھوٹ جو خمیر میں داخل ہوچکا تھا وہ سیاسیات میں بھی جلوہ فرما ہو کر رہا۔

ہندوستانی سیدھی راہ پا سکتے تھے مگر وہ بے راہ ہوگئے، کیونکہ کسی فرقے میں کوئی لیڈر نہیں، جس کو صحیح معنوں میں لیڈر کہا جاسکے، جو واقعی لیڈر ہو، قوم کا سچا دردمند ہو، خود غرضی، نفسانیت، ہوا و ہوس، نام و نمود، اور فرقہ پرستی کی آلائش سے پاک ہو، کہ قوم کی رہنمائی کرسکے۔ جو ایسے لیڈر ہوئے وہ اپنے اپنے وقت میں ہوگئے، بعض جو اس کی صلاحیت رکھتے ہیں، وہ قوم کی بے راہ روی و اختلافات سے بدست و پا ہیں فی زمانا جس کو مجمع میں بولنا آگیا وہ لیڈر ہے، جس کو اسپیچ کی اونچ نیچ کا سلیقہ آگیا وہ لیڈر ہے، جس کو گورنمنٹ پر اعتراضات جمانے کا ڈھنگ آگیا وہ لیڈر ہے، جو کسی جلسہ کا پریسیڈنٹ ہوگیا وہ لیڈر ہے، جس کو اخبار میں کج بحثیوں کا طور و طریق آگیا وہ لیڈر ہے، سیکڑوں اقسام کے لیڈر ہیں چاہے ان کے دل میں قوم کا درد کچھ بھی نہو، اور چاہے اُن کی رفتار و کردار منافقانہ، ریاکارانہ اور خود غرضیوں پر

مبنی ہو۔

مسلمانوں میں کچھ فاضل لیڈروں کا اضافہ ہوگیا ہے۔ عمامہ بند علما، خلوت نشین مشائخ، اور اخبار کے اڈیٹروں نے بھی لیڈری کا علَم سنبھالا ہے، ان کے سوا وہ بھی لیڈر ہیں جنھوں نے کوئی اخبار نکالا، یا اعتراضوں کے بوچھار سے ہوش ٹھکانے لگادیا یا جن کو لیڈری کا خطاب کسی اخبار سے عطا ہوا، یا جن کو کسی جلسہ نے اپنا نمایندہ بنا کر بھیجا کہ وہ اپنے خیالات اپنے دماغ سے سلب کرکے بھیجنے والوں کے خیالات کی ترجمانی کریں، اور سب سے بڑا لیڈر تو وہ جو جیل سے ہو آیا۔ لیڈر تو اتنے مگر قوم کی رہنمائی کی صلاحیت کسی میں بھی نہیں۔

الغرض تعصب شہرت اور نام و نمود کے بادلے ہیں، اور اخبارات اور قوم کے جاہلانہ نعرے سونے پر سہاگہ کا کام دے رہے ہیں، یہ وجہ ہے کہ پارٹیاں بہت ہیں، اتحاد کے لئے جمع بھی ہوتے ہیں تو ایک اور پارٹی کا اضافہ کرتے ہیں۔ ہندوستان بھی اک عجیب چمنستان ہے جس میں طرح طرح کے پھول کھلے ہوئے ہیں مگر سب دیکھنے ہی کے، بوباس کسی میں نہیں۔ انجمنوں کی گرم بازاری، جلوسوں کے نعروں کا شور و غوغا، اور اسپیچوں کے ترانے، دیکھنے دکھانے ہی کے اور سننے سنانے ہی کے ہیں۔ کانفرنسیں، لیگیں اور نت نئے رنگ کی پارٹیاں بہت ہیں مگر سب کی سب رزولیوشنوں کے ڈھالنے کی مشینیں، احتجاجی جلسوں کی کٹھ پتلیاں، جوش و خروش کے ڈھول ماو رجو کام کرنے کا تھا ادھر کوئی متوجہ نہیں مثلاً۔

نمبرا۔ بیت المال کے نام سے زکوٰۃ وصدقات کا قومی فنڈ قایم کرنا۔ نمبر۲۔ اس فنڈ سے جگہ جگہ ہر شہر اور قصبہ میں چھوٹے چھوٹے کارخانے کھولنا جس اصول پر ہندوستان کے کارخانے پہلے قایم تھے کہ کپڑے بھی بنتے تھے، چیزیں بھی بنتی تھیں، لوہے اور جواہرات بھی معدن سے نکالے جاتے تھے، اور بکثرت تھے، مگر آجکل کے کارخانوں کی طرح بڑے

کارخانے نہ تھے، اس پر بھی مال غیر ممالک میں جاتے تھے۔ اگر ہر شہر میں بیسوں کارخانے کپڑوں ہی کے ہو جائیں تو نہ مہاجن کے سودی روپے کا قصہ، نہ مزدوروں کی اسٹرائک کا قصہ، ہر کارخانہ میں اک خاندان ہی کام کرے کہ بیکاری کا سوال بھی نہ آنے پائے اور غیر ممالک کی تجارت سے مقابلہ آسان ہو جائے۔ نہ ریلوے اور جہاز کے محصول کا بار، کسی قسم کا نہ خوف اور نہ کسی قسم کا خدشہ۔ کام اور دولت کی تقسیم قومی فارغ البالی کی بنا ہوتی۔ اور ایک معقول سرمایہ قومی فنڈ میں ہوتا مگر بجائے اپنی اور اپنے حال کی اصلاح کے فیصلہ یہ کیا گیا کہ جب تک انگریز ہیں ہم کچھ نہیں کر سکتے، کیا نہیں دیکھتے کہ ترقی کی راہیں ہندوستانیوں کے لئے بند ہیں، اور بند کی جارہی ہیں، تعلیم تجارت ہنر دستکاری سب کی راہیں بند ہیں اور جو ہیں وہ رو بہ تنزل۔ مصائب کی بوچھار سے عقل کھوئی اس لئے عقل بھی آئیگی تو انگریزوں کے جانے پر۔ اتحاد بھی ہوگا تو انگریزوں کے جانے پر۔

یہ فیصلہ یوں کیا گیا کہ خود قوم تو کچھ کرنا چاہتی نہیں، نہ کچھ کریگی۔ گورنمنٹ ہی کے سر سب کچھ، جو کچھ کرے وہ گورنمنٹ تعلیم جو غلامی سے نکالے، تجارت جو یورپ کی بھی دولت لائے، یہ سب گورنمنٹ کا فرض ہے، ہم کچھ نہ کرینگے۔ معلوم نہیں گورنمنٹ سلطنت کرنے آئی ہی، یا کھیل کرنے اُس پر فرمائش ہے کہ مذہب سکھائے وہ، مذہبی احکام کا قانون پاس کرے وہ، جو قوم اپنی اصلاح آپ نہ کر سکے، وہ اختیارات ملنے پر ملک میں اصلاح پھیلائیگی یا تباہی، جو قوم دو ووٹ اور کونسل میں دو ممبر بڑھانے کے لئے لڑے، اور آپس میں لڑ مرنے کو ملکی ترقی سمجھے اُس سے کیا شدنی۔ یہ قومی جاگ ہے یا قومی نیند۔

اخباروں کا کام بجائے قوم کو جگانے اور سیدھی راہ پر چلانے کے فرقہ بازی کا پروپیگنڈا ٹھہرا، اور آپس کے مناقشات بڑھانے کا انجن گرم کرنا، اخبار تو پارٹی فیلنگ

کے جذبات ابھارنے کی برقی مشین ہے۔ خبریں کیا ہیں، سلیقہ کی دروغ گوئی، چونکہ قوم انہیں چٹخاروں کی لذت کش ہے۔ بغیر حملوں اور سخت کلامیوں کے اخبار چل بھی تو نہیں سکتا۔ یہ رنگ یہ ڈھنگ تو ہندوستان کے ابھرنے کے نہیں! وہ انہیں مہلک عوارض میں مسلمان مبتلا۔

پارٹیوں پر خیال کرو تو جزوی اختلافات نظرانداز کرنے کے بعد ان میں چند پارٹیاں پائی جاتی ہیں جن کے اغراض مختلف اور جدا جدا ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ سب اسلامی پارٹیوں کو قرآن مجید کے حضور میں پیش کروں، اور صداقت کی کسوٹی پر کھرے کھوٹے کو کسوں کہ راہِ حق واضح اور نمایاں ہو جائے وما اختلفتم فیہ من شئ فحکمہ الی اللہ (جب کسی بات میں تم میں اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ خدا یعنی قرآن سے طلب کرو)

لیکن قبل اس کے کہ میں خدائی فیصلہ کو سناؤں بہتر یہ ہے کہ میں پہلے قوم کے مفہوم کو واضح کر دوں کہ قوم کسے کہتے ہیں۔

مذہبی نقطۂ نگاہ سے تو قوم کی تقسیم بربنائے مذہب ہے۔ مسلمان، عیسائی، یہودی پارسی بودھسٹ وغیرہ وغیرہ یہ تقسیم اس قدر وسیع ہے کہ اگر ساری دنیا ایک مذہب کی ہو جائے تو سارے اہل دنیا اک قوم ہو جائیں گے تفرقے مٹ جائیں گے اور قومی حقوق سب کو مساوی تقسیم ہونگے۔ اس وقت یہ کہنا صحیح ہوگا کہ سارے آدمی ایک حضرت آدم کی اولاد اور بھائی بھائی ہیں۔

یورپ نے قوم کی تقسیم جغرافیائی حیثیت سے ملکی تقسیم کی بنا پر کی ہے، ہر ملک کے رہنے والے اک اک قوم شمار ہوئے۔ یوروپین، ایشین، افریکن، امریکن، علیٰ ہذا۔ پھر اس کی تقسیم بربنائے سلطنت کی تو اس کا دائرہ تنگ ہوتا گیا۔ انگلش، فرنچ، اٹیلین، جرمن اور ان کے سوا بہتیرے۔ اسی یورپ کی طرح ہر ملک کو سمجھو تو خدا جانے کتنی قومیں ہو گئیں

ہر سلطنت کے باشندے ایک قوم، اور ہر قوم کی بہتیری شاخیں۔ غرض اس تقسیم نے قوم کو ٹکڑہ ٹکڑہ کر دیا تو فطرتی طور پر قوموں میں آویزش شروع ہوئی، کہ ایک قوم دوسری قوم سے برسرِ پرخاش ہی، اور دونوں میں آویزش اور کشمکش کا ہونا ضروری ہی۔

ہندوستان کو دیکھو مسلمان اور ہندو دو نمایاں قومیں ہندوستان میں ہیں کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے سارے باشندے ایک قوم ہیں ہندوستانی، جیسے یورپ کی قومیں یوروپین۔ مگر مصنوعی تقسیم نے یہاں بھی دست درازی کی، بنگالی ہوئے، بہاری ہوئے، پنجابی ہوئے، مدراسی ہوئے، کابلی ہوئے، سرحدی ہوئے پھر یہاں بھی ملکی اور غیر ملکی کی تفرقہ بازیاں ہونے لگیں۔ صوبجاتی تقسیم اور فیڈرل گورنمنٹ ہونے دو، ہر صوبے کے باشندے اک اک قوم میں منقسم ہوجائیں گے، اور انگلش اور آئرش کی آویزش شروع ہوجائیگی، اور کل ادارے جو آل انڈیا کا لقب لئے ہوئے ہیں مسمار ہوجائیں گے۔ جو قوم کی تقسیم فیڈرل گورنمنٹ سے ہوگی وہ سپرٹ الکشن سے نہیں ہوسکتی۔ مذہبی تقسیم کہنے کو غلط کہی جاتی ہے مگر نہ کہیں اٹھی نہ اٹھے گی تخت نشیں ہونے کے لئے انگلستان میں بھی پروٹسٹنٹ ہونا ضرور ہے اِس لئے ہندوستان میں مذہبی تقسیم کے ساتھ ساتھ یہ نئی قومیت جو باضابطہ قایم ہوجائیگی وہ ہندوستان کو خاموشی کے ساتھ ساتھ پاش پاش کر دیگی۔ کیا مکسڈ الکشن ہوجانے سے قومیت ایک ہوجائیگی، اگر ہوگی تو اس پر اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے۔ ہم مسلمانوں کا اس میں کچھ نہ جائیگا کیونکہ مسلمانوں میں اخوت کی روح ایسی پھونکی گئی ہے کہ توڑے ٹوٹ نہیں سکتی۔ ساری دنیا کے مسلمان چاہے کسی ملک یا کسی سلطنت کے ہوں گورے ہوں یا کالے مذہبی حیثیت سے ایک قوم اور بھائی بھائی ہیں۔

اب خدا کا فرمان سنو کہ نہ یہود ونصاریٰ تمہارے، نہ کفار و مشرکین ہی۔ بلکہ تم ہی آپ اپنے ہو اور تمہارا خدا تمہارا یاایها النبی حسبک الله ومن اتبعک

من المومنین (اے نبی! خدا اور تمہارے مسلمان متبعین بس تم کو کافی ہیں) یعنی خدا اور مسلمانوں کے سوا تمہارا کوئی نہیں اور یہی تم کو کافی ہیں۔

یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الکفرین اولیاء من دون المومنین اتریدون ان تجعلوا اللہ علیکم سلطانا مبینا (مومنو! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم اپنے اوپر خدا کا صریح الزام لیا چاہتے ہو) کیا یہ فرمان خدا کا نہیں، یا اس پر توجہ کرنا اپنی مصلحت کے خلاف سمجھتے ہو اور خدا کا الزام اپنے سر لینے میں بہادر رہو۔

خدا نے مسلمانوں سے دوستی کرنے اور کافروں سے دوستی نہ کرنے کی ہدایت فرمائی کہ یہی اقتضائے فطرت ہے، کیونکہ محبت غیر جنس کی خریدار نہیں۔ محبت کے لئے ضرور ہے کہ خیال، مقصد، زبان، تمدن، روش اور مذہب میں یک جہتی ہو، یہ نہیں ہے تو خود غرضانہ، اور منافقانہ محبت ہے۔ ہاں کافروں کے ساتھ عدل و انصاف کو خدا نے منع نہیں کیا بلکہ مامور کیا ہے۔ خدا کا یہ مطلب نہیں کہ کافروں سے لڑنے جھگڑنے ان سے بغض و عناد رکھنے میں اپنے صفات کھویا کرو۔ ہاں مخالفت کے ساتھ ساتھ مخالف سے دوستی بھی خلاف عقل و خلاف فطرت ہے اور جھوٹا دعویٰ مگر مخالف بلکہ دشمن کے ساتھ بھی بھلائی اور نیکی، رحم و انصاف اقتضائے اخلاق و انسانیت ہے، اُس وقت تک کہ وہ کھلے دشمن نہ ہو جائیں کہ ان سے مقابلہ ہی کرنا اقتضائے فطرت ہے، اور اقتضائے اسلام بھی۔ مسلمانوں کی تعریف خدا نے بتائی یہی والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون (جب اُن پر کوئی چڑھ دوڑتا ہے تو وہ مقابلہ کرتے ہیں)، مگر جو کھلے دشمن نہیں اُن کی نسبت ہدایت ہو لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا علیھم ان اللہ یحب المقسطین (جو لوگ تم سے لڑے نہیں نہ تم کو گھروں سے نکالا تو خدا تم کو

اس سے منع نہیں کرتا کہ تم اُن کے ساتھ نیکی کرو، اور انصاف کرو بلا شبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے)۔

یا ایھا الذین آمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علی اعقابکم فتنقلبوا خسرین (مومنو! اگر تم کافروں کا کہا مانو گے تو وہ تم کو برگشتہ کر کے چھوڑ دیں گے پھر تم گھاٹے میں جا پڑو گے) کم سے کم ممبر پر جو تبلیغ رسالت کی جگہ ہے کسی کافر کو لا کر کھڑا کرو گے یا کانگریس کے جلسہ میں مادر وطن کی پرستش میں شرکت کرو گے اور یوں دین فروشی کرو گے تو تم کہاں کے رہو گے، ہوش کرو تم مدد کی بھیک مانگتے پھرتے ہو اور اپنے کو خدا کی مدد کے مستحق نہیں بناتے بل اللہ مولئکم وھو خیر النصرین (بلکہ تمہارا مولا تو اللہ ہی ہے اور وہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے) خدا کو تم دیکھتے نہیں اس لئے اُس کی مدد پر تمہارا ایمان نہیں تم ماسوا کو مددگار بناتے ہو اور ما النصر الا من عند اللہ (مدد تو خدا ہی کے پاس سے آتی ہے) اس لئے ماسوا سے تم کو نہ مدد ملی ہے، نہ مل سکتی ہے، نہ ملے گی۔

لا تتبع اھواء الذین کذبوا بایتنا (جنہوں نے میری آیتوں کو جھٹلایا اُن کی خواہشوں کا اتباع نہ کرنا) اپنے اعمال اور اپنے حال کا محاسبہ کرو۔

یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا و لعبا من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مومنین (مومنو! جن لوگوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے، اہل کتاب ہوں تو، اور کفار ہوں تو اُن کو دوست نہ بناؤ، مومن ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو) تا کہ اسلام کی پاکی میں دھبہ نہ آئے اور اُس کا نور دھندلکی میں نہ پڑ جائے۔ بادشاہ اکبر نے ہوس ملک گیری، ہوس سلطنت رانی، اور عیش و عشرت کے جوش میں ایسا کیا، اور رشتہ ناتہ سے اس بوالہوسی کی رنگ آمیزی کی، تو رخنے پڑی ہوئی سلطنت تو چلی گئی مگر آج تک

مسلمان اُسی گرداب میں پڑے ہوئے ہیں، اور رسوماتِ کفر آمیز کے تیروں سے ایسے چھلنی ہوگئے ہیں کہ اُن کا مذہب اور تمدن سب گیا گذرا ہوا، انہیں رسومات کے ہاتھوں خود بھی تباہ ہوئے، اور اپنے مذہب کو بھی رسوماتی مذہب بنا دیا۔ یہ نہ سمجھے کہ مشرک خدا کا بھی دشمن اور مسلمانوں کا بھی لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء (خدا کے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ) کہ وہ دشمن دربغل اور مارِ آستین ہی ہوگا۔ یہی اقتضائے فطرت بھی ہے۔

من یتول اللہ والرسول والذین آمنوا فان حزب اللہ ھم الغلبون (جو خدا و رسول اور مومنوں کو دوست رکھے گا تو وہ اللہ کا گروہ ہوگا اور اللہ ہی کا گروہ غالب ہو کر رہیگا) یہ پھل ہے قومی اخوت کا، اتحادی قوت کا۔

ہاں مسلمانوں پر غیر قوموں کا بھی حق ہے، اخلاقی برتاؤ کا، انسانی ہمدردی کا، رحم و عدل کا، نیکی اور احسان کا، اور معاہدین کے ساتھ معاہدہ کا حق، غیروں کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کرنی اُن کے دکھ درد میں ہمدردی کرنی، حق کی ادائگی ہی تم کو کفار سے عداوت کرنے کو نہیں کہا جاتا بلکہ اُن کی عداوت سے بچنے کو کہا گیا، عداوت تو محمود نہیں معیوب ہے، اور ناجائز عداوت اُسی درجہ ناجائز اور ناروا ہی جس درجہ اُن کی دوستی۔ لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ (کسی قوم کی عداوت تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اُن کے ساتھ عدل و انصاف نہ کرو، انصاف کرتے رہو کہ یہ تقوے سے قریب تر ہی)

ان احکام کے راز کو بھی خدا نے فرما دیا جو اظہر من الشمس ہے۔ یاایھا الذین آمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الایٰت ان کنتم تعقلون ھا انتم ھؤلاء تحبونھم ولا یحبونکم وتؤمنون بالکتاب کلہ واذا لقوکم قالوا

امنا واذا خلو عضوا علیکم الانا مل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان اللّٰه علیم بذات الصدور ان تمسسکم حسنة تسؤھم وان تصبکم سیئة یفرحوا بھا وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئا ان اللّٰه بما یعملون محیط (مومنو! کسی غیر کو اپنا رازدار نہ بناؤ، وہ تمہاری خرابی میں کچھ کمی نہیں کرتے، چاہتے ہیں کہ تم پر کوئی آفت آئے، اُن کے منہ سے عداوت ظاہر ہو چکی ہے، اور جو کچھ اُن کے دلوں میں پوشیدہ ہے وہ تو بہت ہی بڑھ کر ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تمہارے لئے کھلی نشانیاں بیان کر دیں، دیکھو تم اُن سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے بالکل محبت نہیں رکھتے، تم تو ساری کتابوں کو مانتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے مانا، اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو غصہ کے مارے تم پر اپنی انگلیاں چباتے ہیں، اے نبی ان سے کہدو کہ اپنے غصہ میں مر رہو، بے شک جو کچھ اُن کے دلوں میں ہے خدا اُس سے خوب واقف ہے۔ اگر تم کو کچھ بھلائی پہونچتی ہے تو اُن کو رنج ہوتا ہے، اور اگر تم پر سختی آتی ہے تو اُس سے خوش ہوتے ہیں، تو اگر صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو اُن کا مکر تم کو کچھ بھی ضرر نہ دیگا، بے شک اللہ نے اُن کے سب کاموں کو اپنے بس میں کر رکھا ہے) اس آیت کو نازل ہوئے ساڑھے تیرہ سو برس ہوئے مگر آج بھی یہ آیت ویسی ہی روشن ہے، اور زمانہ حال اس آیت کی کامل تصدیق کرنیوالا اور اُس زمانہ کا آئینہ ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ تمہاری خرابی میں وہ کونسی کمی اُٹھا رکھتے ہیں، کونسے محکمہ میں اُن کی چھری تمہارے خلاف نہیں چل رہی ہے، اگر اُنھیں کو فائدہ پہونچے مگر اُس میں تھوڑا فائدہ تمہارا بھی ہو تو وہ اُس فائدے سے بھی دست بردار ہوتے ہیں، اخبار سے اسپیچوں سے یعنی قلم وزبان سے جس عداوت کا وہ اظہار کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں وہ کیا کم ہے کہ اُن کے دلوں کو جانچو۔ وہ تم سے ملنا نہیں چاہتے اور بالاعلان نہیں چاہتے مگر تم کہوس لایعنی میں پھنسے ہوئے ہو اور خدا کی بتائی ہوئی

راہ سے محترز۔

ترئ کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لھم انفسھم ان سخط اللہ علیھم وفی العذاب ھم خلدون، ولو کانوا یومنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذ وھم اولیاء ولکن کثیرا منھم فسقون (اے رسول! تم اُن میں سے بہتیروں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں، البتہ انہوں نے اپنے لئے برا سامان بھیجا کہ اللہ کا اُن پر غضب ہو، وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے، اگر وہ خدا و رسول اور قرآن پر ایمان رکھتے تو کافروں کو دوست نہ بناتے، لیکن ان میں بہتیرے فاسق ہیں) ایسے لوگ پہلے بھی دیکھے جاتے تھے اور اب بھی دیکھے جاتے ہیں، پہلے کم تھے اب زیادہ ہیں۔

غرض نہ ہندو تمہارے نہ عیسائی، اور تم کو انہیں سے محبت، تم انہیں کے پیچھے چلنے والے، انہیں کی سنگت اور انہیں کی غلامی پر فخر کرنے والے، اور خدا و رسول اور تمہارے دینی بھائی مسلمان جو تمہارے ہیں، اور خدا کے کے تمہارے ہیں اُن سے تم کو بیر، اُن کے عیوب بھی صفت میں داخل، اور اُن کے صفات بھی عیوب میں داخل۔ تم ہندؤں اور عیسائیوں کے اس نعرے سے ڈرے۔ قالوا من اشد منا قوۃ (وہ کہتے ہیں ہم سے کس کی طاقت بڑی) تم نے مان لیا اور خدا کو بھولے اولم یروا ان اللہ الذی خلقھم ھو اشد منھم قوۃ (کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ جس خدا نے اُن کو پیدا کیا ہے اُس کی قوت ان سبھوں سے کہیں بالاتر ہے) تمہارا حال تو یہ ہو گیا ہے کہ تخشی الناس واللہ احق ان تخشیہ (تم لوگوں سے ڈرتے ہو اور اُس کا مستحق تو خدا ہی کہ تم اس سے ڈرو) اس لئے تم مسلمانوں کے صف سے بھاگ کر اُن کے صف میں جا ملے، اپنے کو کمزور کیا اور غیر کو قوی۔ کیونکہ تم اُن کی دھمکی میں آ گئے کہ انا اکثر منک مالا واعز نفرا (ہم دولتمند بھی ہیں اور اکثریت میں بھی ہیں)، تم نے نہ دیکھا کہ کامیابی اقلیت ہی کے

نام رہی ہے۔ ساری دنیا کے فاتحین کو دیکھو سب ہمیشہ اقلیت ہی میں تھے اور کامیاب ہوئے۔ کیونکہ بمجبوری اُن کو جانبازی پر اتفاق کرنا ہوا اور اتفاق کامیابی کی جڑ ہے۔ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ (کتنی قلیل جماعت خدا کے حکم سے کثیر جماعت پر غالب ہوائی ہے) اگر تم دولت میں اور تعداد میں کم ہو تو یہی تو ضرورت بتا رہی ہے کہ ہمت کرو اتفاق کرو اور خدا پر بھروسہ کرکے جانبازی پر تل جاؤ۔ پھر کامیابی تمہارے ہی لئے ہے۔

لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباءھم او ابناءھم او اخوانھم او ازواجھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون (آپ ایسی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو اور وہ مخالفین خدا و رسول کو بھی دوست رکھے، گو وہ اُن کے باپ بیٹے، بھائی، بیوی، اور کتنے ہی کیوں نہوں، یہی تو ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان نقش کر دیا ہے اور فیضان غیبی سے اُن کی تائید کی ہے، خدا اُن کو جنت میں داخل کریگا، وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ اُن سے راضی وہ اللہ سے راضی، یہی ہیں اللہ کا گروہ، اور اللہ ہی کا گروہ کامیاب ہو کر رہیگا) اب اپنا جائزہ آپ لو، اور اپنا محاسبہ آپ کرو۔

یہ خیال کہ ہم اُن سے مل جائیں گے تو ہم کو پناہ ملجائیگی، تو یہ تو ہونیکا نہیں، وہ خود تمہارے جیسے بے پناہ ہیں خدا کی پناہ بھی نہیں، ہاں یہ ہوگا کہ تم اپنے پرائے سب سے گئے ان یثقفوا کم یکونوا لکم اعداء ویبسطوا الیکم ایدیھم والسنتھم بالسوء وودوا لو تکفرون (کفار اگر تم کو پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں، اور تم پر

بُرائی کے ساتھ دست درازیاں اور زبان درازیاں کرنے لگیں اور یہ خواہش کرنے لگیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ، قرآن کا فیصلہ سن چکے اب اپنا فیصلہ آپ کرو، چاہے اسلامی راہ چلو چاہے نفسانی، چاہے کامیابی کی راہ چلو چاہے ناکامی کی، اپنا کیا اپنے ساتھ، جیسا تخم ویسا پھل۔

اتحادِ عمل

جو کچھ قرآن مجید کی آیتوں سے میں نے بیان کیا ہے اُس سے تمام تر واضح ہوا ہو گا کہ فرقہ بندی ممنوع خداوندی ہے اس سے توبہ کرو، اور رشتہ اخوت جو محکوم خداوندی ہے اسے پھر سے جوڑو، قومی پھوٹ ملعون ہے، اور قومی اخوت نعمت، اخوت کی محبت سے دل کو گرما دو، اور جوشِ اخوت سے ایک سمندر ہو جاؤ جس کے جھرنے دنیا میں پھیل جائیں، ایک تناور درخت ہو جاؤ جس کی شاخیں سارے جہان میں چھا جائیں، وہ اس طرح کہ ایمان و عمل سے آراستہ ہو کر آگے بڑھو اور جو جو حقوق خدا و رسول کے، اور خود اپنے، اقران و احباب کے، قوم اور غیر قوم کے، تم پر ہیں اُن کی ادائیگی میں سرگرم عمل ہو جاؤ۔

منہاج الحق میں اخلاق کی زیر سرخی میں وہ سارے حقوق جو خدا نے لازم کر دئے ہیں مفصل بیان کر دیا ہے۔ چونکہ اس کتاب کا موضوع یہ نہیں ہے اُس کو دوہرانا طوالت طلب ہے۔ اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ جس سے ہمارے جتنے تعلقات ہیں اُسی درجہ اُس کا حق ہم پر ہے۔ چونکہ سیاسیات بھی ایک حد تک مذہب میں داخل ہے، اس لئے قومی پھوٹ دفع کرنے کے بعد سیاسی پھوٹ پر نظر ڈالو اور ہندو، عیسائی، پارسی، وغیرہ کے حقوق پہچانو کہ بغیر حقوق پہچانے ہوئے سیاست کا میدان نہیں مارا جا سکتا۔

موجودہ پھوٹ اور اختلافات جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں پیدا ہو گئے ہیں اُنکو

دور کرنا چاہیے۔

ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ دیں اور خود اس پر غور وخوض کریں، چونکہ اپنی اصلاح آپ کرنی ہم پر فرض ہے اس لئے جو نقص اپنی طرف سے معلوم ہوں اُن کے دور کرنے کی کوشش کریں۔

نمبرا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک جنگ مسجد کے سامنے باجا بجانے کی ہوا کرتی ہے، اور اس میں خون وخرابہ اور مقدمہ میں تباہی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ قسمہ کجماعت اور ہتیاریہ بند ہوتے ہیں، اور تم معدودے چند نمازی اور نشتے، پھر یہ جنگ کس عقل سے ہوتی ہے اور کس سند قرآنی سے۔

سوچو تو سہی صدیوں سے ہندو مسلمان ایک جگہ بستے ہیں، یہ جنگ تو کبھی نہ تھی، اب کیوں ہے، اصل بت پرستی جو اسلام کے بالکل خلاف ہے اس میں تو مسلمانوں نے رواداری برتی، اور عین مذہب کے مطابق برتی، پھر پبلک راہ میں اُن کے جلوسوں، اُن کے تیوہاروں میں جو باجے بجتے جاتے ہیں تو مسلمان کیوں برانگیختہ ہوتے ہیں، اور مسلمانوں کی برات کے یا محرم کے باجوں میں جو دس دنوں تک مسجد کے قریب پانچوں وقت بجتے رہتے ہیں ان کو عذر نہیں ہوتا، اس کی وجہ کیا۔

اس کی وجہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب ہندوؤں اور مسلمانوں میں پھوٹ پڑی، اور نوبت عداوت تک پہونچی، تو ہندو مسلمان ایک دوسرے کے تیوہاروں سے چڑنے لگے۔ ہندوؤں نے ہر عیدالضحیٰ اور محرم میں فساد پھیلانے اور خون سے پیاس بجھانے کو عبادت سمجھا، یہاں تک کہ گورنمنٹ کو بھی پولیس اور فوج کا قیام امن کے لئے اہتمام مزید کرنا پڑا۔ جب یہ نوبت پہونچی تو مسلمانوں میں بھی ان کے تیوہاروں سے برانگیختگی پیدا ہوئی، اور یہ بھی فطرتاً اُن کے جلوس اور تیوہاروں سے چڑنے لگے۔ مگر یہ خاصہ ہے کہ جو چڑے وہ چڑایا جائے، اس لئے ہندو باجا بجاتے ہوئے چلے

نہیں جلتے بلکہ اکثریت کے زعم میں سخت کلامیوں گالی گلوچ اور چڑانے کے لیے ٹھہر جاتے ہیں کیونکہ مقابلہ میں چند نہتے نمازی ہیں۔ تو اگر مسلمان نہ چڑیں تو لازماً وہ نہ چڑائینگے اگر اعلان کر دو کہ پانچوں وقت ہماری مسجدوں کے دروازوں پر نوبت بجایا کرو تو اس میں اسلام کی شوکت ہے، اور اس میں ہم بھی شریک ہیں، چندے کے دو روپے ہمارے بھی حاضر ہیں۔ ایسا کرو تو دوسرے ہی دن سے یہ چڑانا بند ہو جائیگا۔ اور باجا جس طرح گذرتا رہا ہے گذر جائے گا۔ آخر اس قتل و خونریزی میں کونسا جہاد کا ثواب مضمر ہے۔ یا اس بے مقابلہ پٹنے میں کونسی شوکت اسلامی کا مظاہرہ ہے۔ یا کم سے کم اس اتفاقی اور شاذونادر زحمت کو اگر کچھ ہو بھی تو گوارا کیوں نہیں کر لیا جاتا، یا ایسی نماز کی کوشش کیوں نہیں کی جاتی کہ باجا تو باجا پاؤں کا کانٹا نکالنے میں بھی خبر نہ ہو۔ اگر ایسی نماز نہیں ہو سکتی تو صرف یہ کہنا کہ امام کا قرآن نہیں سنا جاتا تو بڑی جماعتوں میں جس میں ثواب زیادہ ہے سارے مقتدی کہاں سنتے ہیں۔

نمبر ۲۔ دوسری چیز بقرعید کی قربانی ہے۔ یہ قضیہ صدیوں سے ہے، اور اسی قضیہ نے تبلیغ و اشاعت اسلام کی راہ ماری ہے۔

دنیا میں خدا نے جتنے مذاہب بھیجے سب میں قربانی فرض کی۔ ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر۔ (ہر امت کے لئے ہم نے قربانی فرض کی تاکہ ہم نے جو انھیں رزق چوپایوں کی دی ہے اس پر خدا کا نام لیکر ذبح کریں، اور کہدیا کہ خود کھاؤ اور محتاجوں کو کھلاؤ) اس لئے ہم پر بھی قربانی فرض ہوئی اور خدا نے اس کو صاف صاف بھی فرما دیا فصل لربک وانحر (پہلے نماز پڑھ لو تو قربانی کرو) یہ عید الضحیٰ کی قربانی ہے جو عملاً متواتر ابعد صلوۃ ضحیٰ ادا کی جاتی ہے۔ یعنی یہ قدیمی

فرض ہی۔ یہ حج کی قربانی نہیں کیونکہ مناسک حج میں تو یہ نماز ہی نہیں۔ نہ یہ یادگار ابراہیمی ہی بلکہ یہ چوپایوں کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے۔ خدا کسی کی یادگار نہیں قایم کرتا ورنہ دندان مبارک کے شہید ہونے کی یادگار ضرور قایم ہوتی یہ عید الضحیٰ کی قربانی ازلی فرض اور اسلامی فرض ہی۔ واجب وغیرہ اصطلاحات سے بڑھ کر۔

خدا نے قربانی فرض کی چوپایوں میں سے، یہ عام ہے، اونٹ، گائے، بیل، دنبہ، خصی، بکری، بھیڑی، جو کچھ بھی میسر آئے، اور یہ آسانی ہوسکے، وہ بھی مقدرت ہو نہیں مجبور ماخوذ نہیں، مکلف نہیں، قرآن میں یہ حکم نہیں کہ سات آدمی میں اک گائے قربانی کرو، یا گائے ہی کی قربانی کرو۔ اُس کے یہاں خون اور گوشت تو پہونچتا نہیں وہ تو تم کھا جاتے ہو لن ینال اللہ لحومہا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم ہاں تمہارا تقوے پہونچتا ہی۔ میں نے واضح کیا ہے کہ تقویٰ ہی کیا چیز۔ وہ تو نام ہی تعمیل خداوندی کا خداوندی حدود کے اندر۔ کہ کوئی قوے اور کوئی قوت یعنی کوئی عمل بے جگہ یا ادہر اُدہر نہو۔ تو اس قربانی میں بھی ہم کو تقویٰ مدنظر رکھنا ضرور ہی کہ یہی مقبول ہی۔ جیسے مُردوں کی طرف سے، بچوں کی طرف سے، غیر مکلفین کی طرف سے قربانی جو حج بدل اور صلواۃ بدل کے طور پر قایم کیا گیا ہے قرآنی حدود سے باہر اور اسراف میں داخل ہی اور تقوے سے خلاف۔ رسول کی حدیث حدود قرآنی کو توڑنے والی یا اُس پر اضافہ کرنے والی صحیح نہیں ہوسکتی۔ دولتمند اونٹ گائے قربانی کرے تو کرے مگر سات آدمی میں ایک گائے نہ خدا کا حکم ہے نہ رسول کا حکم ہوسکتا ہی۔ اس پر تمہارا اصرار اور رجاک کرنا، اور مفسدوں کے فساد وغارتگری کا شکار رہنا ہرگز جائز نہیں۔ اس میں مسلمانوں کے جان ومال کا نقصان ہونا رضائے مولا کے خلاف ہی۔ ہرسال گائے کے پیچھے جانیں جاتی ہیں۔ پولیس ہندوؤں کی، فوج ہندوؤں کی، حکام اخباروں سے ڈرنے والے، اخباروں کا پروپیگنڈا قوم میں ہیجان پھیلانے والا۔ اور تمہارے

پاس تو اخبار بھی نہیں، فریاد کی زبان بھی نہیں، گونگوں کی سنتا کون ہے، اور یہ زمانہ شور و غوغا کا ہے۔ اس لئے تم مظلوم ہو کر بھی ظالم ٹھرتے ہو، ہر حال میں تمہاری ہی تباہی ہے۔

جب تم خدا کی طرف سے چوپایوں میں سے کسی چوپایہ کی قربانی کے مجاز ہوا اور حدیث اس کے خلاف نہیں ہو سکتی چنانچہ اہل حدیث کے یہاں گھر بھر کی طرف سے ایک چوپایہ کی قربانی جائز ہے اور عملاً ہے، وہ بھی تو مسلمان ہی ہیں، تو تم بھی گھر بھر کی طرف سے ایک خصی، ایک بکری، یا بھیڑی قربانی کرکے فرض سے سبکدوش ہو سکتے ہو۔ یہ تم پر آسان ہوگا اور یہ یہ تمہاری عبادت ہوگی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ خدا نے بطور موعظت و نصیحت بیان فرمایا ہے جیسے اور قصے۔ مطلب یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خواب میں فرمان خداوندی پاکر اپنے عزیز بیٹے کو خدا پر قربان کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ ہمکو تعلیم ہے کہ خدا سے محبت بیٹے سے کس درجہ بڑھکر ہونی چاہئے، جس کا عملی ثبوت مسلمانوں نے جہاد میں دیا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ قربانی ابراہیمی یادگار ہے۔ یادگار قایم کرنا سنت اللہ نہیں ہے، خدا نے کسی پیغمبر کی یادگار نہیں قایم کی۔ خاتم رسل کا دندان مبارک شہید ہوا، بعض پیغمبر شہید ہوئے کسی کی کوئی یادگار نہیں۔ دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بدلے حضرت جبریل کا لایا ہوا ایک دنبہ ہی قربانی کی تھی۔ اس سے سات آدمی میں ایک گائے کی قربانی کا ثبوت نہیں نکلتا، نہ اس کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ جب یہ فرض نہیں تو یہ کب جائز ہے کہ اس کے لئے جنگ و جدل جائز ہو اور گائے کے ساتھ مسلمانوں کی قربانی ہو۔ گھر کی تباہی الگ۔ تار پہ تار جائے، حکام آئیں، پولیس اور ملیٹری کا مظاہرہ کیا جائے، نتیجہ بہر حال جیل۔ وہ تو جیل گیا باقی ماندوں پر زائد پولیس بٹھائی گئی۔ باوجودیکہ یہ اجازت گورنمنٹ قربانی ہوئی ہو مگر زائد پولیس کا خرچہ مسلمانوں کے سر بھی تھوپا جائے ایسے حال میں یہ خیال کہ ہم جان دیکر جہاد کا ثواب حاصل کرینگے اور گائے ہی کی قربانی کریں گے، جہاد نہیں! ورلیسے

مقام پر بھی جہاں ہم کمزور ہوں غلط اور عقل کے خلاف ہے، یہ نہ مذہب کا حکم، نہ عقل کا اقتضا، بلکہ جہالت ہے، اور مذہب کو بدنام کرنا۔ یہ تو جائز کو فرض بنانا ہوا، تو خدا کے شریک کار کیوں بنو۔

کیوں نہیں بکری قربانی کرو جو اسراف میں داخل نہ ہو، گھر بھر کی طرف سے ایک ذبیحہ بھی کافی ہو سکتا ہے، خدا نے فرداً فرداً فرض نہیں کیا۔ اہل حدیث ایسا ہی کرتے ہیں تو اُن سے تعصب کیوں کرو۔ اور تعصب سے جائز کو فرض کیوں بناؤ قربانی کے لئے ایک جانور دو جانور پال لینا یا خرید لینا دشوار نہیں کہ گائے ہی پر جان دی جائے۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (خدا تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا) تو ایک ہی چوپایہ قربانی کرو۔ اور مولفۃ قلوبھم یعنی تالیف قلوب کے لئے جو امور خداوندی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گوارا کرنا چاہیے۔

مسلمانو! تم پر لازم ہے کہ تعصب نہ کرو، نہ کھوئی ہوئی سلطنت کا غرور، بلکہ تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے جو تم پر فرض ہے خوشگوار فضا اور نتیجہ خیز ماحول پیدا کرو۔ سوچو اور سمجھو کہ تمہارے حق میں یہ اُس گائے سے زیادہ مفید کامیاب اور دونوں جہان میں نتیجہ خیز ہوگا۔

تم کو خدا نے عقل دی ہے بیکار تو نہیں دی، تو جو کچھ میں نے مذہباً بیان کیا اُس پر عقل دوربین سے بھی نگاہ ڈالو، اور روش آباؤاجداد کو سند میں نہ لاؤ کہ یہ کافروں کی روش ہے، مسلمان وہ ہے جو حق کے آگے سر تسلیم خم کردے۔

نمبر ا۔ دودھ دینے والی گائیں قربانی نہیں کی جاتیں بے مصرف گائیں جن سے نفع کی امید ساقط ہو گئی قربانی کی جاتی ہیں، گویا "سڑی گائے برہمن کو دان" مثل مشہور ہے۔ شبہ ہے کہ ایسی قربانی قبول ہو کیونکہ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون (ہرگز تم نیکی نہیں حاصل کر سکتے جب تم وہ نفقہ نہ کرو جو تم کو محبوب ہو) بہتر چیز قربانی اور خیرات کرنی چاہیے نہ کہ کمتر اور نا پرساں۔

نمبر ۲۔ گائے کے بیچنے والے اکثر بلکہ قریب قریب کل ہندو ہی ہوتے ہیں، ان میں بھی زیادہ تر برہمن۔ غریب نہ بیچے تو کیا کرے، گائے بیکار ہے، اُس کو کھلاتا رہے تو کس لئے اور کہاں سے، نہ کھلائے تو گئو ہتیا کے خسارہ کا ڈر۔ اس لئے جب بیچ لیا تو گئو کشی کا فساد کھڑا کرنے اور مقدمہ لڑنے کو تیار۔ مسلمانوں کے ہاتھ بیچتے ہیں یہ جان کر کہ یہ قربانی کرینگے تامل نہیں۔ اُس وقت گئو دیوتا نہیں، بیچنے کے بعد وہ دیوتا ہو جاتی ہے۔ گائے پر طرح طرح سے ظلم کیا جاتا ہے مگر یہ دیوتا ہے صرف قربانی نہ کرنے کے لئے اور صرف مسلمانوں کے خلاف

نمبر ۳۔ گائے کی قربانی کرنے کے ہم مجاز ہیں، مذہب نے راہ بند نہیں کی۔ یوں بھی وہ میرے لئے غذا ہے اور میرے لئے حلال و طیّب، مگر یہ اقتضائے مصلحت سردست اگر ہم گائے کی قربانی ملتوی کر دیں تو یہ لاکھوں گائیں جو ہندو ہی بیچتے اور اس سے اپنی اقتصادی حالت سنبھالتے ہیں، وہ نہ بیچ سکیں گے، اور اتنی گایوں کو بیکار کھلانا پڑیگا جو اُن پر یقیناً ناقابل برداشت ہو جائیگا۔ دیکھو لو گئو رکھشنی بڑے غلغلہ کے ساتھ قائم ہوئی، مگر کیا ہوا، گایوں کی تعداد بڑھی تو راتوں کو اندھیرے میں خاموشی سے کوڑیوں مول بکی اور مسلمانوں ہی کے ہاتھوں۔

اُپلوں کی نسبت، اور دودھ دہی کی نسبت کتنا شور مچایا گیا، اور مذہبی جوش اُبھارا گیا کہ اب سے عورتیں بیچنے نہ جائیں گی، جس کو ضرورت ہو آکر لیجائے۔ مگر جب اقتصادی زد پڑی تو سارا جوش ٹھنڈا پڑ گیا، اور کاروبار کا وہی رنگ رہا جو تھا۔

یہی حال ہوگا التوائے قربانی سے بھی۔ گائے کی قربانی ملتوی کر کے دیکھو، اقتصادی تلاطم زیر و زبر کر کے رہیگا۔ اُس وقت تم قربانی بھی کروگے اور جھگڑے بھی نہوں گے۔ اول اول مسلمانوں کی قدر کی جائیگی، اور اتحاد کا گیت گایا جائیگا۔ جب اقتصادی بوجھ برداشت سے باہر ہو جائیگا تو رزولیوشن پاس ہوگا کہ مسلمان ہمارے بھائی ہیں یہ رسوم اضحی جیسے چاہیں منائیں۔ مگر یہ جب ہوگا جب قوم متحد ہو، اور متحدانہ التوا کرے، اور دوراندیشوں کو اصلی فائدہ یہ ہوگا کہ اشاعت اسلام کے لئے فضا صاف ہو جائیگی اور ہم شیر و شکر ہو کر اسلام بہ آسانی

پھیل سکیں گے کیونکہ تعصب لا مذہبی سے بد تر ہے۔ اگر اشاعت کارگر ہوگئی تو ہم گائے کی قربانی سے کہیں زیادہ فائدہ میں رہیں گے۔

ہاں معترضین کے لئے جو تبلیغ و اشاعت اسلام سے بے نیاز ہیں دو اعتراضوں کی جگہ ہے
نمبر۱۔ ایک یہ کہ ہم آج قربانی ملتوی کردیں تو کل ہم سے اذان اور نماز کو ملتوی کرنیکی فرمائش ہوگی
نمبر۲ دوسرے گائے کی قربانی کا حق ہم کو مذہباً اور فطرتاً حاصل ہے تو ہم اپنا یہ حق کیوں چھوڑیں
نمبر ایک کا جواب یہ ہے کہ تعصب اور عداوت بڑھنے پر اذان اور نماز کا قصہ کھڑا کیا جائیگا، بلکہ بعض جگہ یہ قصہ کھڑا کیا جا چکا ہے جہاں ہندؤں کو قوت ہے، تو تعصب اور عداوت بڑھنے پر یہ قصے تمام پھیل جائیں گے۔ اور گائے کی قربانی ملتوی کرنے سے تعصب اور عداوت غائب نہیں تو ڈھیلی پڑ جائیں گے اس لئے یہ جھگڑے اٹھیں گے نہیں بلکہ دب جائینگے۔
نمبر۲ کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم ایک ضروری نہیں بلکہ جائز حق کو ایک دن کے لئے ملتوی کریں اور اس کے بدلے میں دوسرے فوائد جو اس سے بالا تر ہیں حاصل کریں تو یہ ناجائز نہیں، یہ تو نفع بخش تجارت ہے۔ پھر یا تو تم اس مصلحت سے ملتوی کرو جو ہم نے اوپر دکھایا ہے اور اس کے منافع کو بھی ظاہر کیا ہے تو یہ نفع حاصل کرنا اپنے ہاتھ میں ہے۔ تعصب سے یہ نہ کرسکو اور معاوضہ کی نیت رکھتے ہو تو ہندؤں سے کہو کہ ہم بقرعید کے دن گائے کی قربانی چھوڑ دیتے ہیں، اس کے عوض میں تم اگر واقعی گائے کو دیوتا سمجھتے ہو تو ہماری اردو زبان کو جو تمہاری بھی ہے قومی زبان تسلیم کرو، واقعہ کے رو سے بھی اردو دونوں ہی کی زبان ہے۔ اگر اپنے دیوتا کی جان بچانے کے لئے ہندؤں نے اس کو مان لیا تو تم گھاٹے میں نہیں ہو۔

اصلاح حال

مسلمانو! ہم کو تمہاری عیب جوئی مقصود نہیں، ہم کو صرف یہ دکھانا تھا کہ تم صراط مستقیم سے کہاں تک دور ہو گئے ہو، اور ہوشیار کرنا تھا کہ تم پھر صراط مستقیم پر آجاؤ کہ نعمائے الٰہیہ کے مستحق بنو، پھر تم وہی ہو جو تھے، اس مقصد کا حاصل کرنا کچھ ایسا دشوار نہیں۔ چند

آیتوں پر عمل کرنے سے تم راہ پر آجاؤ گے، اور خدا تمہیں ہر طرح کی کامیابی عطا کریگا۔
خدا نے فرمایا یا ایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم (مومنو! اپنی اصلاح اپنے اوپر لازم کرلو) دوسرے خدا نے فرمایا اصلحوا بین اخویکم (اپنے بھائیوں کی اصلاح کرتے رہو) اس لئے خدا نے ہم پر فرض کیا اپنی اصلاح اور قومی اصلاح۔
نمبر ا اپنی اصلاح کے لئے تو یہ کرو کہ اتل ما اوحی الیک من کتاب ربک (قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو) ثواب کے لئے نہیں، ہدایت اور نور حاصل کرنے کے لئے۔ اس نیت سے کم سے کم تین آیتیں تو روزانہ تلاوت کیا کرو، مگر طوطے مینے کی طرح نہیں، سمجھ کر غور وفکر کے ساتھ۔ اس طرح کہ ہر آیت کو بار بار پڑھو، چاہے قصہ ہی کیوں نہو کیونکہ وہی ہدایت ہی ہی، اور کوشش کرو بیسمجھنے کی کہ اس آیت میں خدا نے کیا ہدایت فرمائی۔ بار بار پڑھنے اور ہدایت طلبی سے تم کو طرح طرح کی ہدایتیں ملیں گی۔ قرآن بفضلہ آسان ہے خود سمجھ سکتے ہو تو سبحان اللہ، ورنہ ترجمہ سے سمجھو، ہدایت طلبی سے باز نہ آؤ، اور جو ہدایت ملے اس پر نیت کرو کہ یہ بلا واسطہ خدا نے ہدایت کی ہی اس پر ہم جاں بازی سے عمل کرینگے، چاہی کسی کو برا لگے۔ ہر آیت کا آخر ٹکڑہ تمہارے لئے ہدایت کا آفتاب ہی مثلاً واللہ بصیر بما یعملون (خدا عملوں کا نگراں حال ہی) اس کو بار بار پڑھو اور ایمان کے ساتھ پڑھو، تاکہ ہر عمل کے وقت یہ آیت ہادی بنکر کھڑی ہو جایا کرے کہ خدا دیکھ رہا ہے، تاکہ تمہارے اعمال سدھر جائیں، اور قرآن کے مطابق تمہارا عمل ہو جائے۔ کیا قرآن کے سوا جس سے تم غافل ہو کوئی کتاب دنیا میں ایسی ہی کہ جس کے ہر جملہ کا ٹکڑہ ہی انسان کامل بنانے کے لئے کافی ہو، اپنی اصلاح کے لئے نیت خاص، ایمان کامل، کوشش مستقل، اور قرآن کافی ہی۔
نمبر ۲ قومی اصلاح بھی فرض ہے تو اس کے لئے ضرورت ہے کہ پہلے قوم بنو ورنہ اصلاح کس کی۔ اور تم تو ایسے پراگندہ اور منتشر ہو گئے ہو کہ اب تو ہر شخص ایک قوم ہی، اپنی ڈفلی اپنی راگ، گویا قومیت ہی غائب ہی۔
اس لئے اپنے کو قوم مسلم کہتے ہو تو پہلے مسلمان بنو۔ تم نے تو ایک دوسرے کو ایسا کافر بنا رکھا

ہی کہ معلوم نہیں مسلمان کون ہی۔ جو کوئی خدا و رسول اور قرآن پر بغیر کسی آیت کے انکار یا اصلاح کے ایمان رکھتا ہی وہ مسلمان ہی یہی خدا کا فرمان، یہی رسول کی تبلیغ اور یہی کتاب اللہ کی ہدایت ہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے مسلمان، آپ کے ماننے والے اور اتباع کرنیوالے بھی تھے مسلمان ہی اپنے کو صرف مسلمان ہی کہتے رہے کیونکہ یہ خدا ہی کا رکھا ہوا نام ہی۔ ھو سمٰکم المسلمین (خدا ہی نے تمہارا نام مسلمان رکھا) جب ایسا ہی تو اے مسلمانو! خدا کے رکھے ہوئے نام کو تم بھی قبول کرو، اور اپنے کو مسلمان ہی کہا کرو۔ اور یہ سارے بدعتی القاب سنی، شیعہ، خارجی، اہل سنت، اہل سنت والجماعت، اہل حدیث، اہل فقہ، مقلد، غیر مقلد، وعلیٰ ہذا سینکڑوں فرقوں کے سینکڑوں ہی نام، یہ سارے بدعتی نام ہیں فرقہ بندی کے نام ہیں، پھوٹ ڈالنے والے اور تفرقہ انداز نام ہیں، ان ناموں سے نہ رسول ملقب ہوئے نہ صحابہ، نہ حضرت علی، نہ حضرت امام۔ اس لئے سب کے سب بہ اتفاق رائے اپنے کو صرف مسلمان ہی کہا کرو جو خدا کا رکھا ہوا نام ہے، اور فاضل بدگوشت کو کاٹ کے پھینک دو کہ سلامتی اسی میں ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ مذہب بدل دو۔ ہر شخص اپنے اپنے مذہب پر رہے، اور اپنے اپنے مجتہدوں، اماموں، اور احبار و رہبان کے فیصلوں پر چلے کیونکہ کوئی آبا و اجداد کی روش محض میرے کہنے سے چھوڑنے والا نہیں۔ مگر ان سارے مختلف فیہ فیصلوں کو اختلاف آراء سمجھو فرقہ نہ بناؤ، فرقہ بندی صریح ممنوع خداوندی ہی۔ اپنی اپنی روش پر رہو، مگر اپنے کو صرف مسلمان ہی کہو۔ اس میں صرف خدا کی ہدایت کی تعمیل ہی ہوتی ہی اور تمہارا کچھ نہیں جاتا بلکہ سب کچھ ملجاتا ہی۔

آج سارے مسلمان اپنے کو مسلمان ہی کہنا شروع کر دیں تو اختلاف رائے رہے تو رہے مخالفت نہ رہیگی، نہ مذہب میں نہ مسجدوں میں، نہ جلسوں میں، نہ ووٹنگ میں، نہ نوکریوں میں، نہ ملکی اور سیاسی معاملات میں، انتشار جاتا رہیگا اور ربط و یگانگت کا بازار گرما جائیگا۔

اگر تم نے ایسا کر لیا تو تمہاری قومیت قایم ہو جائیگی اور خدا تم کو قومی فوائد سے بہرہ مند کریگا

قومی اصلاح کی صورت یہ ہے کہ اولاً مقصد قرار دو کہ وہ تمہارے اعمال کا مرکز ہو۔ تو وہ میں بیان کر چکا ہوں کہ خدا کا بتایا ہوا اور رسول اور صحابہ کا برتا ہوا مرکز اللہ ہے۔ یعنی ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ (میری نماز اور عبادتیں اور حیات وموت تک خدائے رب العلمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں) اس لئے رضاء خداوند جل وعلا تمہارا مرکز اور مقصد ہونا چاہیئے۔ آزادی یا جو مقصد بھی رکھو سب اس کے احاطہ کے اک کونہ میں آجائیگا۔

اس مرکز پر اخوت اسلامی، حقوق قومی، آزادی نفس، آزادی رائے، آزادی وطن پر توجہ کرو جو تم پر فرض ہے کہ ان حقوق کی ادائیگی کے دوائر خدا کی رضا کے مرکز پر ہوں، تاکہ خودغرضی، نفسانیت، نام ونمود وغیرہ وغیرہ ان دوائر کو نقصان نہ پہونچائیں۔

بہ ایں اصول لازم ہوا کہ قوم کی غربت وفلاکت، جمود وبیکاری، تعمیل مذاہب درستی اخلاق اور اُن کے بچوں کی تعلیم وتربیت وغیرہ وغیرہ ضروریات قومی کی طرف توجہ کی جائے کہ یہی رضائے مولا اور فرض ہے اور فرض ہے تو اس کی ادائیگی ضرور ہے کہ ایک دن پرسش اعمال کا دن ضرور آنے والا ہے۔ خود اٹھو اور قوم کو اُٹھاؤ۔

اس لئے کرنے کا کام یہ ہے کہ ہر جگہ انجمن قایم کی جائے۔ سالانہ جلسہ کے تزک و احتشام کے لئے نہیں، اسپیچ بازی کے لئے نہیں، رزولیوشنوں کی کتاب تصنیف کرنے کے لئے نہیں۔ ہندو کانگریس سے تصادم کے لئے نہیں، گورنمنٹ کی تائید یا گورنمنٹ سے بغاوت کے لئے نہیں بلکہ وشاورهم فی الامر (کاموں میں مشورہ کیا کرو) کی تعمیل اور اپنے فرائض قومی کی انجام دہی کے لئے سیدھی راہ پر چلنے کے لئے۔

ہر انجمن اہل جلسہ میں سے ایک کو صدر انجمن بنا لیا کرے جو جلسہ کے نظم کو درست رکھ سکے ایک خادم قوم کے لقب سے مقرر ہو جو سکرٹیری کی خدمت انجام دیتا رہے۔

باقی سارے مسلمان اس کے ممبر ہمدرد مشیر اور مؤید سمجھے جائیں ان انجمنوں کا جلسہ جلسۂ شوریٰ ہوگا جس میں اسپیچ بازی نہیں ہوگی نہ اس کا کوئی رپورٹ اخبار میں دیا جائیگا کہ بازیچہ اطفال

سنے اعتراضات کے طومار اُٹھیں، خطابات عطا کئے جائیں کہ نفس پرستی کی کلیوں کو کھینچنے کا موقع دیا جائے۔

انجمن کا کام یہ ہوگا نمبر۱ دیہاتوں کی فہرست قایم کرنا نمبر۲ ہر دیہات میں مسلمان کتنے ہیں اُن کی تعداد معلوم کرنا نمبر۳۔ کتنے بیکار ہیں کہ اُنکو کام میں لگانیکی کوشش کی جاسکے نمبر۴ مقروض کو اپنے مشورہ اور ہدایت سے سنبھالنے کا نظم۔ نمبر۵۔ زکوٰۃ و صدقات کی وصولی کا نظم۔ نمبر۶ خیرات وصول کرنے کے لئے عمال کے تقرر کا نظم۔ نمبر۷ مقدمہ کے تصفیہ کا نظم کہ مقدمہ بازی کا دروازہ بند ہو۔ نمبر۸ اصلاح رسومات کی کوشش نمبر۹ کتنے مسلمان بستی میں محض اکیلے ہیں کہ اُن کا منتقل ہونا اولیٰ ہی اسکا نظم کیا جاسکے۔ نمبر۱۰ ہر بستی میں کتنے لڑکے مارے مارے پھرتے ہیں اُنکی تعلیم و تربیت کا نظم۔ کیونکہ اتنا پڑھ لکھ لینا تو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ کم سے کم قرآن کا ترجمہ اپنی زبان میں پڑھ سکے، اور کاروباری حساب سے واقف ہو۔ نمبر۱۱ یہ ناگزیر ہی کہ زکوٰۃ و صدقات کا قومی فنڈ جو خدا کا قایم کیا ہوا ہی اور قوم نے متروک کر دیا ہی اسے پھر زندہ کیا جائے۔

تم زندہ رہنا چاہتے ہو اور زندہ رہکر اپنے ہوش و حواس میں رہنا چاہتے ہو تو اپنے کو آپ سنبھالو، اپنی آنکھوں آپ دیکھو، اپنے پاؤں آپ چلو۔ اپنی فکر آپ کرو، اپنی مدد آپ کرو، اپنی قوت آپ پیدا کرو۔ معاہدہ کی صورت میں کسی کے ساتھ شرکت بھی کرو تو اپنے مفاد کو دیکھ کر اور وہ بھی اجتماعی قوت سے، اپنے کو کھو کر نہیں، انفراداً نہیں۔

اپنی تاریخ آپ دوہراؤ۔ قرون اولیٰ کے مسلمان مٹھی بھر تھے، کمزور تھے، اور ساری دنیا دشمن مگر آخر کار وہ تمام دنیا میں تاباں اور ضوفشاں رہے اس لئے کہ وہ معمل قرآن تھے، متحد المذہب، متحد الخیال، متحد المقصد تھے۔ خدا کے سوا کسی سلطنت یا کسی سطوت کے آگے نہ جھکے، وہ خدا کے سوا کسی سے فریادی یا امداد کے خواہاں نہوئے اُن کا نعرہ رہا ایاک نستعین بس وہ تھے اور اُنکا خالص ایمان، اُن کا مخلصانہ عمل، اُنکی آپس کی اخوت، اُنکا خدا پر کامل بھروسہ اور اس بھروسہ پر کامل اطمینان یہ ہی صراط مستقیم۔ یہ ہی کامیابی کی راہ۔ لاتک فی ضیق مما یمکرون (لوگوں کے مکر سے تم تنگدل نہو تمہارا خدا تم کو کافی ہی۔ الیس اللہ بکاف عبدہ (کیا خدا کے بندے کو خدا کافی نہیں)

میں نے ایک ڈھانچ کھینچ دی ہی وہ محض سرسری ہی غور و فکر سے اس کی اصلاح کر و اور

اس کو خدا کی رضا سمجھ کر اٹھو اور عمل کے لئے جان توڑ کوششیں کرو، ہمت کرو، خدا مدد کریگا، کانفرنسیں اور لیگیں نفس پرست لیڈروں کے لئے چھوڑ دو۔ امارت و غربت کے تفرقہ کو مٹا دو۔ کہ یہ اسلام کے خلاف ہی۔ کام کا آدمی غریب ہی کیوں نہو مگر سچا درد مند اسلامی کیرکٹر کا، پاک وطن، اور صلاحیت رکھنے والا ہو تو اُسی کو بلا تامل صدر انجمن بناؤ، اور اُس کے صدق و اخلاق کی قدر کرو، اُس کے پھٹے کپڑوں کو اپنے خلفا کا اُتارا ہوا عطیہ سمجھو، اسپیچ بازی اور غلغلہ بلند کرنے سے محترز ہو کہ یہ شیطان کے داخلہ کا پھاٹک ہی۔ وما علینا الا البلاغ۔

ہاتھ اُٹھاؤ دُعا کے لئے

اے خدا! رسولنا محمد رسول اللہ خاتم رسل صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں جلوہ فرما ہوئے اور تیرا پیغام رسالت پہونچائے ہوئے صدیاں گذریں۔ اس درمیان میں ہزاروں انقلاب آئے اور گئے، دنیا کہاں سے کہاں پہونچی، مگر اے خدا! اس زمانہ میں وہ پھر بھی وہیں کی وہیں ہی جہاں بعثت رسول کے وقت تھی۔ فطال علیہم الامد فقست قلوبہم (امتداد زمانہ سے لوگوں کے قلوب سخت ہو گئے) اس سنۃ اللہ کے مطابق مسلمانوں کا حال بھی دگرگوں ہو گیا، ان کے قلوب بھی سخت ہو گئے۔ خدا و رسول کی خالص محبت دلوں سے جاتی رہی۔ ان کا ایمان کھوٹا ہو گیا، ان کا اسلام رسمی ہو گیا، یہ ماسولے کے پرستار ہو گئے، کیونکہ تیرے قرآن سے ان کی نسبت ٹوٹ گئی۔ تیرے بندے اوروں کے بندے ہو گئے، اور تیرے رسول کی امت احبار و رہبان کی امت ہو گئی ہی۔

اے خدا! مسلمانوں کا ایمان اور انکا اسلام خالص کر دے، ان کے عبادات و معاملات صالح اور قابل قبول بنا دے، اور اپنی اور اپنے حبیب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سچی، اور خالص محبت سے ان کا دل روشن فرما۔ ان کا دماغ آلودگیوں سے صاف کر انکا دل توحید سے منور کر، تا کہ جو نسبت قرآن سے ٹوٹ گئی ہے وہ قرون اولیٰ کی طرح پھر سے جٹ جائے، انکو توفیق عطا فرما کہ قرآن انکا دستور العمل ہو، اور قرآن کی ترازو پر انکے اعمال قایم ہو جائیں، اور قرآن کی روحانیت انکی روح کو گرما دے، اور تیرے نور تجلی سے

منور کر دے۔

اے اللہ! ان کے ایمان کا ستارہ اتنا بلند کر کہ لقاء اللہ کا وعدہ جو کل پر اُٹھا رکھا گیا ہے وہ ان کے لئے آج پورا ہو۔ اور یہ متاخرین ہونے پر بھی سابقون الاولون میں شامل کئے جائیں۔

اے خدا! تجھ کو اپنی خدائی اور بے نیازی کا واسطہ کہ مسلمانوں کو شرک فی الذات، شرک فی الصفات۔ شرک فی العلم، شرک فی الحکم، شرک فی العبادت، شرک فی الشریعت اور شرک فی الرسالت کے قعر جہنم سے نکال اور اپنی توحید ربانی کے نور میں پناہ دے۔ ماسوا پرستی کی دہکتی آگ سے نکال، اور اپنی رحمت کے دامن میں ڈھانک لے۔

اے معبود! اے مولا! اے اللہ! لا الہ الا اللہ کا نور توحید ان کے دلوں پر نمایاں کر اور دلوں پر نقش کر دے اور اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان کی جماعت میں انکو داخل کر کہ اسکی تجلی میں تیری بارگاہ دوام حضور تک ان کی رسائی ہو کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی اور ان کا دل ٹھنڈا ہو اور لا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین کی تجلی ان پر آشکارا ہو۔ اور محمد رسول اللہ کی رسالت کا نور ان کے قوی اور قوتوں میں انکی روح کی طرح، اور روح میں اپنے فیوض کی طرح ضوفشاں کر کہ ان کی رفتار اور ان کے کردار صراط مستقیم پر قایم ہو جائیں اور یہ اس لایق ہو جائیں کہ قوم کی کشتی جو بھنور میں تلملا رہی ہے اُس کو ساحل تک پہونچائیں۔

اے قادر و قیوم! لھم دار السلام عند ربھم کے جلوت خاص میں انکا تخت اور فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر کی خلوت خاص میں ان کی آرام گاہ بنا دے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

تمت بالخیر

م - ب

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔